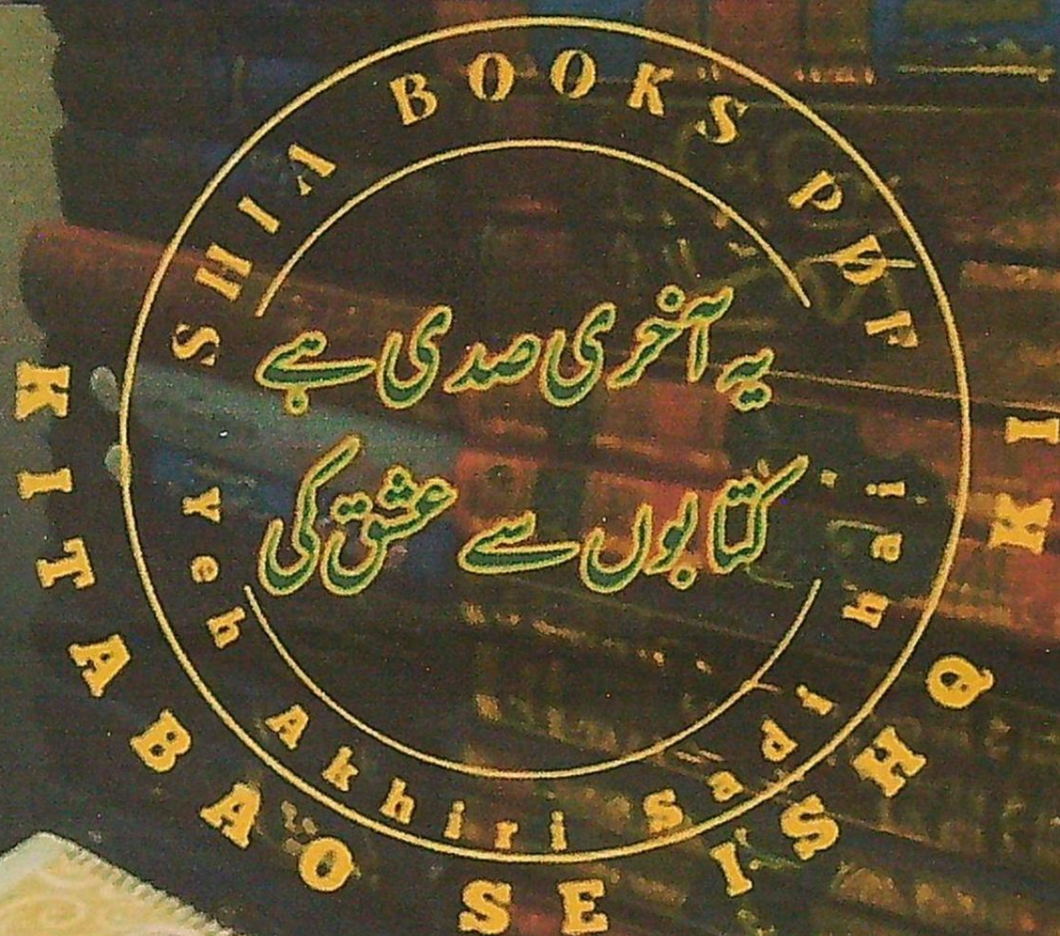
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

منظر ایلیاء Shia Books PDF



MANZAR AELIYA
9391287881
HYDERABAD INDIA

قال اللہ سبحانہ وقد مکروا مکرہم وعند اللہ
مکرہم وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال ۝
فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام ۝

ابطال الاستدلال
لاہل الزیغ والضلال

از

تالیف شریف جناب مستطاب عمدۃ الاجاب فاضل اجل مولینا
امیر الدین صاحب جائنٹ مؤلف کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ و الصلوۃ

حسب فرمائش
مینجر امامیہ کتب خانہ لاہور

(جملہ حقوق بحق امامیہ کتب خانہ محفوظ ہیں)

قال اللہ سبحانہ وقد مکروا مکرھم وعند اللہ مکرھم ط وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال ۝
فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ط ان اللہ عزیز ذو انتقام ۝

ابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال

از

تالیف شریف جناب مستطاب عمدۃ الانجاب فاضل اجل مولینا
امیر الدین صاحب جائنٹ مؤلف کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ

حسب فرمائش

مینجر امامیہ کتب خانہ لاہور

بار اول

قیمت فی جلد (۱۲ عہ)

فلکُ النجّاۃ فی الامامۃ والصّلوٰۃ

کتاب مستطاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصّلوٰۃ وہ کتاب ہے۔ جس کے لئے مومنین کی آنکھیں انتظار کرتی تھک گئی تھیں۔ خدا کے فضل و کرم سے تمام خوبیوں کو آغوش میں لئے ہوئے پردۂ کتم سے عرصہ ظہور میں آگئی ہے۔ یہ کتاب دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے لبریز اور مخالفین پر ایک بم کا گولہ ہے۔ تہذیب اور متانت اسمیں ایسی ہے۔ کہ کسی کی دل آزاری نہیں ہوتی۔ اور دلائل ایسی قوی ہیں۔ کہ کتاب پڑھنے سے کسی مخالف کو بشرطیکہ ذرہ بھر انصاف دل میں رکھتا ہو بغیر قبول مذہب حق کے چارہ نہیں رہتا۔ کیوں نہ ہو۔ دو جلیل القدر مشہور عالم فاضل حضرات کی بارہ سالہ تحقیقات کا لب لباب ہے۔ یعنی جس کو عالیجناب عمدۃ العلما زبدۃ الفضلا مولینا مولوی حافظ **علی محمد** صاحب (سابق سنی) و عالیجناب رئیس المحققین راس المدققین مولینا مولوی حکیم **امیر الدین** صاحب (سابق سُنی) متوطنان ضلع جھنگ نے متفقہ کوشش سے ترتیب دیا ہے۔ جلد اول میں بحث نقطہ شیعہ معیار اہل حق۔ حدیث ثقلین کی تشریح وجہ تسمیہ و تاریخ اہل سنت والجماعتہ۔ خلفائے بنی امیہ و عباسیہ کا ثقلین سے سلوک جس کا پورا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ بعض صحابہ کے حالات سب تبرا و لعن کی مہذبانہ تحقیق اور دیگر اس کے متعلق سنیوں کے ہر اعتراض کا معقول جواب جو بالکل اصول مسلمہ اہل جماعت کے لحاظ سے دیا گیا ہے۔ امامت و خلافت کی تعریف اور اس کے شرائط خلفائے ثلاثہ سے ہر ایک کی خلافت کے انعقاد کی مفصل کیفیت حضرات ثلاثہ کا امیر المومنین سے موازنہ اوصاف ایمان شجاعت و علم کا خوب درج ہے۔ نصوص خلافت بلافصل جناب امیر کی ایسی طرز سے درج ہیں۔ کہ مخالف کو یارائے دم زدن باقی نہ رہے۔ اصول حدیث مسلمہ اہلجماعت کے بقید صفحہ و جلد نہایت احتیاط سے لکھا ہے۔ غرضیکہ اسمیں جملہ متنازعہ مسائل فیما بین شیعہ و سنی کا ایسا فیصلہ کیا ہے۔ کہ پھر دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور دوسری جلد میں نماز کیصورت بعد نبی تبدیل ہو جانیکا ثبوت تقیہ کا جواز اور احکام طہارت سے لیکر آخر سلام تک نماز کے جملہ ارکان فرائض و سنت و مستحبات کو مطابق مذہب امامیہ کے کتب اہلجماعت سے بحوالہ صفحہ و مطبع وباب کے ایسا مضبوط لکھا ہے۔ کہ اس سے نماز رسولؐ کا پتہ ملجاتا ہے۔ کہ اسطرح تھی۔ اور دوسری قسم قسم کی نمازیں جو سنیوں کے اندر رائج ہیں سب مصنوعی معلوم ہو جاتی ہیں۔ ہر مسئلہ پر سینکڑوں عبارتیں کتب مخالفین سے اثبات مدعا کیلئے بہار دکھاتی ہیں۔ آخر میں جنازہ کی پانچ تکبیروں کے زبردست دلائل اور جریدتین کا ثبوت درج ہے۔ خوبی اس کے دیکھنے پر موقوف ہے۔ ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ بانگ دہل ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ اس طرز کی کوئی کتاب شیعہ و سنی کے درمیان فیصلہ کن آجتک نہیں لکھی گئی۔ حجم ۹۰۰ صفحہ۔ کاغذ قسم اول للعہ قسم دوم للعہ) ٭

ملنے کا پتہ:- مینیجر امامیہ کتب خانہ لاہور ریلوے روڈ

فہرست مضامین ابطال الاستدلال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ المتعالی عن صفات المخلوقین وسمات المحدثین المحمود لنعمتہ المنزہ عما لا یلیق بوحدانیتہ الذی احتج علی خلقہ بحججہ واوضح الامور بدلائلہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ عبدہ المصطفیٰ ورسولہ المجتبیٰ سیدنا محمدؐ وآلہ امناء اللہ فی بلادہ وحججہ علی عبادہ ائمۃ الھدیٰ من اھل بیتہؑ الطیبین الطاھرین واوصیاءہ المنتجبین صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین ولعنۃ اللہ علی اعداءھم اجمعین۔

امابعد مفتقر رحمت ارحم الراحمین خادم آل یٰسین بندہ عاصی امیر الدین عفا عنہ رب العالمین۔ ناظرین باتمکین کی خدمت میں ملتمس ہے کہ اس سے پہلے جو کتاب فلک النجاۃ ہماری طرف سے شائع ہو چکی ہے اس کی اور رسالہ ہذا کی غرض واحد ہے۔ یہ کہ جب ہم مذہب حق شیعہ اثنا عشریہ میں نو وارد ہوئے ہمارے سنی بھائیوں کو یہ امر بہت گراں اور ناگوار گذرا حسب عادت جو ان کی جدید شیعہ سے ہوتی ہے ہمارے پاس جوق در جوق آ کر وجہ تبدیلی مذہب دریافت کرنے لگے۔ ہم نے ہر ایک سے ایک ہی طرز کی گفتگو کے تکرار کو فضول دردسر اور

تضیع اوقات خیال کیا۔ اس لئے سب کے جوابات ایک جگہ فلک النجاۃ میں جمع کر دئیے اس کی اشاعت سے بہت حقیقت شناس نفوس شاہراہ نجات وحق پر پہنچگئے ہیں مگر کچھ تصوف کے وردی پوش دوکانداروں اور چند مساجد کے وظیفہ خور ملانوں کو اُس کے اثر سے اپنی سرد بازاری کا خوف طاری ہوا۔ ایسے لوگوں نے اپنی جمعیت کو قائم رکھنے اور اپنے مریدوں و مقلدوں کو خوش کرنے کے لئے مختلف راگ الاپنے شروع کئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ شیعہ کی کتاب ہے۔ اس میں صحابہ کرام کی غیبت (گلہ) ہے۔ اس کے پڑھنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے اس میں ضعیف و موضوع روایات جمع کی گئی ہیں (حالانکہ ہر دو باتوں کا جواب کتاب کور میں قابل دید درج ہے) کوئی کہتا ہے اس کے پڑھنے سے شکوک پیدا ہوتے ہیں ہم اپنے آباء و اجداد کا مذہب ہرگز نہ چھوڑینگے خواہ کتابوں میں کچھ ہی لکھا ہو (حالانکہ اُن کی یہ بات صریح آیات قرآنیہ کے خلاف اور منکرین قرآن کے عین مطابق ہے) کوئی یوں بڑ مارتا ہے کہ ہمارے سُنّی علماء عنقریب اس کتاب کا رد لکھیں گے۔ اُس سے یہ کتاب اُڑ جائیگی۔ بعض اُن میں سے کہتے ہیں۔ بغیر قرآن مجید کے ہم سب کتابوں سے دستبردار ہیں۔ حالانکہ اُن کا یہ کہنا سراسر فرمان رسول خداصلعم کے منافی اور اُن کے پیشوا حضرت عمر کے مطابق ہے جنہوں نے کہا تھا حسبنا کتاب اللہ۔ رسول خداصلعم فرماتے ہیں۔ میں ایسے آدمی کو دیکھنا نہیں چاہتا جس کو میرا حکم امر یا نہی پہنچے اور وہ کہے میں اس کا واقف نہیں ہم کو جو کچھ کتاب خدا میں ملیگا بس اُسی کی پیروی کریں گے۔ اس کو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ دوسری روایت میں فرمایا۔ خبردار رہو مجھے قرآن کے ساتھ اُس کے برابر اور بھی بہت کچھ دیا گیا ہے۔ (یعنی حدیث) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ تیسری روایت میں فرمایا مجھے قرآن دیا گیا ہے۔ اور اُس کی مثل یا

اُس سے بھی زیادہ اور بھی مجھے دیا گیا ہے (احادیث) اس کو ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا۔ دیکھو کتاب سنی مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۱۲ مطبوعہ بمبئی۔ غرضیکہ ایسی طرح طرح کی باتوں سے وہ بچارے اپنے چیلوں کو تسلیاں دیکر اپنے دام میں پھنسائے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں الغریق یتشبث بالحشیش۔ اب ہمارے قرب و جوار کے سُنّی بھائیوں نے یہ رنگ اختیار کیا ہوا ہے کہتے ہیں جیسے فلک النجاۃ میں سنّیوں کی کتابوں سے مذہب شیعہ کی حقانیت ثابت کی گئی ہے ہم سنّی مذہب کی حقانیت اور خلفاء ثلاثہ کی فضیلت ائمہ اہل بیت کی احادیث مرویہ کتب شیعہ سے ثابت کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مختلف اوقات میں چند عبارات کتب شیعہ میرے پیش کی گئی ہیں جن سے مناظرین اہل تسنن فخریہ اپنے رسالوں اور مواعظ میں برخلاف شیعہ استدلال کرتے ہیں۔ لہذا مجبوراً اسی غرض سے جو فلک النجاۃ کی اوپر بیان ہوئی ہے جملہ جوابات سوالات متداولہ کے جو کتب شیعہ سے مخالفین عموماً اور ہمارے قرب و جوار کے اہل تسنن خصوصاً اثبات فضائل و حقانیت خلفاء ثلاثہ میں پیش کرتے ہیں ایک جگہ رسالہ ہذا میں جمع کر دئیے گئے ہیں۔

اگرچہ بڑی بڑی لاجواب کتابیں علماء شیعہ کی طرف سے ہر مسئلہ پر لکھی جا چکی ہیں جن کا جواب سنّیوں سے نہ ہو سکا اور نہ ہو سکتا ہے۔ (مثال کے لئے عبقات الانوار و استقصار الافحام کے مجلدات کافی ہیں) مگر جدید شیعہ سے چونکہ حسب عادت انہی مردودہ فرسودہ سوالات کا جواب طلب کیا جاتا ہے ہم سے بھی طلب ہوا۔ اگر ہم فضول مکالمہ تصور کر کے سکوت اختیار کرتے ہیں تو مخالفین بغلیں بجاتے اور مذاق اُڑاتے ہیں کہ بس شیعہ کے پاس کوئی جواب نہیں۔ جب ہم صحیح واقعات زبانی یا تحریری پیش کر کے جواب دیتے ہیں تو کہتے ہیں اس سے زیادہ غیر مہذب کونسا مذہب ہوگا جس کے متبع جملہ صحابہ کرام کو بُرا کہتے اور اُن کی شکایات بیان کرتے ہیں

حالانکہ شیعہ مذہب پر مخالفین نے یہ ایک بہتان باندھ رکھا ہے کیونکہ شیعہ تمام صحابہ کی شکایت نہیں کرتے۔ بلکہ جن صحابہ کرام نے اوّل سے آخر تک جناب رسول خدا صلعم سے وفاداری کی ہے اُن کے ہم سب شیعہ ثناخواں اور اپنے تئیں اُن کے غلاموں کے غلام کہلاتے ہیں۔ جیسے حضرت سلمان فارسی حضرت ابوذر حضرت مقداد حضرت عمار بن یاسر وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ ہم ان کی مکمل فہرست دے سکتے ہیں مگر یہ مختصر اس کا متحمل نہیں ہے۔ اُن میں سے بعض کو بعد وفاتِ سرور کائنات ذرا بھی لغزش نہیں ہوئی۔ اور بعض کو ہوئی۔ مگر یکے بعد دیگرے تائب ہوتے رہے۔ ہاں وہ صحابہ جن کو راہِ استقامت سے لغزش ہوئی ہے۔ اور انہوں نے فرمان رسولِ خدا اور حقوق اہل بیت رسول صلعم کی نگاہ داشت نہیں کی۔ اور حیاتِ سرور کائنات میں بھی وہ اپنی صدقِ دل اور وفا کا کافی ثبوت نہیں دے سکے۔ اور بعد وفات آں حضرت صلعم اپنے اپنے مدارج پر رسولِ خدا صلعم کی مخالفت میں بدعات پیدا کر کے دینِ خدا میں تغیر و تبدل کر لیا وہ قابل مدح نہیں ہیں۔ بلکہ مطابق حدیث حوض رسول خدا صلعم سے سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی او بدل بعدی کے تمغہ لینے کے قابل ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول کو رسولِ خدا صلعم بفرمان ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی ولکن ستزیدانکم کہ چہ چیزہا پیدا خواہید کرد بعد از من کے اشارہ فرما چکے ہیں۔ دیکھو مصفّٰی شرح موطا امام مالک مولفہ شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ دہلی باب سیرۃ ابی بکر صدیق جلد ۲ صـ ۲۶۳ ایسے برائے نام اصحاب سے بحکم الحب فی اللہ والبغض فی اللہ شیعہ ضرور ترکِ موالات کرتے ہیں۔ حدیثِ حوض کی تفصیل فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو۔ اس جگہ بلحاظ اختصار، ہم ایک ہی کتاب کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں:۔

بعد وفات رسول صلعم اکثر صحابہ کی حالت متغیر ہو گئی
مصفّٰی شرح موطا مطبوعہ دہلی جلد ا صفحہ ۱۳ میں مرقوم ہے سعید بن جبیر گفت دیدم ابن عمر و ابوہریرہ و ابوسعید

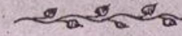
و غیر ایشاں را کانوا یرون انہ لیس احد منہم علی الحال التی فارق علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر ابن عمر و جابر گفت اذا سرکم ان تنظروا الی اصحاب محمد لم یغیروا ولم یبدلوا فانظروا الی عبد اللہ ابن عمر ما منا احد الا غیر نیست از ما ہیچکس مگر کہ تغیر کردہ۔ انتہٰی بقدر الحاجۃ۔

اُن روایات سے اتنا یقیناً ثابت ہو گیا کہ اصحاب رسول خدا صلعم بجز چند معدودہ افراد کے باقی سب نے دین میں تغیر و تبدل کر لیا۔ اور ایسے بہت کم تھے جو اسی حالت پر مستقیم رہے ہوں جس پر اُن سے رسول خدا دارِ فانی کو رخصت ہوئے۔

رہا یہ امر کہ ان روایات میں حضرت ابن عمر کو اُن افراد میں شمار کیا گیا ہے۔ جنہوں نے تغیر و تبدل نہیں کیا۔ سو یہ ابن عمر صاحب کے دوستوں کی خوش اعتقادی ہے ورنہ وہ حضرت ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام سے بیعت نہ کی اور معاویہ کے ساتھ بیعت کی۔ اور لاکھ درہم وصول کر کے زمانہ یزید میں یزید کی حمایت کرتے رہے۔ دیکھو فلک النجاۃ بحوالہ بخاری بفتح الباری۔ غرضیکہ کوئی ابن عمر صاحب کو حالت استقامت پر قرار دے یا کوئی دوسرے کسی صاحب کو ہمارا مدعا ثابت ہو چکا ہے کہ اکثر صحابہ کی حالت بعد وفات نبی صلعم متغیر ہو گئی اور وہ اس منزلت و شان سے گر گئے جس پر زمانہ رسول صلعم میں تھے۔ اس کی تائید میں ایک اور عبارت علامہ ابن عبد البر کی سوئی حاشیہ مصفّٰی مذکور کے صفحہ ۴۶ ۲ جلد ۲ میں مرقوم ہے جس میں کل اہل بدعت اور اصحاب کبائر واصحاب ہوا۔ اور ظالمین کو حدیث حوض سے مراد لیا ہے۔ دیکھو حدیث فیقال انہم قد بدلوا بعدک فاقول فسحقاً فسحقاً فسحقاً کتب شیعہ میں جن اصحاب جناب رسالت مآب کی تعریف وارد ہے اُن سے وہی مراد ہیں جن کو استقامت حاصل رہی۔ اور تغیر و تبدل کے کاربند نہ ہوئے۔ چنانچہ عیون الاخبار وغیرہ میں بصراحت وارد ہے۔

انہی حالات کی بنا پر اس بندۂ ناچیز نے باوجود اعتراف اپنے کم علم اور بے سرمایہ اور کثیر الاشغال و متشتت البال ہونے کے ایک دینی خدمت سمجھکر اپنی وسعت کے مطابق جیسا ہوسکا اگرچہ بے ربط یا پھیکے الفاظ اور بھدّی کسیلی عبارت میں ہی سہی اپنی تحقیق کا نمونہ حوالۂ قلم کر دیا ہے۔ ورنہ نہ ہم زمرۂ علماء میں ہیں اور نہ طبقہ علماء کرام میں ناحق شمار ہونے کا شوق ہے۔ اور نہ مصنفین کی قطار میں معدود ہونے کا ذوق ۔

نیز میری غرض اس رسالہ سے کسی سُنّی بھائی کی دل آزاری و دلشکنی کی نہیں ہے۔ اسی واسطے باوجود احساس ضرورت میں نے بعض احادیث کا ترجمہ مکمل اور صاف لفظوں میں نہیں لکھا۔ اور بعض کی عربی عبارت بھی نہیں لکھی۔ بلکہ کتاب اور اُس کے صفحہ کے حوالہ پر اکتفا کیا ہے۔ پھر بھی اگر سُنّی حضرات کو دیکھنا پسند نہ ہو تو وہ اس کا مطالعہ نہ فرماویں۔ میری اصل غرض اپنے شیعہ بھائیوں کو متنبہ کرنے کی ہے کہ جن عبارات کتب شیعہ کو اہل تسنّن اپنے رسائل میں نقل در نقل کر رہے ہیں۔ اور پہلے ناقلین کے بعد متاخرین لکیر کے فقیر اصل کتاب دیکھے بغیر جہال کے سامنے خوشیاں مناتے اور اپنے زعم فاسد میں اپنے موہومہ اعتقادات فضائل ثلاثہ کا مویّد خیال کرتے ہیں اُن کی حقیقت سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جائے۔ تاکہ اہل ایمان ایسے مفسد ملانوں کی شرارت سے محفوظ رہیں اور ایسے لوگوں کو بر سر اجلاس شرمندہ کر سکیں۔ اور اُن کے مکر و فریب کو طشت از بام کر کے عوام کو ان مفسدوں کے دام تزویر سے بچائیں۔ نام اس رسالہ کا **ابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال** رکھا گیا ہے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔



حضرات اہل تسنّن کا طرز تحریر اور اس فن میں اُنکی کارستانیاں چند قسم پر منقسم ہیں

جاننا چاہیئے کہ طرز تحریر اور کارستانی مناظرین اہل تسنن چند اقسام پر منقسم ہے۔

۱۔ کبھی عبارت کتاب شیعہ کو وہ بذریعہ قطع و برید فقرہ مطلوبہ نقل کر کے اُس حصّہ کو چھوڑ دیتے ہیں جس میں اُس عبارت کو کسی مولف سنی کی طرف منسوب کیا گیا ہوتا ہے۔ اور اُس کتاب شیعہ میں بغرض تردید یا نقل اختلاف اقوال درج ہوتی ہے اور یا سیاق و سباق اُس فقرہ میں اُس منقول کا تشریحی معنے متضمن رد موجود ہوتا ہے۔ ناقلین اس تصرف بیجا سے یہ فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ اس عبارت کو شیعہ عالم کی مسلّمہ و معتقدہ عبارت یا حدیث امام عوام کے سامنے ظاہر کر کے شیعہ کی زبانی فضائل ثلاثہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ عوام کیا سمجھیں کہ اس میں کیا راز پوشیدہ ہے جانتے ہیں جب کتاب شیعہ میں یہ عبارت لکھی ہے ضرور اُن کی مسلّم اور اُن پر حجت ہوگی اور جو معنے یہ لوگ بیان کر رہے ہیں یہی صحیح ہیں ۔

۲۔ کبھی اس عبارت منقولہ کی لفظی یا معنوی تحریف کر کے دھوکا دیکر غلط بیانی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں ۔

۳۔ کبھی حدیث وارد مورد تقیہ و توریہ سے برخلاف سینکڑوں احادیث صحیحہ متواترہ ائمۃ الہدیٰ علیہم السلام کے فریب دیتے ہیں۔ جو اصول مرویہ ائمہؑ کے خلاف ہے۔

۴۔ کبھی حدیث وارد مورد توریہ سے معنے مقصود کے خلاف وہ معنیٰ ظاہر کر کے فائدہ اُٹھاتے ہیں جو حقیقی مراد ائمہؑ کے خلاف ہوتا ہے۔

۵۔ کبھی سنیوں کی کتاب کی عبارت نقل کر کے اُس کو اُس کے ہمنام کتاب شیعہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ تاکہ عوام اس عبارت کو کتاب شیعہ کی عبارت سمجھکر برخلاف مذہب امامیہ حجت پکڑیں۔ جیسا کہ کشف الغمہ و فصول المہمہ مشترک نام کی کتابیں شیعہ اور سنی میں مروّج ہیں ۔

۶- کبھی کسی فرضی کتاب کا نام لکھکر شیعہ کی طرف منسوب کرکے اپنے مدعا کے مطابق ایک فرضی عبارت لکھکر فریب دیتے ہیں۔ حالانکہ فی الحقیقت اُس نام کی کوئی کتاب شیعہ مذہب میں نہیں ہوتی۔ جیسے شرح نہج البلاغہ منسوب بہ سلطان محمود طبسی اصفہانی ہے جس کو ہم نے بہت کتب خانوں اور مجتہدین سے دریافت کیا مگر کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اور جیسے منہاج السالکین نام کی کتاب سے شیخین کا جناب سیدۂ معصومہ زہرا علیہا السلام سے رضامند ہو جانا نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ تحفۂ اثنا عشریہ اور مجمع الاوصاف صفحہ ۹ وغیرہ میں نقل در نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اس وقت میرے پیش نظر چند کتب اہل تسنن ہیں جیسے تحفۂ اثنا عشریہ۔ مجمع الاوصاف۔ بدر الدجی۔ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم۔ شواہد البرکات۔ آیات بینات۔ منتہے الکلام۔ نصیحت الشیعہ۔ ہدایت الشیعہ وغیرہ ہیں جن کے استدلالات کا ابطال اس رسالہ میں لکھنا مطلوب ہے۔

۷- منجملہ مکیدات اہل تسنن یہ بھی ہے کہ کسی کتاب غیر معتبر ماتم و مرثیہ یا تواریخ شیعہ کی کوئی روایت ضعیف نقل کرکے اُس پر لکھدیتے ہیں شیعہ کی اصح الکتب یا بڑی معتبر کتاب شیعہ میں لکھا ہے حالانکہ اصح الکتب کا قانون اہل تسنن کا خود ساختہ ہے ہمارا مسلّم نہیں۔ اور غیر معتبر کو قرار دینا ان کی دہوکہ دہی ہے ہم تو کتاب معتبر کا ہر لفظ بلا تنقید و تطبیق دیگر احادیث بھی تسلیم نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ کسی کتاب کو اصح الکتب مان کر اسکے ہر لفظ کو صحیح تسلیم کیا جاوے۔ ہاں کتاب اللہ ایک ایسی کتاب ہے جو ہر ایک مسلمان پر بلا تنقید حجت ہو سکتی ہے۔ لہذا ان سنیوں کی سب مکاریوں و غداریوں سے شیعیان جناب امیر کو ہوشیار رہنا چاہئیے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس رسالہ وجیزہ سے ایسے مومنین کو جن کو بڑی کتابوں کا ملنا دشوار یا اُن کی ورق گردانی کی تکلیف اور مطالعہ ناگوار رہے۔ انشاء اللہ ضرور فائدہ پہنچے گا کہ اُن کو ایک مختصر میں جملہ دستاویزات مخالفین کے مع جوابات جمع شدہ مل جائیں گے۔ نیز امید کرتا ہوں کہ اس کو پڑھکر بندہ عاصی کو دعاء خیر کی فراموش نہ فرمائیں گے۔

نوٹ قانون عمل بالحدیث اصول کافی صفحہ ۳۹ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اختلاف احادیث کے وقت عادل راویوں کی حدیث پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد متفق علیہ اور مشہور مذہب اہل بیتؑ پر عمل کرکے شاذ کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر ہر دو حدیثیں مشہور ہوں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے جو موافق ہو اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر اس کے بعد شک رہے یعنی موافقت دیکھنے کی طاقت نہ ہو یا دونو حدیثیں صفا بظاہر کتاب اللہ کے موافق معلوم ہوں تو جو موافق مذہب عامہ (اہل تسنن) کے ہو اُس پر عمل نہ کیا جائے بلکہ اُس کے خلاف میں رشد و ہدایت سمجھو۔ اور اگر دونوں قسم کی حدیثیں عامہ کے موافق ہوں۔ تو جو اُن کے مشہور مذہب کے مخالف ہو اُس میں ہدایت ہوگی۔ انتہٰے۔

اس قانون کو رسالہ ہذا میں ہر جگہ مدنظر رکھا جائیگا۔ ناظرین کو چاہئیے کہ جملہ احکام شرعیہ میں اس حدیث کو مدنظر رکھکر فرمودۂ امام عالی مقام پر عمل کرتے رہیں۔

خلافت و فضائل اصحاب ثلاثہ کے متعلق استدلالات

۱- طرز استدلال سُنی از کتب شیعہ حقیقت مذہب شیعہ حصۂ دوم صفحہ ۴ پر ہے کتاب نہج البلاغۃ جزو ۲ صفحہ ۸ سطر ۲ مطبوعہ مصر میں بایں طور خط حضرت علیؑ کا بنام امیر معاویہ کے مسطور ہے ومن کتب لہ علیہ السلام الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ الخ ترجمہ نیرنگ فصاحت شیعہ صفحہ ۲۷۹ فرمان امیر علیہ السلام کا معاویہ کو بیشک مجھ سے ایسی قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر و عمر و عثمان سے کی تھی۔ اور کسی امر خلافت پر بیعت کی ہے جس پر اشخاص مذکورہ کی وقوع میں آئی تھی۔ اب کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ راستہ اختیار کرے اور نہ شخص غائب کو اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اسکی

تردید کرے۔ الخ۔ پس خادم شریعت کہتا ہے کہ اب شیعان پاک ذرا انصاف و ایمان سے فرمائیں کہ کیا یہ خطبہ طیبہ سے ان کا ایماندار ہونا ثابت ہوا یا نہ؟ اور اُن کی حقہ خلافت سے انکار کرنے والا ایماندار ہوتا ہے یا کچھ اُور؟ بیان کرو۔ انتہےٰ بلفظہٖ۔ اسی طرح مجمع الادہاف وغیرہ کتب مناظرہ سنیہ میں ہے +

ابطال استدلال سُنّی از کتب شیعہ } اولاً جاننا چاہئے کہ نہج البلاغۃ کے اندر شیعہ و سُنّی دونوں فریقوں کی کتابوں سے جناب سید رضی اعلے اللہ مقامہٗ نے کلام امیر المومنین علی المرتضےٰؑ کو نقل کیا ہے۔ اسی واسطے یہ کتاب مسلّمہ و مشترکہ فریقین ہے۔ مگر اسی وجہ اشتراک سے محققین شیعہ کے نزدیک ہر لفظ اس کا بلا تنقید بر خلاف احادیث صحیحہ متواترہ مفصلہ مرویہ از ائمہ اہل بیتؑ ہم پر حجت نہیں ہو سکتا۔ جبتک اس کی تائید و توثیق باسناد احادیث امامیہ سے نہ ہو سکے۔ جناب سید رضی کو جو کلمات منسوب بجانب جناب امیر علیہ السلام متفرق طور پر سُنّیوں یا شیعہ کی کتب میں سے ملے ہیں اور ادبیہ فصاحت کے لحاظ سے اُن پر کلام جناب امیر علیہ السلام کا گمان ہو سکتا ہے اُن کو درج کتاب کر لیا ہے۔ چنانچہ نام کتاب نہج البلاغۃ اور وجہ تالیف مولف موصوف سے ظاہر ہے۔ داب مناظرہ میں کوئی شخص بلا تنقید و تائید اسانید اور خصوصًا احادیث مشہورہ امامیہ کے خلاف کسی عبارت نہج البلاغۃ سے شیعہ امامیہ پر حجت قائم نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قانون تنقید اسانید و تطبیق اخبار و ترجیح اہل تسنن کے نزدیک بھی مسلّم و مروّج ہے۔ شیعہ مذہب میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحاح ستہ یا صحاح اربعہ کا کوئی قانون کُلّی قابلِ تسلیم نہیں۔ ہاں جن خطب و مکاتیب نہج البلاغۃ سے شیعہ استدلال کرتے ہیں مثلاً خطبہ شقشقیہ اور کلام جناب امیر مازلت مدفوعاً عن حقی مستاثراً علیّ منذ قبض اللہ نبیہ وغیرہ۔ ان سب کو شیعہ باسانید کتب خود سے ثابت کر سکتے ہیں۔ بلکہ اُن کی تائید و تسلیم کتب اہل تسنن سے دکھا سکتے ہیں۔ لہذا

ان کو مسلّمہ فریقین سمجھنا چاہئے۔ باقی رہے وہ کلمات و خطوط نہج البلاغۃ جن سے اہل تسنن اپنے مدعا موہوم پر استدلال کرتے ہیں۔ جب تک وہ کتب امامیہ سے باسانید صحیحہ مسلّمہ نہ دکھلاویں ہمارے بر خلاف حجت نہیں ہو سکتے۔ خصوصًا وہ کلمات جو نہج البلاغۃ کے علاوہ شارحین نہج البلاغۃ نے کتب مخالفین سے ایضاح بیان و تشریح کلام کے خیال سے اپنی شروح میں بلا اسناد نقل کر دئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اس مضمون کی تائید تحریر سلطان العلماء مولانا سید محمد صاحب مولف کتاب بوارق موبقہ سے بھی ہوتی ہے۔ صاحب موصوف اپنی کتاب مذکور مطبوعہ لدھیانہ کے صفحہ ۴۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ادعائے اجماع امامیہ بر صحت و تواتر نہج البلاغہ دعوائے بلا دلیل و تحکم بحت است۔ کاش نام یک کتاب ہم از کتب امامیہ مے نوشت کہ در آں تواتر جمیع آنچہ در نہج البلاغہ مذکور است مرقوم مے بود۔ و آنچہ بعد تتبع معلوم گشتہ این است کہ اکثر خطب و کتب اُز کتب سیر و تواریخ اہل خلاف منقول شدہ۔ و فقرا تیکہ بلاغت و فصاحت آں زیادہ تر بود آں را منتخب ساختہ نقل نمودہ۔ انتہےٰ + اور اگر بالفرض نہج البلاغہ کو بتمامہ بلا تنقید صحیح بھی مان لیا جائے تو بلحاظ معانی صحیحہ بتطبیق احادیث مسلّمہ امامیہ بنظر انصاف و تحقیق اہل تسنن کا مدعا ہر گز قطعًا و حتمًا ثابت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہمارے رسالہ سے آئندہ صاف ظاہر ہو جائیگا +

تنبیہ } کتاب نہج البلاغہ کا مشترک مسلّم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ دیکھو جماعت سُنّیوں کی اس کے شارحین کے سلسلہ میں داخل ہے۔ باقی کسی مذہبی کتاب شیعہ کی بجز ایک تجرید محقق طوسی کے کسی عالم سُنی نے شرح نہیں لکھی۔ اور نہ کسی اور مذہبی کتاب شیعہ کا سنیوں نے اپنے مدارس میں رواج دیا ہے۔ اور نہ اُسے اپنے مطابع میں چھاپا ہے۔ مگر اس کتاب کو ہر دو طریقہ پر استعمال کیا ہے۔ سنیوں کی کتابوں سے نہج البلاغہ اور اُس کی شروح میں کلام منسوب بجناب امیرؑ منقول ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعینہ وہ کلمات

کتب سنیہ میں موجود ہیں جن کا دیگر کتب شیعہ میں نشان نہیں ملتا۔ اور بعض مقامات پر جناب سید رضیؒ جامع نہج البلاغہ اور شارحین نے سنیوں کے راویوں کا نام بھی بصراحت لکھدیا ہے۔ نمونہ کے لئے مذکورہ بالا خط مندرجہ نہج البلاغہ بالفاظہ معہ ابتدائیہ کلمات کے عقد الفرید کتاب سنی مولفہ علامہ ابن عبدربہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ میں موجود ہے۔ جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔ سلام علیک اما بعد فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی الذین بایعوا ابابکر وعمرؓ یہ ابتدائی حصہ خط کا مولف مجمع الاوصاف سنی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۳ پر بھی نقل کیا ہے۔ اور دوسرا نمونہ کلام سفارت ووکالت ہے جو جناب امیر علیہ السلام نے جمیع صحابہ کی طرف سے حضرت عثمان کے پاس ادا فرمایا۔ وہ بجنسہ مثل نہج البلاغہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۵۸ مطبوعہ مصر میں موجود ہے۔ اور تصریح نام رواۃ سنیہ کی مثال نہج البلاغہ مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۴۴ و صفحہ ۲۷۸ پر ملاحظہ ہو۔ جہاں واقدی اور ابن جریر طبری کے صریح نام لکھے ہیں۔ اور یہ ہر دو مشہور محدث و مورخ اہل تسنن کے ہیں۔ تائید میں طبری کی نسبت ملاحظہ ہو شیعہ کی کتاب رجال نجاشی صفحہ ۲۲۵ جس میں یہ الفاظ طبری کی نسبت درج ہیں۔ عامی لہ کتاب الرد الخ اور شارحین کی شروح ابن میثم و درہ نجفیہ وغیرہ دیکھنے سے بھی اس امر کی تسلی ہو سکتی ہے۔

اس خط کا تحقیقی جواب } اس خط کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ جس طرح ہم مخالفین پر کسی مدعا کی حجت قائم کرنے کے وقت کہتے ہیں کہ یہ حدیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اور صحیحین کی حدیث متفق علیہ دوسری کتب حدیث کی حدیثوں پر مرجح و مقدم ہوتی ہے۔ لہذا اسپر عمل لازم و واجب ہے۔ اس تقریر و تحریر سے کوئی اہل بصیرت ہمارا اعتقادی

کلام نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ مسلمات خصم پیش کرنے سے اتمام حجت سمجھا جائیگا اسی طرح جناب امیر علیہ السلام نے اپنے مشہور و معروف دشمن معاویہ کی طرف جو خطوط لکھے ان میں آپ نے معاویہ پر ہر طرح کے فضائل اور استحقاق کے ثبوت پیش کیئے جن کا اقرار وانکار ہوتا رہا۔ مگر بیعت جناب امیر سے پہلوتہی کی غرض سے ہمیشہ معاویہ ایک نہ ایک حیلہ تلاش کرتا رہا۔ آخر جناب امیر علیہ السلام نے وہ الزامیہ دلائل اپنے امام برحق ہونے کے ثبوت میں پیش کیئے۔ جو فقط معاویہ اور اس کے معاونین کے مسلم تھے جن سے وہ اپنے مزعوم و موہوم اماموں کی حقیت قرار دیتے تھے۔ آپ نے یہ ثابت کردکھایا کہ تمہارے قوانین مسلمہ معتقدہ کے اعتبار سے بھی ہم خلیفہ برحق و امام حق مطابق رضائے قادر مطلق ہیں۔ لہذا تمہارے اوپر ہماری بیعت لازم ہوچکی ہے۔ اور تم کو انکار کی کچھ بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔ چنانچہ ابتدائی حصہ خط منقولہ عقد الفرید و مجمع الاوصاف سے ظاہر ہے یہ نہیں فرمایا کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے بلکہ داب مناظرہ و استدلال برخلاف مخالف کے طور پر یہ خط تحریر فرمایا پس اس سے کسی طرح برخلاف احادیث مشہورہ امامیہ خلافت ثلاثہ کی حقانیت یا ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

(ب) ذیل کے خط سے بھی ایسے فتنہ و فساد کے زمانہ میں ایسے ہی طرز کا کلام قرین عقل و فراست معلوم ہوتا ہے جس سے فتنہ و فساد فرو ہوسکے۔ اور جہاں دفع شر مقصود ہو وہاں بطریق توریہ اس سے زیادہ صاف الفاظ میں برخلاف اعتقاد خود موافق حال مخاطب کلام کرنا روا ہے۔ دیکھو کتاب فلک النجاۃ جلد دوم فصل تقیہ و توریہ۔ نیز دیکھو خط مندرجہ طرز استدلال نمبر ۲

(ج) جن احادیث و خطبات و مکتوبات کے ساتھ تطبیق خطوط و کلمات

ہجوشیفہ کا ضروری ہے۔ اُن سے مشتے نمونہ از خروار آئندہ اسی رسالہ میں درج ہوگا۔ اُن سے اس خط کی تطبیق اسی طرح ہوسکتی ہے جس طرح ہم نے اوپر لکھا ہے۔ دیکھو طرز استدلال نمبرہ خصوصًا ملاحظہ ہو روضہ کافی صفحہ ۱۲۷ و جواب کافی صفحہ ۲۶۵ +

طرز استدلال نمبر۲ کتاب بدر الدجےٰ صفحہ ۳ میں ہے شارحین نہج البلاغہ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے حق میں یہ عبارت نقل کی ہے لعمری ان مکانہما من الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجروح فی الاسلام شدید رحمہما اللہ وجزاہما اللہ باحسن ما عملا دیکھو حضرت علیؑ دونوں صاحبوں کا مرتبہ اسلام میں بڑا بتلاتے ہیں۔ حاشیہ بدر الدجےٰ صفحہ ۳ پر لکھا ہے ابن میثم کی شرح سے یہ عبارت منقول ہے وذکرت ان اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدھم بہ فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما فی الاسلام لجرح شدید۔ انتہی + اسی طرح تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۱۹۷ و مجمع الاوصاف صفحہ ۱۷۵ میں بتغیر بعض الفاظ یہ عبارت منقول ہے +

ابطال استدلال جناب امیر علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان جس خط و کتابت کے ضمن میں یہ خط مذکور ہے سب کو ہم تسہیل تفہیم کے لئے کتب فریقین سے نقل کر دیتے ہیں +

نقل خط معاویہ بن ابی سفیان بطرف جناب امیر علیہ السلام

سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو اما بعد

فان اللہ اصطفی محمدا بعلمہ وجعلہ الامین علی وحیہ والرسول الی خلقہ واجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہ بہم فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام فکان افضلہم فی الاسلام وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ من بعدہ وخلیفتہ وخلیفۃ الخلیفۃ من بعدہ خلیفتہ والثالث الخلیفۃ عثمان المظلوم فکلہم حسدت وعلی کلہم بغیت عرفنا فی نظرک الشزر وقولک الھجر وفی نفسک الصعداء وابطائک عن الخلفاء وفی کل ذلک تقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتی تبایع وانت کارہ ثم لم تکن لاحد منہم اشد حسدا منک لابن عمک عثمان وکان احقہ ان لا تفعل ذلک بہ قرابتہ وصہرہ فقطعت رحمہ وقبحت محاسنہ والبت علیہ الناس وبطنت وظہرت حتی ضربت علیہ اباط الابل وقیدت الیہ الخیل العتاق وحمل علیہ السلاح فی حرم رسول اللہ صلعم فقتل معک فی المحلۃ وانت تسمع فی دارہ الہائعۃ لا تردع عن نفسک فیہ بقول ولا فعل واقسم قسما صادقا لو قمت فیما کان من امرہ مقاما واحدا تنہنہ الناس عنہ ما عدل بک من قبلنا من الناس احد الخ دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سنی مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۴۰۸ و ۴۰۷ و عقد الفرید ابن عبدربہ سنی مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۰۷ و شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی شیعہ +

ترجمہ: تم پر سلام ہو میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اس کے بعد تحقیق اللہ تعالیٰ نے جناب محمد صلعم کو علم کے لئے چن لیا۔ اور اُس کو اپنی وحی پر امین مقرر فرمایا اور خلقت کی طرف اُس کو رسول مقرر کر کے بھیجا۔ اور اُس کے لئے مسلمانوں میں سے مددگار چن لئے جن کے ذریعہ اُسکو طاقت بخشی۔ پس وہ مسلمان اپنے اسلامی مدارج میں رسول صلعم کے پاس صاحب فضیلت

تھے۔ جن میں سے اسلام میں افضل اور ناصح تر خدا اور رسول کے لئے نبی صلعم کے بعد اُس کا خلیفہ (ابوبکر) تھا۔ اور اُس کے بعد خلیفہ کا خلیفہ (عمر) تھا۔ پھر اس کے بعد تیسرا خلیفہ عثمان مظلوم تھا (عقدالفرید میں مظلوم کا لفظ نہیں ہے) ان سب پر تم (علیؑ) نے حسد کیا اور سب پر تم نے بغاوت کی۔ اور ہم نے تیری نظر میں سختی اور شوخی اور تیری آنکھوں میں سُرخی اور غصّہ دیکھا۔ اور تیری باتوں میں بیہودہ پن اور تیرے سانس میں دم کشی اور بیعت ان خلفاء سے تیری پہلو تہی کو معلوم کیا۔ ان سب مقامات پر تجھے اس طرح کھینچکر لایا گیا جیساکہ باردار اونٹ کو نکیل (مہار) سے کھینچا جاتا ہے۔ اس لئے تاکہ تو بیعت کرے۔ حالانکہ تو اس بیعت کو ناپسند کرتا رہا۔ پھر سب سے زیادہ حسد تم نے اپنے چچازاد بھائی عثمان پر کیا۔ حالانکہ وہ اس لائق نہ تھا بلکہ بلحاظ قرابت اور دامادی اُس کے تو اُسکے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ پس تو نے اُس سے قطع رحمی کی اور اُس کی نیکیوں کو بھی بُرا سمجھا اور اُس پر تم نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور اس بارہ میں تم نے اندرونی و بیرونی چالوں سے کام لیا۔ حتیٰ کہ اُس پر اونٹوں اور گھوڑوں کے سوار جمع کئے گئے۔ اور حرم رسول اللہ صلعم میں اُس پر ہتھیار اُٹھائے گئے۔ اور تیرے ہوتے ہی تیرے محلہ میں وہ قتل کیا گیا۔ اور تو اُس کے گھر سے چیخ و پکار کی آوازیں سنتا رہا اور نہ اپنی طرف سے تم نے کسی قول یا فعل سے مدافعت نہ کی۔ میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو اُس وقت اکیلا کھڑا ہو جاتا تو لوگ اُس سے دُور ہو جاتے تیرے ساتھ کوئی بھی ہم میں سے برابری نہیں کر سکتا ✣

جواب خط معاویہ کا منجانب امیرالمومنین علی علیہ السلام

امابعد فان اخاخولان قدم علیّ بکتاب منک تذکر فیہ محمدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (الیٰ ان قال) وذکرت ان اجتبیٰ لہ من المسلمین

اعوانا ایدہ بھم فکانوا فی منازلھم عندہ علیٰ قدر فضائلھم فی الاسلام فکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق (صدیق کا لفظ شرح ابن ابی الحدید وعقدالفرید میں نہیں ہے) وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق (فاروق کا لفظ شرح ابن ابی الحدید وعقدالفرید میں نہیں ہے) ولعمری ان مکانھما (عقدالفرید میں ان کان مکانھما لکھا ہے) فی الاسلام لعظیم (عقدالفرید میں لعظیماً ہے) وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھما باحسن ما عملا غیر انک ذکرت امرا ان تم اعتزلک کلہ وان نقص لم یلحقک ثلمہ وما انت والصدیق من صدق بحقنا وابطل باطل عدونا وما انت والفاروق فالفاروق من فرق بیننا وبین اعدائنا وذکرت ان عثمان کان فی الفضل ثالثا فان یک عثمان محسنا (ابن ابی الحدید کی شرح اور عقدالفرید میں اس کے بعد یہ الفاظ ہیں فسیجزیہ اللہ باحسانہ وان یک مسیئا) فسیلقیٰ ربا غفورا لا یتعاظمہ ذنب یغفرہ ولعمری انی لارجوا اذا اعطا اللہ الناس علیٰ قدر فضائلھم فی الاسلام ونصیحتھم للہ ولرسولہ ان یکون نصیبنا فی ذلک الاوفر ان محمدا صلعم لما دعی الی الایمان باللہ والتوحید کنا اھل البیت اول من امن وصدق ما جاء بہ فلبثنا احوالا محرمۃ ما یعبد اللہ فی ربع ساکن من العرب غیرنا (عقدالفرید میں یہ عبارت اس طرح ہے) ولعمری انی لارجو اذا اعطی اللہ الاسلام ان یکون سھمنا اھل البیت اوفر نصیب وایم اللہ ما رایت ولا سمعت باحد کان انصح للہ فی طاعۃ اللہ و رسولہ ولا انصح لرسول اللہ فی طاعۃ اللہ ولا اصبر علی البلاء والاذی فی مواطن الخوف من ھؤلاء النفر من اھل بیتہ الذین الخ دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن میثم شیعہ بحرانی بذیل شرح کلام فاراد قومنا قتل نبینا و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سُنی مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۴۰۷ و ۴۰۸ و عقدالفرید ابن عبدربہ سنی جلد ۳ صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸

(ب) خط مرقومۂ بالا کا آخری حصہ یہ ہے وذکرت ابطائی عن الخلفاء وحسدی ایاھم والبغی علیھم فاما البغی فمعاذ اللہ ان یکون واما الکراھۃ لھم فواللہ ما اعتذر للناس من ذلک الخ دیکھو عقد الفرید کتاب سنی جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ مصر سطر ۱۷ و ۱۸۔

ترجمہ۔ اما بعد تحقیق خولان کا بھائی میرے پاس تیرا خط لایا ہے جس میں تم نے جناب محمد صلعم کا ذکر کیا ہے (تا اینکہ لکھا) اور تو نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے رسول خدا صلعم کے واسطے خدا نے مددگار چن لئے جن کے ساتھ آنحضرت صلعم کو خدا نے قوت دی۔ وہ اپنے مدارج اسلامی میں نبی صلعم کے پاس صاحب فضیلت تھے۔ اور تیرے گمان کے مطابق اسلام میں افضل۔ اور خدا اور رسول کے لئے زیادہ نصیحت کرنے والا خلیفہ صدیق ہے اور اس کے بعد خلیفہ کا خلیفہ فاروق ہے مجھے اپنی عمر کی قسم اگر ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بڑا ہے اور ان دونوں کے سبب سے اسلام میں زخم شدید پہنچا ہے تو خدا ان پر رحم کرے اور اُن کے جو اچھے عمل ہوں اُن کی اُن کو جزا دے۔ مگر تو نے ایسے امر کا ذکر کیا ہے کہ اگر یہ پورا بھی ہو (یعنی ابوبکر و عمر افضل اور ناصح اور مستحق جزا و رحمت ہوں۔ یہی شک اور شرط شیخین کی فضیلت کو رد کرتے ہیں) تو تم سے یہ سب امور دُور ہیں یعنی تجھکو ان سے کچھ فائدہ نہیں ملتا۔ اور اگر یہ سب امور غلط ہیں (شرط پر غور رہے) تو تجھے اس کا کوئی نقصان نہیں (من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیھا) اور تم کیا جانو صدیق کون ہوتا ہے صدیق وہ ہے جو ہمارے حق کی تصدیق کرے۔ اور ہمارے دشمن کے جھوٹے دعاوی کو جھوٹا سمجھے (اس سے خلیفہ اول پر اعتراض فرمایا) اور تم کیا جانو کہ فاروق کون ہوتا ہے۔ فاروق وہ ہے جو ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان فرق

سمجھے (اس سے خلیفہ ثانی پر اعتراض فرمایا) اور تم نے خلیفہ ثالث کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ پس اگر وہ نیک تھا (شرط زیر نظر رہے) پس خدا اُس کو اُس کے اعمال کی جزا دیگا۔ اور اگر وہ بُرا تھا (شرط کو دیکھئے) تو نعوذ اللہ تعالیٰ بخشش کرنیوالے کے پاس جائیگا جو چاہے تو اُس کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں بخشدے (اس کلام جناب امیر علیہ السلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک اصحاب ثلاثہ عشرہ بشرہ سے نہ تھے یعنی وہ حدیث جھوٹی ہے۔ ورنہ بصورت اُن کے قطعی بہشتی ہونے کے یہ شرائط ذکر نہ فرماتے) یاد رکھو مجھے اپنی عمر کی قسم ہمیں امید واثق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام میں فضائل و نصیحت خدا و رسول کے لئے کوئی انعام دے تو ہم اہلبیت کا حصہ سب سے زیادہ ہے (اس سے خلیفہ اول کی بلکہ ہر سہ خلفاء کی مشہور ترتیب افضلیت کی تردید فرمائی) جناب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب ایمان و توحید خدا کے لئے دعوت دی تو سب سے اول، ہم اہل بیت ہی ہیں جنہوں نے آپ کی تصدیق کی اور ایمان لائے پس کچھ زمانہ ہمارے بغیر ربع مسکون زمین پر کوئی عبادت خدا کرنے والا نہ تھا۔ (پھر جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں) خدا کی قسم تم نے کسی کو نہ دیکھا نہ سنا ہو گا کہ ان اہل بیت سے زیادہ خدا و رسول کی راہ میں ناصح اور مقامات خوف میں تکالیف و مصائب پر زیادہ صابر ہوں۔

(ب) پھر فرمایا جو تو میرا خلفاء ثلاثہ کو مکروہ و ناپسند سمجھنے اور اُن سے پہلو تہی کرنے اور اُن پر حسد کرنے اور بغاوت کرنے کا ذکر کرتا ہے۔ پس بغاوت تو خدا پناہ دے ہرگز نہیں ہوئی۔ لیکن اُن کو ناپسند سمجھنا یا اُن سے کراہت کرنا تو خدا کی قسم اس کے لئے میں لوگوں کے سامنے کوئی عذر پیش کرنا نہیں چاہتا (یعنی یہ صحیح ہے)

یہ خط و کتابت کیسے زمانہ میں ہوئی؟	جاننا چاہئے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام پر بعد وفات سرور کائنات جو جو مظالم ہر زمانہ میں ہوتے رہے

اور جن کٹھن منزلوں کو اُنہیں طے کرنا پڑا وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ ساری دنیا کے لوگ سوا چند افراد کے بجائے اس کے کہ مطابق فرمان سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلبیت کی متابعت واطاعت کرتے ان کی مخالفت واستیصال کے درپے ہو گئے۔ مگر فی الحقیقت اس سے ائمہ اہلبیت کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام کی نافرمان امتوں کی نافرمانی سے اُن کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ فیاض سے فیض حاصل نہ کرنے والوں کا قصور سمجھا جاتا ہے جنہوں نے معاد دنیا کو نجات اخروی سے مقدم سمجھ کر مصدر فیوض سے کنارہ اختیار کئے رکھا چنانچہ سید المرسلین وخاتم النبیین ورحمۃ للعالمین سے جنہوں نے فیض نہ پایا اور رحمت الٰہی سے محروم رہے تو یہ اُن لوگوں کا قصور ہے نہ رحمۃ للعالمین کا۔ اسی طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ظاہری خلافت کے زمانہ میں امت محمدیہ نے جو شور وشغب۔ عناد وفساد۔ جنگ وجدال کھڑا کیا کسی سے مخفی نہیں۔ آپ کے ساتھ بیعت ہو جانے کے بعد اوّل اوّل عشرہ مبشرہ کے دو مشہور فردوں حضرت طلحہ وحضرت زبیر نے مخالفت ونکث بیعت کی ٹھان لی۔ اور ام المومنین بی بی عائشہ صاحبہ کو جا ابھارا۔ بی بی صاحبہ اور دو مشہور صحابیوں کا بیعت توڑ کر مخالف ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی بلکہ عوام کے لئے اس امر کی قوی دلیل تھی کہ حضرت امیر علیہ السلام کی مخالفت ہی میں فائدہ ہے۔

ایک بڑی جماعت مسلمانوں کی ان باغیوں کے ہمراہ ہو گئی اور خلیفہ ثالث کے قتل کے قصاص کا بہانہ پیدا کر کے جنگ چھیڑ دی۔ اور اسی واقعہ قتل حضرت عثمان کے ذریعہ پہلے دو خلیفوں کی نسبت بھی جناب امیر علیہ السلام کی جانب سے بدظنی پھیلائی گئی۔ غرضیکہ ہر طرح سے لوگ مخالفت اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔

جناب امیر علیہ السلام ہی کا کام تھا کہ اُس وقت بڑی حکمت ودانشمندی سے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ رکھا۔ اس جنگ جمل کا خاتمہ ہوتے ہی حضرت علیؑ کے قدیمی دشمن معاویہ صاحب سے جو تاک لگائے بیٹھے تھے۔ کہ کوئی جماعت مخالف جناب امیر کی پیدا ہو جائے ایک جماعت اہل اسلام کو اسی قصاص حضرت عثمان کا بہانہ پیش کر کے جناب امیر سے لڑنے پر آمادہ کر لیا۔ اور یہ بھی جتلایا جاتا رہا کہ جناب امیر المومنین علیؑ تینوں سابق خلفاء پر حسد کرتے رہے ہیں۔ پہلے موقعہ نہیں پایا اب تیسری دفعہ موقعہ پا کر خلیفہ ثالث کو قتل کرا دیا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام ہر چند قتل عثمان سے بریت ظاہر فرماتے رہے۔ مگر معاویہ کے ہاں کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اور ہر لحظہ گوناگون مکر وفریب سے اُس نے لوگوں کو بھڑکا کر بغاوت پر تیار کر لیا۔

معاویہ مکر سے حضرت علیؑ کا دلی اعتقاد لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا تھا

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید سُنی شارح نہج البلاغہ نے جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ مصر میں ذیل شرح کلام امیر المومنین اقاد کما یقاد الجمل المخشوش اس طرح لکھا ہے کہ یہ کلام امیر المومنین سے ثابت ہے اور میں نے نقیب ابی جعفر یحییٰ بن ابی زید سے پوچھا کہ حضرت علیؑ کا کیا اعتقاد تھا۔ اُس نے مجھ سے یہی کلام اقاد کما یقاد الخ لکھوایا۔ پھر نقیب نے کہا معاویہ کی چال تھی کہ جناب امیر علیہ السلام سے بذریعہ خط وکتابت تحریک کر کے اُن کے دل کا حال ظاہر کرانا چاہتا تھا جو آپ ابوبکر وعمر کی نسبت (غصب حق کا) اعتقاد رکھتے تھے۔ تاکہ اُن کا مافی الضمیر ظاہر ہو جانے پر اُس کو شامیوں کے سامنے پیش کر کے لوگوں کو جناب امیر کے برخلاف اشتعال دینے کا مصالحہ تیار ہو انتہے ملخصاً۔ لوگوں کے دلوں پر عرصہ سے اصحاب ثلاثہ کی محبت جما دی گئی تھی پھر تو اُن کے برخلاف ذرا سی کوئی بات جو بھی ثلاثہ کے مخالف بیساختہ لوگ ٹوٹ پڑتے تھے کہ ایسے حضرات کے برخلاف کچھ کہنے والا واجب القتل ہے جیسا کہ آج کل کے

زمانہ میں صحیح واقعات ثلاثہ کے بیان کرنے پر باوجود آزادی والعہد عہد سنی صاحبان شیعوں کے برخلاف بھڑک اٹھتے ہیں۔ پس ویسے زمانہ اور ویسے حالات میں معاویہ صاحب نے مذکورہ بالا خط تحریر کیا جس سے مفصلہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

نتائج خطِ معاویہ (۱) اس خط و کتابت مابین جناب امیر علیہ السلام و معاویہ کے زیادہ تر راوی سنی ہیں۔ اور انہی کی کتب سے منقول ہے۔ اگرچہ معمولی الفاظ کا روایات میں فرق ہو مگر مضمون و مقصود واحد ہے +

(۲) بہ قانون مسلّم اہلِ سنن الصحابۃ کلھم عدول معاویہ صاحب صحابی رسول مقبول صلعم عادل گواہ ہیں۔ خط مرقومہ بالا میں اُن کی حتمی شہادت واقعہ موجود ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو خلافت ثلاثہ سخت ناگوار معلوم ہوتی رہی۔ اور آپ اُسے نہایت کراہت اور غضب وغصہ کی نظر سے دیکھتے رہے +

(۳) ثلاثہ کی بیعت سے حضرت امیرؑ پہلو تہی فرماتے رہے۔ اور اگر بالفرض جناب نے ثلاثہ کی بیعت کی بھی ہو تو یہ بیعت ایسے جبر واکراہ سے کرائی گئی جیسے باردار اونٹ کو مہار سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ یہ بیعت بطیب خاطر و تصدیق حقانیت خلافت ثلاثہ نہیں ہوئی +

(۴) جو کتب عقائد سنیہ میں یہ الفاظ مروج ہیں افضل الناس بعد النبی ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ان الفاظ کی بنیاد سب سے اوّل معاویہ صاحب نے رکھی ہے۔ جس پر معاویہ خیل آج تک پابند ہیں +

نتائج خط جناب امیرؑ (۱) معاویہ کے خط کے جواب میں جناب امیرؑ کو ایسی دانشمندی و فراست سے جواب دینے کی ضرورت تھی۔ جس سے معاویہ کی وہ غرض پوری نہ ہو سکے جس کے لئے وہ بار بار خلیفہ اوّل و ثانی کا ذکر چھیڑ دیتا تھا۔ اور لوگوں کو بھڑکانے کا موقعہ تلاش کرتا تھا +

(۲) جناب امیر علیہ السلام نے ترتیب مشہور پر افضلیت خلفاء ثلاثہ کو تسلیم نہیں فرمایا۔ بلکہ معاویہ کی مزعومہ معتقدہ فضیلت قرار دی ہے۔ اور نرم الفاظ میں ساتھ ہی اُس کی تردید فرما دی ہے +

(۳) جناب امیر علیہ السلام لقب صدیق و فاروق خلیفہ اوّل و ثانی کے لئے معاویہ کا مزعومہ خیال سمجھتے تھے۔ آپ نے خط مرقومہ بالا میں اس خیال کی بدلائل تردید فرما دی ہے اس طرح کہ سب سے اوّل نبی صلعم کی تصدیق کرنے والے ہم اہلبیت ہیں۔ اور جو شخص اہلبیت رسالت کے حقوق کی نگہداشت نہ کرے۔ اور اُن کے دشمنوں سے بیزاری اختیار نہ کرے وہ صدیق اور فاروق نہیں ہو سکتا +

(۴) جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک شیخین کا اسلام میں درجہ بڑا ہونا یا اُن کا قابل رحمت الٰہی یا مستحق جزا ہونا مسلّم نہیں۔ بلکہ مشکوک و مشروط ہے یا اس کا معنے یہ ہے کہ دونوں کا مرتبہ بلحاظ مسلمانوں کے بادشاہ ہونے کے عوام اہل اسلام میں بڑا ہے۔ اُن کے دلوں میں دونوں کی وقعت و قدر ہے نہ یہ کہ خدا کے نزدیک۔ اور اُن کے وجود سے اسلام میں زخم پہنچا اُن کی تعریف و مدح نہیں ہے۔ بلکہ ہجو ملیح ہے۔ اس سے زیادہ صحیح ہجو لکھنے پر معاویہ کا مطلب شامیوں کا پہلے سے زیادہ بھڑک جانے کا پورا ہوتا تھا۔ حالانکہ اُس وقت مطلوب فتنہ و فساد کا دور کرنا تھا +

(۵) جناب امیر علیہ السلام کا تمام صحابہ پر افضل ہونا اس خط سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ کہ آپ اس کے مدعی تھے +

(۶) جناب امیرؑ کے خط میں اِن شرطیہ عقد الفرید ابن عبد ربہ سنی میں اور اصل نہج البلاغہ کے دوسرے خط مندرجہ ذیل میں موجود ہے جس کا مطلب صاف نکلتا ہے کہ اگر وہ دونوں ابوبکر و عمر ایسے ایسے تھے تو خدا اُن پر رحم کرے۔ اور اگر

وہ اپنا کوئی اچھا عمل رکھتے تھے تو خدا اُس کی اُنہیں جزاء دے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ ایسے ایسے نہ تھے تو رحمت کے مستحق اور کوئی اچھا عمل نہ رکھتے تھے۔ تو اس کی جزا کے حقدار نہ تھے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اسلام کو ان سے زخم پہنچا ہے اس سے مخاطب لوگوں نے سمجھا کہ ان کی وفات سے نقصان پہنچا ہے۔ اور بلحاظ سیاق و سباق اس خط اور باقی مکاتیب و احادیث حضرت امیرؑ کے آپکی مراد اس سے یہ تھی کہ ان ہر دو کے وجود سے اسلام کو زخم اور نقصان پہنچا ہے۔

(ب) مکتوب ثانی جناب امیرؑ جو مکتوب مذکورہ بالا کا مؤید و مبین بلکہ اُسی کا حصہ ہے جو نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰ مطبوعہ ایران میں موجود ہے۔ اس خط کے سرنامہ پر سید رضیؒ تحریر فرماتے ہیں ھو من محاسن الکتب یعنی یہ خطوط میں سے خوب تر خط ہے وزعمت ان افضل الناس فی الاسلام فلان و فلان فذکرت امرا ان تم اعتزلک کلہ وان نقص لم یلحقک ثلمہ وما انت والفاضل و المفضول والسائس والمسوس وما للطلقاء والتمییز بین المہاجرین الاولین وترتیب درجاتھم وتعریف طبقاتھم (ثم قال) ومنا النبی ومنکم المکذب ومنا اسد اللہ ومنکم اسد الاحلاف ومنا سیدا شباب اھل الجنۃ و منکم صبیۃ النار ومنا خیر نساء العالمین ومنکم حمالۃ الحطب (ثم قال) فنحن مرۃ اولی بالقرابۃ وتارۃ اولی بالطاعۃ (ثم قال) وزعمت انی لکل الخلفاء حسدت وعلی کلھم بغیت فان یکن ذالک کذالک فلیس الجنایۃ علیک الخ (ثم قال) وقلت انی کنت اقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتے ابایع ولعمر اللہ لقد اردت ان تذم فمدحت وان تفضح فافتضحت وما علی المسلم من غضاضۃ فی ان یکون مظلوما لم یکن شاکا فی دینہ ولا مرتابا بیقینہ وھذہ حجتی الی غیرک قصدھا ولکنی اطلقت لک منہا بقدر ما سنح من ذکرھا۔

ترجمہ۔ اے معاویہ تم نے گمان کر رکھا ہے کہ افضل الناس اسلام میں فلان اور فلان (ابوبکر و عمر) ہیں۔ پس تو نے ایک ایسے امر کا ذکر کیا ہے کہ اگر وہ تمام صحیح ہو تو تمہیں اس سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر یہ غلط ہے تو اسمیں رخنہ پڑ جانے سے تیرا کوئی نقصان نہیں۔ تجھے فاضل اور مفضول اور حاکم و محکوم کی بحث سے کیا تعلق ہے۔ طلقا (قید سے آزاد ہونے والوں) کو کیا حق ہے کہ وہ مہاجرین اولین کے درمیان سلسلہ تمیز قائم کریں۔ اور اُن کے درجات کو ترتیب دیں یا اُنکے طبقات مختلفہ کی شناسائی کے مدعی ہوں۔ اور ہم میں سے نبی صلعم ہیں۔ تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔ ہم میں سے شیر خدا ہیں۔ تم میں سے مخالفوں حلیفوں کے شیر ہیں۔ (ابوسفیان پدر معاویہ نے احزاب سے قسمیہ وعدہ کیا تھا کہ وہ رسول خدا صلعم سے جنگ قائم رکھیگا۔ اس لئے اُس کو اسد الاحلاف کہا جاتا تھا) اور ہم میں سے دو سردار جوانان بہشت ہیں۔ تم میں سے دوزخی لڑکی۔ بہترین نساء عالم ہم میں سے (حضرت فاطمہؑ) اور حمالۃ الحطب تم میں سے ہے (اور فرمایا) پس قرابت کے لحاظ سے سمجھو تو ہم جناب رسول اللہ صلعم کے سب سے زیادہ قریبی ہیں۔ اور اطاعت خدا و رسول کے اعتبار سے سمجھو تو بھی ہم دوسروں سے اولیٰ ہیں (پھر فرمایا) تیرا گمان ہے کہ میں نے پہلے خلفاء پر حسد کیا اور سب پر بغاوت کی۔ اگر اسی طرح بھی ہے تو تجھ سے اس کی باز پرس نہ ہوگی (پھر فرمایا) تو جو کہتا ہے کہ مجھے بیعت خلفاء کے لئے اس طرح کھینچکر لایا گیا جیسے باردار اونٹ کو نکیل ڈالکر کھینچا جاتا ہے۔ خدا کی قسم اس سے تم نے میری مذمت کا ارادہ کیا۔ مگر درحقیقت تم نے میری تعریف کی ہے (اور تعریف وہی ہے جس کی شہادت دشمن بھی دے اُٹھے) اور تم نے ارادہ کیا کہ مجھے رسوا کرے۔ مگر اس سے تو خود رسوا ہوا (اس لئے کہ تم نے ثمانہ کی حمایت و معاونت میں ہم سے یہ برتاؤ کیا) کیونکہ مسلمان کی اس میں کوئی ذلت نہیں کہ وہ مظلوم ہو جب تک کہ وہ

اپنے دین میں شک کرنے والا نہ ہو (بلکہ مذمت و شکایت و ہلاکت سب ظالم کی ہوتی ہے ان کلمات سے جناب امیرؑ نے صاف طور پر بیان فرما دیا ہے کہ حضرات ثلاثہ اور اُن کے حامی ان بیعت لینے میں ظالم اور جناب امیرؑ مظلوم تھے۔ اس کے بعد فرمایا) اس حجت سے میرا اشارہ تیرے سوا اوروں کی طرف ہے (جو تو جانتا ہے یعنی ثلاثہ) لیکن اس قصہ کا جس قدر ذکر چلا ہے میں نے بھی حسب ضرورت تیرے لئے ذکر کر دیا ہے۔

نتیجہ:۔ اس خط سے وہی نتائج پیدا ہوئے ہیں جو اوپر کے خط میں مذکور ہوئے ہیں۔ علاوہ بریں اس خط سے مذاق خطوط جناب امیر علیہ السلام اور اُنکے اعتقادات بحق ثلاثہ کا مبصرین کو پتہ چل سکتا ہے۔

طرز استدلال نمبر ۳ } کتاب نہج البلاغہ مصری صفحہ ۳۲۵ میں ہے ومن کلام له علیه السلام لعمر بن الخطاب وقد استشاره فی غزوة الفارس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذلانه بکثرة الخ

(ب) قد شاوره عمر فی الخروج الی غزوة الروم بنفسه الخ (نہج البلاغہ صفحہ ۳۰۹ ۲۱۰)

شیعہ صاحبان انصاف سے جواب دیں۔ اور ان کے کامل ایماندار ہونے کا یقین کریں۔ دیکھو حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۰ و ۲۱ و تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۱۶

ابطال استدلال } جنگ فارس اور روم میں جناب امیر علیہ السلام کا حضرت عمر کو مشورہ دینا نہج البلاغہ میں اس طرح مرقوم ہے کہ جناب امیر نے فرمایا دین اسلام کی نصرت اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے اور مخالفین کو خود نہیں روک سکتے تھے اُس وقت بھی اُسی پروردگار عالم نے مدد دی اور وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرتا۔ وہی حامی ہے اے عمر تم خود دشمن کے مقابلہ میں گئے تو مصیبت اور حادثہ میں پڑو گے۔ پھر (جب بادشاہ مفرور اور

مغلوب ہوگا) اس دُور و دراز مسافت میں مسلمانوں کے لئے شر دشمن کے وقت کوئی مرجع یعنی بازگشت کی جگہ نہ رہے گی۔ اور فوج تتر بتر ہو جائیگی۔ اس لئے دشمنوں کے مقابلہ میں کسی تجربہ کار جنگ آزما کو بھیجدو (معلوم ہوا خلیفہ صاحب خود بدولت جنگ آزما نہ تھے) اگر فتح ہوئی تو بہتر ورنہ مسلمانوں کے لئے تم اُنکے پیچھے اطمینان قلب اور مدد بھیجنے کے لئے جائے پناہ رہو گے۔ یعنی اس طرح نظام سلطنت قائم رہنے سے مسلمانوں کا رعب قائم رہیگا۔ اور بصورت دیگر نئی سلطنت قائم ہونے تک خلل اور تزلزل پیدا ہوگا۔ جو اثنار جنگ میں نہایت مضر ثابت ہوگا (خلاصہ ترجمہ نہج البلاغہ)

(ب) جناب امیرؑ نے یہ فرمایا کہ خلیفہ ثانی بذاتِ خود جنگ میں تشریف نہ لیجائیں کیونکہ زمانہ نبی صلعم میں خلیفہ صاحب کی جنگ اُحد و جنگ حنین و جنگ خیبر وغیرہ میں چند بار آزمائش ہو چکی تھی۔ ہر دفعہ وہ بھاگ جاتے رہے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی وہ بزدل کرتے رہے۔ دیکھو فلک النجاۃ بیان فرار خلفاء ثلاثہ جلد ا صفحہ ۵۳۴ و ۵۴۴۔ لہٰذا اُن کے اصالتاً جانے سے ہزیمت و شکست کی امید غالب تھی۔ جیت کا گمان تک نہ تھا۔ آپ نے اہل اسلام اور حوزۂ اسلام کی خیرخواہی اور حفاظت کے لئے فرمایا کہ تو جاکر اسلام کا ستیاناس کریگا مخالفین سے مغلوب ہوگا۔ اور دوسروں کو بددل کرے گا۔ اس سے دوسرے مسلمان بھی تمہارے پیچھے واپس ہو آئیں گے جس سے اسلامی سلطنت درہم برہم ہو جائیگی۔ اسلام کا خدا تعالیٰ مددگار ہے تیری مدد کا محتاج نہیں۔ یہ مشورہ کسی طرح حضرت عمر کی فضیلت پر دلالت نہیں کرتا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بصورت عداوت حضرت علی علیہ السلام ایسا مشورہ دیتے جس سے عمر صاحب راہی ملک عدم ہو جاتے اس لئے مردود ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام معاذ اللہ دغاباز نہیں تھے

دیکھو نہج البلاغہ صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ ایران جناب امیرؑ معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں واللہ ما معاویۃ بادھیٰ منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا کراھۃ الغدر لکنت من ادھی الناس ولکن کل غدرۃ فجرۃ وکل فجرۃ کفرۃ الخ ترجمہ خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں لیکن وہ مکر و فریب کرتا ہے۔ اور اگر میں فریب اور دغابازی کو ناپسند نہ کرتا تو میں بھی تم لوگوں سے زیادہ ہوشیار سمجھا جاتا۔ لیکن ہر دغابازی فسق وفجور اور کفران ہے۔

(ج) مشورہ دینے کے واسطے جناب رسول اکرم صلعم کا حکم ہے المستشار مؤتمن اور دوسری روایت میں ہے فاشار علیہ بغیر رشدہ او یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ دیکھو سنیوں کی کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ و ۱۶۵۔ باسانید کثیرہ۔ ترجمہ:- جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ غلط اور مضر مشورہ دینے سے ارتکاب خیانت در امانت لازم آتا ہے (جس سے معصوم ہر حالت میں مجتنب رہتا ہے)

(د) حاجی کربلائی جناب مرزا احمد علی صاحب لاہوری میزان المقال صفحہ ۴۰ میں فتح الباری شرح البخاری صفحہ ۲۱۴ سے نقل فرماتے ہیں التقیید بالمسلم للاغلب والا فالنصح للکفر معتبر بان یدعی الی الاسلام ویشار علیہ بالصواب اذا استشار یعنی مسلمان کو نیک مشورہ دینے کی قید باعتبار اکثر کے ہے ورنہ کافروں کو نصیحت کرنی اور دعوت اسلام دینی اور اگر وہ مشورہ لیں تو اچھا مشورہ دینا شریعت میں مشروع ہے۔ انتہی۔ اس کا مؤید حضرت یوسفؑ کا قصہ ہے جبکہ آپ نے کافر بادشاہ مصر کو نیک مشورہ دیا تھا جو قرآن کریم میں موجود ہے۔ پس جب کافروں کو نیک مشورہ دینا مشروع ہے۔ تو حضرت عمر جیسے مسلمان کو نیک مشورہ دینے میں کیا حرج تھا جس میں فی الحقیقت اہل اسلام کی خیرخواہی منظور تھی۔

طرز استدلال نمبر۴ کتاب نہج البلاغہ صفحہ ۳۰۳ مصری میں حضرت علیؑ سے بایں طور تعریف حضرت عثمان کی سطور ہے ما اعرف شیئاً تجھلہ ولا ادلک علی شیٔ لا تعرفہ انک لتعلم الخ شیعہ صاحبان ذرا انصاف سے جواب دیں کہ اس سے کس قدر فضیلت حضرت عثمان کی ظاہر ہوئی اور کس قدر تعلق رشتہ داری کا آنحضور علیہ السلام سے اُن کا ہوا۔ اور کیسے الفاظ سے حضرت ذوالنورین کی مساوات علم و رشتہ دامادی میں حضرت علیؑ کے ہوئی۔ دیکھو حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۶ و ۲۷ و بدر الدجیٰ صفحہ ۴۴ و دیگر کتب مناظرہ سنیہ۔

ابطال استدلال (ا) یہ سفارت نامہ کتب سنیوں سے منقول ہے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۵۸۔ پس ایسی عبارتیں بلا تائید و تنقید اسانید صحیحہ کتب شیعہ کے ہمارے برخلاف حجت نہیں ہیں

(ب) بفرض تسلیم سفارت وکالت ہے۔ وکیل موکل کی طرف سے لفظ بلفظ ادا کرنے کا امین ہوتا ہے نہ یہ کہ بوقت وکالت وہ اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے لہذا اس سفارت سے جناب امیر کا اپنا اعتقاد بحق حضرت عثمان ثابت نہیں ہوتا خصوصاً جبکہ بیشمار احادیث و اقوال میں جناب امیرؑ نے حضرت عثمان کے برخلاف اپنے اعتقادات ظاہر فرمائے ہیں۔ دیکھو حوالہ جات منسلکہ طرز استدلال نمبر ۵۔ جن میں جناب امیر کی ثلاثہ پر ناراضگی ثابت ہے۔ نیز دیکھو طرز استدلال نمبر ۱۸

(ج) سفارت کے ثبوت میں الفاظ سفارت خود شاہد ہیں۔ دیکھو ان الناس ورائی وقد استسفرونی بینک وبینہم یعنی لوگ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور اُنہوں نے اپنے اور تیرے درمیان مجھے سفیر (وکیل) مقرر کیا ہے۔

(د) قولہ ما اعرف شیئاً تجھلہ سے مطلق مساوات علم جناب امیر بعلم

حضرت عثمان ہرگز مراد نہیں ہے۔ میں اس کو اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ علامہ ابن ابی الحدید سنی کے کلام سے ثابت کرتا ہوں۔ موصوف شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ میں لکھتے ہیں واقسم علےٰ ذالک انہ لا یعلم ماذا یقول لہ لانہ لا یعرف امرا یجہلہ ای من ہذہ الاحداث خاصۃ وہذا حق لان علیاً لم یکن یعلم منہا ما یجہلہ عثمان۔ یعنی جناب امیرؑ نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں جانتے جس کو حضرت عثمان نہ جانتے ہوں۔ اس سے مراد بالخصوص وہ بدعات ہیں جو حضرت عثمان کے وقت رواج پاگئیں۔ ان میں سے کوئی ایسی نہیں تھی جس کو حضرت علی المرتضےٰؑ جانتے ہوں اور حضرت عثمان اس سے ناواقف ہوں۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ انتہیٰ۔ بیشک جو بدعات کے رواج دینے والا تھا اس سے زیادہ دوسرے کسی کو ان بدعات کا کیا حال معلوم ہوسکتا تھا۔

(۸) اور یہ جو فرمایا کہ جو کچھ ہمنے سنا ہے وہی تم نے بھی سنا ہے۔ جیسے ہمنے رسول صلعم کی مصاحبت کی ویسے تم نے بھی کی۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ان سنن نبویہ کو جن کو تم نے متغیر کردیا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے تم نے بھی سنا۔ مگر تم نے عمداً ان کے برخلاف بدعات واحداث کو رواج دیا۔ اس بارہ میں ہم تجھے کیا سمجھائیں تو سب کچھ جان بوجھکر خلاف شرع کر رہا ہے۔ پس اس سے حضرت عثمان کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ان کی ہجو ملیح ہے۔ مزید تفصیل بدعات حضرت عثمان کی فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو۔ اس میں بحوالہ کتب سنیہ الامامت والسیاست صفحہ ۳۰ وتاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۷ و صواعق محرقہ مصری صفحہ ۶۹ وتاریخ کامل مصری حاشیہ صفحہ ۸۱ و تاریخ طبری مصری جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ بدعات حضرت عثمان کا مفصل ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے مروان و ولید جیسے اپنے شریر رشتہ داروں کو مسلمانوں کا سردار مقرر کیا اور انہوں نے اسلام کی ہر حد کو توڑا۔ مسلمانوں کے حقوق ضایع کئے

اور حضرت عثمان نے مقرب صحابیوں کو اپنے فاسق وفاجر رشتہ داروں کی جنبہ داری میں پٹوایا اور جلاوطن کیا۔ بیت المال کو بیجا خرچ کیا صحابہ نے اس کے افعال خلاف شرع کی ایک مستقل کتاب لکھی تھی۔ پس ایسے صاحب کے علم شرعی کو علم باب مدینۃ العلم سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔ موازنہ کے لئے فلک النجاۃ فصل ایمان وعلم حضرت عثمان ملاحظہ ہو انہیں لکھے برخلاف کتب سنیہ سے بقول حضرت عائشہ ومہاجرین فتوے کفر ثابت ہے

(۹) دامادی حضرت عثمان کی بابت مفصل مضمون امیر عثمان کی دامادی رسول پر ایک نظر کتاب فلک النجاۃ جلد اول صفحہ ۳۶۷ میں ملاحظہ ہو۔ نیز دیکھو طرز استدلال نمبر۳۔ اور مختصراً یہ یاد رہے کہ جس اصطلاح سے دختران ربیبہ نبی کو دختران رسول کہا جاسکتا ہے اسی اصطلاح سے حضرت عثمان کو داماد بھی کہا جاسکتا ہے۔

طرز استدلال نمبر ۵

کتاب نہج البلاغہ صفحہ ۱۸۲ پر ہے للہ بلاد فلان فقد قوم الاود وداوے العمد خلف الفتنۃ واقام السُّنۃ ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لا یہتدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی ترجمہ:۔ انعام کرے خدا فلانے پر البتہ اس نے کجی کو سیدھا کیا اور ستون کی اصلاح کی۔ اور سنت کو کھڑا کیا اور بدعت کو پیچھے ڈالا۔ پاکدامن اور کم عیب گیا۔ پائی اس نے خوبی خلافت کی۔ اور آگے گیا فساد خلافت سے۔ ادا کی خدا کی طرف بندگی اس کی اور پرہیزگاری کی جیسے کرچاہئے کوچ کیا اور چھوڑ گیا راہوں پیچ درپیچ کو۔ کہ ان میں گمراہ راستہ نہیں پاتا۔ اور راہ پانے والا یقین کرتا ہے (بدرالدجےٰ صفحہ ۳۴ و ۳۵ بعینہ) پس صرف یہ ایک ہی قول جناب امیر کا قوت ایمان حضرت شیخین کے لئے کافی ہے۔ بدرالدجےٰ صفحہ ۳۵ بعینہ۔

ﮯ حضرت علیؑ بالاتفاق سب صحابہ سے اعلم اور تمام کے مشکلات میں مرجع تھے عمر صاحب جیسے کہتے تھے لولا علی لہلک [illegible]

ابطال استدلال (ا) یہ کلام جناب امیرؑ کا با اسناد کتب شیعہ میں میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس لئے بلا تنقید و ثبوت اسناد امامیہ برخلاف احادیث کثیرہ مشہورہ یہ قابل حجت نہیں۔ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطبہ سنیوں کی کتابوں سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔ علامہ ابن اثیر اپنی کتاب نہایہ میں بذیل لغت عمد تحریر فرماتے ہیں ومنہ حدیث علی علیہ السلام لله بلاد فلان فلقد قوم الاود وداوی العمد الخ آخر خطبہ تک بعینہ مثل نہج البلاغہ مرقوم ہے علامہ ابن اثیر سنیوں کا ایک مشہور مسلم محدث ہے اُکا اس خطبہ کو درج کرنا سنیوں کی نزدیک صحیح ہونے کی کافی دلیل ہے۔

(ب) اوّلاً سنیوں کی کتابوں سے منقول ہونے اور باسناد شیعہ نہ ملنے کی وجہ سے یہ خطبہ حجت نہیں۔ اور ثانیاً لفظ فلان میں چند احتمالات ہیں کسی نے اس سے ابوبکر صاحب مراد لئے ہیں۔ اور کسی نے حضرت عمر۔ اور ملاّ فتح اللہ کاشانی نے حسب معاد ظاہری الفاظ مدح کے اس سے محمد بن ابی بکر مراد لئے ہیں۔ کسی روایت میں اس خطبہ کے اندر کسی کے نام کی تصریح مروی نہیں۔ لہذا جہاں احتمال ہو وہاں استدلال نہیں ہو سکتا۔ (اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال) اگر لفظ ابوبکر یا عمر بصراحت خطبہ میں مروی ہوتا اور بقول بعض مخالفین سید رضیؒ نے نہیں لکھا تھا تو علامہ ابن اثیر سنی اپنی کتاب میں ضرور تصریح کر دیتا مگر نہیں کی۔ جس سے سید رضیؒ کا نہج البلاغہ کو با دیانت لکھنا ثابت ہوتا ہے۔

(ج) بلفرض تسلیم اس کلام کا معنے بتطبیق دیگر احادیث کثیرہ متواترہ وہی صحیح ہے جو ہم بیان کریں گے۔ کیونکہ جناب امیرؑ نے کبھی دو متضاد اقوال

نہیں فرمائے۔ اور اس صورت میں کہ یہ خطبہ مدح حضرت عمر پر محمول ہو باقی خطبات و کلمات جناب امیرؑ کے مخالف و متضاد ہو جاتا ہے۔ نہج البلاغہ میں جناب امیرؑ کے سب کلمات متعلق شیخین متضمن مذمت ہر دو کے ہونے کے ثبوت میں ہم سنیوں کی معتبر کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کتاب کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون مصنفہ مصطفٰے بن عبداللہ قسطنطینی کی جلد دوم صـ۶۶۲ باب النون لفظ نہج البلاغہ کے بیان میں لکھا ہے قال الذھبی فی میزان الاعتدال ومن طالع کتاب نہج البلاغۃ جزم بانہ مکذوب علی امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فان فیہ السب الصریح والحط علی السیدین ابی بکر وعمر انتہٰی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں جس نے نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا وہ یقین کرلیگا کہ یہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بنایا گیا ہے کیونکہ اس میں شیخین ابی بکر و عمر کی صریح مذمت اور گالی مذکور ہیں۔ جب بفرمان علامہ ذہبی نہج البلاغہ میں حضرت ابوبکر پر ظاہر گالیاں اور اس میں اُن کی صریح مذمت موجود ہے تو ایسی حالت میں خطبہ مندرجہ عنوان یا کسی اور خطبہ میں شیخین کی مدح کس طرح تسلیم کیجا سکتی ہے۔ کسی معمولی سمجھ کے آدمی کا کلام بھی اس قدر متناقض نہیں ہوتا کہ ایک جگہ ایک ہی شخص کی مدح بیان کرے اور دوسری جگہ اُسکو صریح گالیاں دے۔ چہ جائیکہ ایسے فصیح و بلیغ کا کلام ہو کر اُس کا کلام متکلم کی جلالتِ شان کا گواہ ہو۔ اُس میں کبھی ایسا اختلاف و تناقض نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ نہج البلاغہ میں ہر جگہ شیخین کی مذمت مفہوم ہوتی ہے۔ نہ مدح۔ تحقیقی طور پر اس خطبہ کا یہ معنے ہوگا۔

(ا) اُس کی بھلائی ہے جس نے کجی کو سیدھا کیا یعنے بہ نسبت خلیفہ ثالث باغیوں کی کجی کو سیدھا کیا۔ یا تقویم کا معنے مضبوط کرنے کا ہے یعنی کجی (غصب حقوق

آل محمد وغیرہ) کو اُس نے مضبوط کیا۔ اس اعتبار سے بھلائی کے لفظ سے مراد تجہیل و تذلیل مشار الیہ کی مقصود ہے۔ جیسے بطور انکار ایسے محاورات استعمال ہوتے ہیں۔

(۲) فتنہ پردازوں کے امراض کا علاج کیا یعنی بہ نسبت خلیفہ ثالث نظام سلطنت کو قائم رکھا۔ اور فتنہ پیدا نہ ہونے دیا۔ اور ستون سلطنت کو کھڑا کیا۔ یا ستون کجی کو کھڑا کیا۔ یعنی اُسے مضبوط کیا۔

(۳) اُس نے اپنا جانشین فتنہ کو کیا جس سے مراد خلیفہ ثالث ہے۔ یا نظام سلطنت اُس کے ہاتھ میں اچھا تھا۔ اور پیچھے فتنہ و فساد کو چھوڑا۔

(۴) سنّت خود ساختہ کو قائم کیا۔ سنتِ نبویہ مراد نہیں بلکہ سنتِ سیّئہ مراد ہے جو فی الحقیقت بدعت اور فتنہ ہے۔ یعنی اپنا ایک طریقہ قائم کیا۔

(۵) اچھے لباس سے گیا۔ یعنی اُس کی ظاہری حالت بہ نسبت خلیفہ ثالث اچھی رہی۔ نہ یہ کہ اُس کا باطن بھی صاف تھا۔ ورنہ اچھے کپڑوں کا ذکر نہ ہوتا بلکہ ذہب تقیًا نقیًا وغیرہ الفاظ ہوتے۔

(۶) خلیفہ ثالث کی نسبت کم عیب رکھتا تھا۔ نہ یہ کہ بے عیب تھا۔ اسی کلمہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خطبہ بصورت تسلیم جناب امیرؑ نے تعریف خلیفہ ثالث کے موقعہ پر فرمایا ہے۔ کیونکہ قلیل العیب ایک نسبت ہے جس سے متکلم کو موازنہ کسی کا مقصود ہوتا ہے۔

(۷) سلطنت کے امن کو یا اپنی بادشاہت کے مال و متاع کو پایا۔

(۸) فتنہ و فساد و شر سلطنت سے پہلے گذر گیا یعنے فوت ہو گیا۔

(۹) اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق اُس نے خدا کی طاعت کی جیسا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم اذان میں بڑھایا۔ تراویح کی جماعت کو رواج دیا۔

متعۃ الحج و متعۃ النساء کو بند کیا وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) بہت احداث و بدعات جاری کرنے میں خلیفہ ثالث کی نسبت بچتا رہا۔ چنانچہ لفظ قلیل العیب بھی اس کا مؤید ہے۔

(۱۱) اُس نے لوگوں کو پیچ در پیچ راہوں میں پریشانی کی حالت میں چھوڑا جس کے باعث کوئی گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا۔ اور نہ ہدایت یافتہ کو اطمینان ہو سکتا ہے یعنی دین کی حالت کو ایسا خراب کر گیا کہ متلاشی حق کو اس کے قائم کردہ آثار سے ہدایت نہیں ہو سکتی۔ اور حق کو باطل سے ایسا مخلوط و مشتبہ کر گیا جس سے ہدایت یافتہ بھی مضطرب ہو جاتا ہے۔

(۱۲) مولف بدر الدجےٰ نے خیانت مجرمانہ سے بجائے لایستیقن المھتدی بترک لا نافیہ یستیقن لکھا ہے۔ اور معنیٰ میں بھی برخلاف دیانت فاش غلطی کی ہے۔ اصل نہج البلاغہ میں لایستیقن المھتدی موجود ہے۔ جس کے معنے ہیں ہدایت یافتہ کو بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ ان آخری کلمات سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے چھ کس کے درمیان شوریٰ قائم کرنے اور اس میں نہایت گہری چالیں برتنے اور حق کے قلع و قمع کرنے کی تجاویز کرنے سے مسلمانوں کی حالت کو خراب کیا ہے۔ اور ان آخری فقرات میں جناب امیرؑ نے کچھ صراحت سے مذمت فرمائی تا کہ اس سیاق سے سباق کے معنے صحیح لینے میں غلطی واقع نہ ہو اور اہل بصیرت اس سے مذمت خلیفہ ثانی کو معلوم کر سکیں۔

اقسامِ بدعت { اقام السنۃ کے جو ہم نے معنے کئے ہیں اُن کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر بدعت کے رواج دینے کو بہت پسند کرتے تھے۔ جیسے جماعت تراویح کو رواج دیتے ہوئے فرمایا نعمت البدعۃ ھذہٖ دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۰ باب قیام شہر رمضان فصل ثالث بروایت بخاری۔

اور علماء اہل تسنن بجمیع ثلاثہ و مروجین بدعات حضرت عمر بتقلید اپنے امام کے وجوب عمل بدعات کے قائل ہیں دیکھو مجمع البحار کتاب لغت حدیث اہل تسنن صفحہ ۱۸ لغت ب د ع کل بدعۃ ضلالۃ خص منہ ما ھو واجب کنظم ادلۃ المتکلمین او مندوب کتصنیف کتب العلم وبناء المدارس والتراویح ومباح کالتبسط فی انواع الاطعمۃ ترجمہ:- حدیث ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے سے وہ بدعات مستثنےٰ ہیں جن میں سے بعض واجب ہیں مثل مرتب کرنے دلائل مناظرین کے۔ اور بعض مستحب ہیں جیسے علمی کتابوں کا تصنیف کرنا۔ اور مدارس کا بنانا۔ اور تراویح کا پڑھنا ہے۔ اور بعض مباح ہیں جیسے کھانے کے مختلف اقسام کا ایک دسترخوان پر جمع کرنا۔ انتہےٰ

نتیجہ:- خطبہ مندرجہ عنوان سے جو مدح حضرت عمر کی معلوم ہوتی ہے اس سے حضرت عثمان کی تعریض مطلوب ہے جس میں تقابل افعال خلیفہ ثالث و خلیفہ دوم مقصود ہے۔ اس میں خلیفہ دوم کی ہجو ملیح موجود ہے۔ اور خلیفہ ثالث کی بصورت تعریض مذمت مذکور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بجز مخصوص بندگان خدا ہر شخص غیر معصوم میں کوئی خوبی اور کوئی برائی ہوتی ہے اگرچہ مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً حاتم طائی کی سخاوت اور نوشیروان کی عدالت مشہور ہے۔ مگر ثمرہ اعمال اصول و اعتقادات صحیحہ پر موقوف ہے اگر اعتقادات صحیح ہوں اور انسان موجبات حبط اعمال سے بچا رہے تو اس وقت مستحق ثواب و جزاء خیر ہو سکتا ہے۔ ورنہ اسی دنیا میں اس کو اپنے اعمال کا ثمرہ دنیوی مل جاتا ہے وماله فی الاخرۃ من خلاق یعنی آخرت میں اس کا بہتری میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح جناب امیرؑ نے خلیفہ ثانی کے انتظام سلطنت کی تعریف اور اس کے

اعمال نیک و بد کا خاکہ کھینچا ہے جس سے کوئی فضیلت دینی خلیفہ ثانی کی ثابت نہیں ہوتی۔ اہل ایمان ائمہ اہلبیت کے نام لیواؤں کو چونکہ حالات زندگی ائمہؑ سے بصیرت حاصل ہے اور مصائب و تکالیف ائمہ طاہرین کا نقشہ انکی نظروں میں ہمیشہ پھر رہا ہے۔ اور یہ بھی ان کے نزدیک نقش بر سنگ بادلہ قطعیہ ثابت ہے کہ ائمہ طاہرین ہزاروں احادیث میں ثلاثہ کی مذمت بیان کر کے اُنپر نارامن ہی رہے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک بفرض ثبوت اس کلام کے بہ تسلیم معنی مدح بھی مطلب نہایت صاف ہے کہ جناب امیرؑ نے زمانہ تقیہ میں کسی موقعہ پر مخالفین کے سامنے اسی طرح کے کلام کرنے میں مصلحت سمجھی ہو گی جسکی تردید بیشمار مقامات پر فرمادی۔ البتہ جو حالات زندگی ائمہؑ سے ناواقف اور انکی شان سے ناآشنا اور ظاہر بین ہیں اُن کیلئے تدبر و تفکر اور تطبیق دیگر احادیث سے اس قدر تقریر کی ضرورت ہے کہ حضرت امیرؑ نے بوقت اعتراض جملہ مہاجرین و انصار بر خلاف خلیفہ ثالث کے فرمایا خلیفہ ثالث نے حالت اسلام اور سلطنت اسلام کو بالکل ملیامیٹ کر دیا ہے۔ اس سے تو فلاں اگرچہ کچھ بھی نہ تھا مگر اچھا تھا کہ اس نے باغیوں کو سر نہ اٹھانے دیا۔ دنیاداری میں خوب منتظم تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا خود ساختہ طریقہ بھی قائم کر لیا اور موجودہ فتنہ و فساد سے پہلے اپنی دنیاوی عزت کو بچا لے گیا۔ خلیفہ ثالث میں اس کے برابر بھی لیاقت نہیں جو اس سے پہلے میں تھی۔ اس سے پہلا خلیفہ اس کی نسبت تھوڑے عیب رکھتا تھا مگر اس نے بھی دین کو تو ایسا خراب کیا کہ پیچ در پیچ راہوں میں لوگوں کو ڈال دیا جن میں کوئی گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا۔

شیعہ یہ نہیں کہتے کہ دنیا کی کوئی خوبی بھی حضرت عمر میں نہ تھی نہ وہ انتظام سلطنت جانتے تھے اور نہ بظاہر صوم و صلوٰۃ و حج وغیرہ احکام اسلامی کے قائل تھے

بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ثانی کا ظاہر اور تھا باطن اور۔ ان کے دل میں ایمان و تصدیق قلبی کی جھلک نہ تھی چنانچہ خطبہ بالا کے الفاظ نقی الثوب و قلیل العیب بھی اسپر دال ہیں۔ ان کے دل میں محبت رسول و اہلبیت رسول کی نہ تھی بعد وفات رسول خدا صلعم حضرت عمر نے احکام نبویہ کو تبدیل کر کے بدعات کثیرہ کا رواج دیا۔ چنانچہ آخری فقرات خطبہ بالا کے اس کے موید ہیں۔ اور خلیفہ مذکور نے اہلبیت رسول ص کے حقوق غصب کئے۔ اور اُن کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں جس سے رسول خدا کو بھی ایذا پہنچی بایں وجہ وہ صاحب نجات نہیں ہو سکتے۔ اور نہ انہیں کوئی کسی امر خیر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اُن کے اعمال بوجوہ مذکورہ حبط ہو چکے ہیں۔ کوئی خوبی بجز ایمان کامل و محبت اہل بیت[1] فائدہ نہیں دیگی۔ جیسا کہ منافقین اور ضعیف الایمان نماز روزہ و جہاد میں شامل رہتے تھے مگر نتیجہ اس کا قرآن کریم میں دیکھئے کہ کیا وارد ہے پڑھیے آیت یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم پارہ ۲۶ رکوع ۸ یعنی مسلمانو! اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو اور (رسول کی مخالفت کر کے) اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو (ترجمہ نذیر احمد) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ کوئی شخص ایمان کا دعوے رکھتا ہو۔ اعمال صوم و صلوٰۃ و جہاد بجا لاتا ہو مگر وہ اعمال مطابق حکم خدا و رسول نہ ہوں یا کسی اصولی اور ضروری امر میں رسول خدا کی مخالفت کرے۔ اُس کے اعمال اکارت (ضائع) جاتے ہیں۔ خلیفہ ثانی نے رسول خدا کے احکام کی مخالفت کے علاوہ رفع صوت عند النبی موجب حبط اعمال بھی حضور صلعم کے پاس عمل میں لایا بلکہ رسول صلعم کو اس طرح گالی دی کہ بوقت طلب[1] قرطاس کہا دعوا الرجل انہ لیھجر چھوڑو اس شخص کو بیشک یہ کچھ بکواس کر رہا ہے۔ دیکھو سنیوں کی کتاب سر العالمین و کشف ہانی الدارین

[1] دیکھو ضمیمہ ۲ صفحہ ۱۶۱

مولفہ حجۃ الاسلام امام غزالی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱ - پس ایسے صاحب کے حبط اعمال میں کیا شک باقی رہ سکتا ہے۔ اسی طرح جو نفوس ذریعہ نجات اور قابل تمسک بعد وفات پیغمبر خدا بحکم حدیث ثقلین مسلم الفریقین تھے ان کی خلاف ورزی اور رسول اکرم کی نافرمانی سے مخالفین اہلبیت کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ حقیقی حجج اللہ و خلفاء رسول اللہ کی مخالفت معمولی بات نہیں بلکہ یہ آیت بالا کے مطابق اچھے عملوں کو رائیگان کر دیتی ہے۔ مثال کیلئے دیکھو قصہ ابلیس جو مشہور و مسلم ہے کہ اُس نے عبادت و تسبیح خوانی میں فرشتوں کا درجہ حاصل کیا اور اطاعت خدا میں فرق آیا فقط منٹوں کا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور اپنے اجتہاد میں وہ دلیل بھی رکھتا تھا جو پیش کی۔ مگر خدا کے نزدیک وہ مقبول نہوئی۔ تاہم ابلیس نے نہ کوئی دوسرا خدا مانا نہ خدا کی صفات کا انکار کیا بلکہ اُسے قادر اور غنی سمجھکر جو کچھ چاہا اُسی سے مانگا۔ عبادت یا تسبیح خوانی سے بھی انکار نہ کیا فقط ایک صاحب فضیلت کی اُس فضیلت کا قائل نہ ہوا جو اُس کو خدا نے عطا فرمائی تھی۔ اتنی مخالفت سے اُس کی عبادت و تسبیح و تہلیل سب کچھ ضائع کر دیا گیا۔ اور اُس کا ٹھکانا دوزخ مقرر ہوا۔ لعنت دائمی اُس کے سر پر جاری رہی۔ اسی طرح ائمہ ہدیٰ حقیقی جانشینان رسول خدا کی مخالفت عین مخالفت خدا و رسول ہے۔ اور اس سے اچھے اعمال بھی حبط ہو جاتے ہیں۔ حضرات ثلاثہ بھی اسی صنف مخالفین میں سے تھے۔ اگر ان سے ترقی اشاعت مطلق اسلام بھی ہوئی ہو گو بغیر ایمان و شرائط تصدیق قلبی یہ اُن کو فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس حدیث کے قبیل سے ہے ان اللہ لیوئید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ دیکھو فلک النجات بحوالہ بخاری۔

جن احادیث سے عبارات متنازعہ کی تطبیق کیگئی ہے اُنکے حوالجات اور بحث ثلاثہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے حقیقی اعتقادات۔

اب ہم اُن احادیث کتب شیعہ کی فہرست مع حوالجات بطور نمونہ تحریر کر دیتے ہیں جن میں حضرات اصحاب ثلاثہ پر جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ اہل بیتؑ کی ناراضگی اور اُن سے نفرت اور بطلان خلافت ثلاثہ اور اُن کا جور و ستم اور مخالفت شرع محمدی اور اُن کی مذمت اور جناب علیؑ کے اپنے مذہب حق کی توضیح صریح الفاظ میں موجود ہے جن کے ساتھ مطابقت دیتے ہوئے مکتوبات وخطبات وکلمات متنازعہ کے حقیقی معانی بآسانی سمجھ میں آ سکتے ہیں اور حوالہ جات کتب شیعہ کے بعد مضمون بالا کی تائید ہم کتب اہل تسنن سے بھی دکھائینگے ؛

خطبۃ الوسیلہ کتاب روضہ کافی صفحہ ۱۳ مطبوعہ نول کشور و تفسیر صافی پارہ ۱۹ صفحہ ۳۵۲ بذیل آیت یوم یعض الظالم علی یدیہ میں یہ خطبہ جناب امیرؑ کا مروی ہے ؛ تقمصہا دونی الاشقیان نازعانی فی ما لیس لہما بحق ورکباھا ضلالۃً واعتقدا ھا جہالۃً فلبئس ما علیہ وردا (الی ان قال) غیروا اثار رسول اللہ صلعم ورغبوا عن احکامہ وبعدوا من انوارہ واستبدلوا مستخلفہ بدلا اتخذوہ وکانوا ظلمین وزعموا ان من اختاروا من ال ابی قحافۃ اولیٰ بمقام رسول اللہ صلعم ممن اختارہ الرسول صلعم لمقامہ وان مہاجر ال ابی قحافۃ خیر من المہاجری والانصاری الربانی ناموس ھاشم بن عبد مناف الاوان اول شہادہ زور وقعت فی الاسلام شہادتہم ان صاحبہم مستخلف رسول اللہ صلعم الخ **ترجمہ**:۔ جناب امیر المومنین علی المرتضیٰ ؛ فرماتے ہیں میرے سوا دو بدبختوں نے (خلیفہ اول وثانی نے) خلافت کا کرتہ پہن لیا

اور اُنہوں نے ناحق میرے ساتھ جھگڑا کیا۔ اور گمراہی سے خلافت پر سوار ہو گئے اور جہالت سے اُسے اپنی چیز سمجھ لیا۔ پس دونوں نے بُرے فعل کا ارتکاب کیا (تا اینکہ فرمایا) ان لوگوں نے آثار رسول اللہ صلعم کو بدل دیا۔ اور احکام نبوی سے منہ پھیر لیا۔ اور انوار نبوت سے دُور ہو گئے۔ اور جس کو جناب رسول اکرم صلعم نے اپنا خلیفہ بنایا تھا اُس کی جگہ ایک خود ساختہ خلیفہ مقرر کر لیا۔ اس کے سبب سے وہ ظالم ہو گئے۔ اُنہوں نے یہ غلط گمان کیا ہے کہ ابو قحافہ (ابو بکر کے والد) کی اولاد سے جسکو (یعنے ابو بکر کو) اُنہوں نے پسند کیا ہے وہ اُس سے بہتر ہے جسکو رسول خدا صلعم نے اپنا جانشین پسند فرمایا (یعنی حضرت علیؑ) اور اُنہوں نے یہ بھی غلط سمجھا ہے کہ اولاد ابی قحافہ کا مہاجر (ابو بکر) ربانی مہاجر اور انصاری ناموس ہاشم بن عبد مناف۔ (حضرت علیؑ) سے بہتر ہے۔ خبردار ہو جاؤ اسلام میں پہلی جھوٹی شہادت (بعد وفات نبی) یہ دی گئی ہے جو اُنہوں نے اپنے خود ساختہ دوست ابو بکر کو رسول اللہ صلعم کا خلیفہ پکارا ہے۔ انتہےٰ ؛ مکمل خطبہ دیکھنے سے اور گُل کھلتے ہیں۔ اس کی تائید سنیوں کی کتاب الامامت والسیاست علامہ ابن قتیبہ صفحہ ۱۳ مطبوعہ مصر میں مروی ہے کہ ابو بکر صاحب نے اپنے غلام قنفذ کو جناب امیرؑ کو بُلانے کے لئے بھیجا۔ اُس نے پیغام دیا کہ تجھے خلیفہ رسول اللہ بُلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا لسریع ما کذبتم علی رسول اللہ یعنی تم لوگوں نے جلد تر رسول خدا صلعم پر یہ جھوٹ بنا لیا ہے کہ ابو بکر کو خلیفہ رسول کہہ رہے ہو ؛

(۲) الدمعۃ الساکبہ صفحہ ۱۷۱ میں بحوالہ بحار الانوار لکھا ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا واللہ ما استخلف رسول اللہ غیری یعنی خدا کی قسم میرے بغیر رسول خدا صلعم کسی کو خلیفہ نہیں بنا گئے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۵، ۲۰۷ میں مروی ہے کہ حضرت علیؑ ابو بکر صاحب کو مسجد قبا میں لیگئے۔ وہاں رسول خدا صلعم کی عالم دنیا میں زیارت کرائی۔ رسولخدا

صلعم نے ابوبکر صاحب کو زجر و توبیخ فرمائی۔ اور ابوبکر صاحب سے وعدہ لیا کہ وہ اس عہدۂ خلافت کو جناب امیرؑ کے سپرد کردیں گے۔ اس کے بعد جب ابوبکر حضرت عمر سے ملے اور یہ قصہ سنایا حضرت عمر نے کہا یہ بنی ہاشم کی جادوگری ہے رسولخدا فوت ہوچکے ہیں۔ اب وہ کس طرح آکر یہ سوال و جواب کرتے ہیں۔ یہ سنکر ابوبکر صاحب نے وعدہ خلافی کی۔ یہ روایت باسناد کتاب مذکور میں مروی ہے اور اُسی میں ایک اور اسناد سے روایت ہے کہ جناب امیر نے شیخین کو ایک اور معجزہ دکھایا کہ رسول خدا صلعم کا تربت پاک سے ہاتھ مبارک باہر آیا اور شیخین کو مخاطب کرکے ہر ایک کا نام لیکر اس طرح آواز آئی اکفرت یا ابا بکر و یا عمر بالذی خلقک من تراب ثم من نطفة ثم سوٰک رجلا یعنے کیا تم کافر ہوگئے ہو، اور بعض روایات میں وارد ہے کہ آں حضرت صلعم کے کف دست کو پہچان لیا گیا اور اُس پر یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔

(۳) اصول کافی صفحہ ۲۶۵ کتاب الحجۃ میں جناب امام جعفر صادقؑ سے قولہ تعالیٰ ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادو کفراً لن تقبل توبتھم کی تفسیر میں اس طرح مروی ہے فرمایا یہ آیت فلان وفلان وفلان (اصحاب ثلاثہ) کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے اوّل نبی صلعم کے ساتھ ایمان لاکر پھر بوقت پیش کرنے ولایت امیر المومنین علیؑ کے کفر (انکار) کیا جبکہ نبی صلعم نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ سنایا۔ پھر امیر المومنین سے بیعت کرکے ایمان لائے۔ پھر بعد وفات رسول اکرم صلعم کے کفر (انکار بیعت) کیا۔ پھر کفر (انکار) میں اور بڑھ گئے کہ حضرت علیؑ اور اُنکے تابعداروں سے جبریہ بیعت لینے کی کوشش کی۔ پس یہ ایسے ہیں جن میں ایمان کا ایک ذرہ بھر نہیں رہا۔ اور اُن کی توبہ بھی مقبول نہیں۔

(۴) اصول کافی صفحہ ۲۶۵ میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے آیت ان الذین ارتدوا علی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدیٰ کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا اس آیت کے مورد اصحاب ثلاثہ ہیں کہ یہ لوگ ترک ولایت امیر المومنین علیؑ کرکے ایمان سے پھر گئے۔ پھر آیت کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر کو امام صادق علیہ السلام نے شیخین اور اُن کے تابعداروں کے حق میں بیان فرمایا۔

(۵) نہج البلاغہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱ و نیرنگ فصاحت صفحہ ۱۴ خطبہ شقشقیہ۔

(۶) ” صفحہ ۳۰ ما زلت مدفوعا عن حقی منذ قبض اللہ نبیہ نیرنگ فصاحت صـ ۲۲

(۷) ” صـ ۲۲ لیس لمعین غیر اہل بیتی۔ - - - ” صـ ۲۱

(۸) ” صـ ۳۹ لقد علمتم انی احق بہا من غیری۔

(۹) ” صـ ۴۵ کلام علیؑ عند دفن سیدۃ النساء۔

(۱۰) ” صـ ۱۶۸ و ۱۶۹ احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ۔

(۱۱) ” صـ ۱۷۴ اجمعوا علی منازعتی حقا کنت اولیٰ بہ من غیری

(۱۲) ” صـ ۱۹۹ زعمت ان افضل الناس فلان وفلان۔

(۱۳) ” صـ ۲۰۱ اقاد کما یقاد الجمل المخشوش

(۱۴) ” صـ ۲۳۷ ولا یخطر ببالی ان العرب تزعج ھذا الامر من بعدہ عن اھلبیتہ

(۱۵) ” صـ ۲۶۱ فان کنت بالشوریٰ ملکت امورھم۔

(۱۶) اصول کافی صـ ۱۰۶ و ۱۸۷ و ۲۶۳ و ۲۶۱ و ۲۶۵ و ۲۹۱ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۰ لغایت ۴۲۰۔

(۱۷) روضہ کافی صفحہ ۱۳ و ۱۴ و ۱۶ و ۲۶ و ۲۷ و ۵۰ و ۶۲ و ۷۷ و ۸۷ و ۱۱۱ و ۱۱۵ و ۱۲۳ و ۱۲۷ و ۱۳۹ و ۱۵۵ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۲۹ و ۳۰۔

(۱۸) احتجاج طبرسی صفحہ ۲۹ و ۵۹ لغایت ۹۷۔

(۱۹) صحیفہ رضویہ مترجم صفحہ ۲۳ وحیات القلوب مطبوعہ نولکشور جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ و ۹۵
(۲۰) تفسیر قمی باسنادہ صفحہ ۱۶۲ و ۲۷۷ بذیل تفسیر آیت وھموا بما لم ینالوا اسمیں امام صادق علیہ السلام نے شیخین پر بصراحت لفظ منافق اطلاق فرمایا ہے۔ نیز دیکھو تفسیر صافی صفحہ ۲۱ و ۱۰۱ و ۱۴۶ و ۲۰۲ +

اجمال کی تفصیل کے صفحات بحوالہ بالا سے چند عبارات معہ ترجمہ لکھکر اجمال و اشکال کو رفع کر دیا جاتا ہے۔ نہج البلاغہ صفحہ ۱۳ و احتجاج طبرسی صفحہ ۹۴ و ۹۵ و روضہ معانی الاخبار صفحہ ۱۴۱ میں باسناد امیر المومنین علیؑ سے مروی ہے۔ فرمایا۔ فواللہ مازلت مدفوعاً عن حقی مستأثراً علی منذ قبض اللہ نبیہ صلعم حتی یوم الناس ھذا طبرسی کے الفاظ میں ہے واللہ انی لاولی الناس بالناس فمازلت مظلوماً منذ قبض رسول اللہ صلعم صفحہ ۹۴ میں مستاثراً علی حقی زیادہ کیا ہے اور روضہ معانی الاخبار شیخ صدوق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ولم اجد اعوانا علی ذلک وانی لم ازل مظلوماً منذ قبض رسول اللہ صلعم الخ جناب امیر فرماتے ہیں خدا کی قسم خلافت و امارت کا میں سب سے زیادہ مستحق ہوں اور جب سے رسول خدا صلعم فوت ہوگئے ہیں ہمیشہ مجھے اپنے حق سے دھکیل دیا گیا ہے مجھ پر اوروں کو اختیار کیا گیا ہے۔ میں مظلوم چلا آیا ہوں +

روضہ کافی صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ میں باسناد امیر المومنین علیؑ سے مروی ہے فرمایا جب رسول خدا صلعم نے مجھے خم غدیر کے موقعہ پر خلیفہ مقرر فرمایا اور لوگوں کو مطلع فرمایا کہ میں اُنکے لئے اُنکے نفسوں سے اولے بتصرف ہوں۔ اس واقعہ کے وقت شیطان موجود تھا اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا اب اس امت مرحومہ پر ہمارا داؤ چلنا مشکل ہوگیا۔ پھر حضرت علیؑ فرماتے ہیں واخبرنی رسول اللہ صلعم انہ لو قبض ان الناس یبایعون ابا بکر فی ظلۃ بنی ساعدۃ بعد ما یختصمون ثم یاتون المسجد

فیکون اول من یبایعہ علی منبری ابلیس لعنہ اللہ فی صورت شیخ مشمر یقول کذا وکذا ثم یخرج فیجتمع شیاطینہ الخ یعنی فرمایا مجھے رسول خدا صلعم نے خبر دی تھی کہ اُن کی وفات کے بعد لوگ جھگڑا کر کے آخر ابو بکر سے بیعت کریں گے پھر مسجد میں آئیں گے وہاں جو سب سے اول میرے منبر پر ابو بکر سے بیعت کریگا وہ ابلیس ملعون ہوگا جو ایک بوڑھے آدمی کی صورت میں آئیگا۔ پھر اس طرح اور اس طرح کہیگا پھر اپنے شیاطین ہمراہیوں کے پاس جاکر خوشیاں منائیگا کر دیکھو ہمنے کیسا حیلہ کیا ہی حتی ترکوا امر اللہ عز وجل وطاعتہ وما امرھم بہ رسول اللہ صلعم یعنی کہیگا کہ میں نے ان لوگوں کو ایسا اپنے پنجہ میں لیا ہے کہ یہ فرمانبرداری حکم خدا و رسول کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ انتہے ملخصاً۔ دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے جو بعینہ اسی روایت سے ملتا ہے۔ اُس میں اُس بیعت ابو بکر کے دن ابلیس کی تاجپوشی کا بھی ذکر ہے۔ اور ابلیس کا مقولہ اُس روایت میں یوں مروی ہے۔ ذھؤلاء نقضوا العہد وکفروا بالرسول انہوں نے عہد کو توڑ دیا ہے اور رسول خدا کے ساتھ انہوں نے کفر کیا ہے +

روضہ کافی صفحہ ۱۱۵ میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا ماتسئلنی عنہما فواللہ مامات منا میت قط الا ساخطا علیہما یوصی بذلک الکبیر منا الصغیر انہما ظلمانا حقنا ومنعنا فیئنا (ثم قال) و اللہ ما اسست من بلیۃ ولا قضیۃ تجری علینا اہل البیت الا ھما اسسا اولہا فعلیہما لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین دوسری روایت میں ہے وان الشیخین فارقا الدنیا ولم یتوبا ولم یتذکرا ما صنعا بامیر المومنینؑ فعلیہما لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین یعنی فرمایا ان دونوں (ابو بکر و عمر) کا حال تم ہمسے کیا پوچھتے ہو۔ خدا کی قسم ہمارے اہل بیت میں کوئی ایسا فوت

نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی ایسا زندہ ہے جو ان دونوں پر غضبناک نہ ہو۔ ہمارا ہر بڑا چھوٹے کو یہ وصیت کر دیتا ہے کہ ان دونوں نے ہمارا حق غصب کرنے اور فدک وغیرہ مال فئے روک لینے سے ہم اہلبیت پر ظلم کیا ہے (پھر فرمایا) خدا کی قسم کوئی رنج او مصیبت ایسی نہیں جو ہم پر آئی ہو مگر یہ کہ بنیاد اس کی ان دونوں نے رکھی ہے۔ پس ان پر .... دوسری روایت میں فرمایا شیخین (ابوبکر وعمر) دنیا سے گئے اور انہوں نے اس جرم سے توبہ نہ کی۔ اور اس سے متاثر ہوئے جو ان دونوں نے امیر المومنین علیؑ کے حق میں کیا۔ پس دونوں پر ....

اور دمعہ ساکبہ جلد ا صفحہ ۳۷ میں خرائج سے باسناد امام زین العابدینؑ سے مروی ہے قلت اسئلک عن الاول والثانی قال علیہما لعنۃ اللہ کلاھما مضیا وا اللہ کافرین مشرکین باللہ العظیم اس کا ترجمہ ظاہر ہے ان روایات پڑھنے سے کسی سنی بھائی کو ہم پر ناراض نہ ہونا چاہئیے ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے بلکہ ائمہ اہل بیت کا اعتقاد کتب شیعہ کی روایات سے آپکو اس لئے دکھلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مناظرین اہل تسنن کا دعوے یہ کہ کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہ کی تعریف ائمہ اہل بیت سے ثابت ہے باطل ہو جائے۔ اور مطالعہ ان حوالجات کے بعد کوئی اہل تمیز یہ نہ کہے کہ ائمہ طاہرین ثلاثہ کی تعریف بیان کرتے رہے ہیں۔ اور انکو محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایسی بیشمار احادیث کتب شیعہ میں موجود ہیں مگر بخوف طوالت ہم نے فقط نمونہ کے طور پر ان ہی پر اکتفا کیا ہے۔ اس قدر متواتر صحیح احادیث کے برخلاف اگر کوئی خبر واحد کہیں سے ایسی ملے جس سے بظاہر ثلاثہ کی مدح مترشح ہو تو اُس کو شاذ اور مرجوح ساقط عن الاعتبار سمجھا جائیگا۔ یا اُس کا ایسا معنے مراد لیا جائیگا جو ان احادیث کے مطابق ہو۔ یاد رکھو کتب شیعہ میں سے حضرات اصحاب ثلاثہ کی پوزیشن ہرگز صاف ثابت نہیں ہو سکتی +

کتب سنیہ سے مضمون بالا کی تائید صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ میں حضرت علی ابوبکر صاحب کو فرماتے ہیں ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ صلعم یعنی تم نے اپنی رائے سے بلا رضامندی ہم اہلبیت رسول کے خلافت و امارت پر تسلّط کر لیا حالانکہ ہم بوجہ قرابت رسول اللہ کے اپنا حق جانتے تھے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں اسی طرح ہے کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددت بہ علینا اس سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صاحب کی حکومت استبدادی تھی۔ منتہی العرب لغت میں ہے استبد برأیہ ضل اپنی رائے سے متفرد ہو کر گمراہ ہوا۔ غیاث اللغات میں ہے استبداد تنہا بر سر کارے استادن و منع کسے قبول نکردن۔ نیز صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ میں حضرت عمر اعتقاد جناب امیرؑ بحق شیخین کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس طرح کہ عمر صاحب جناب علیؑ اور حضرت عباس چچا رسول خدا کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر خلیفہ تھے تو آپ دونوں نے اپنے اعتقاد میں اُس کو جھوٹا۔ گنہگار۔ دغاباز۔ خیانتی سمجھ رکھا۔ اور جب میں خلیفہ ہوا ہوں تو بھی (فرایتمانی کاذبا اثما غادرا خائنا) تم دونوں نے مجھے جھوٹا۔ گنہ گار۔ دغاباز۔ خیانتی سمجھا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ نے شکر انکار نہیں فرمایا

اور مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر صفحہ ۷۵، ۷۶ میں ہے محمد بن ابی بکر کے خط کا جواب معاویہ نے اسطرح لکھا کان ابوک وفاروقہ اوّل من ابتزہ حقہ وخالفہ علی امرہ علی ذلک اتفقا واتسقا ثم انہما دعواہ الی بیعتہما فابطأ عنہما وتلکا علیہما فہمّا بہ الہموم وارادابہ العظیم یعنے اے محمد بن ابی بکر تم جو مجھے حضرت علیؑ کی بیعت و فرمانبرداری کی نصیحت کرتے ہو۔ تم کو معلوم نہیں کہ سب سے پہلے جسنے ظالمانہ طور پر حضرت علیؑ کا حق لیا وہ تیرا باپ ابوبکر اور اُس کا دوست عمر فاروق ہے اسپر دونوں متفق ہو گئے پھر انہوں نے

علیؑ کو بیعت لینے کے لئے بلایا۔ اس نے دیر کی۔ اور ناراضگی ظاہر کی۔ تو دونوں نے اس کے برخلاف سخت ارادے کئے اور منصوبے باندھے (پھر لکھا) اگر تیرا باپ یہ کام نہ کرتا تو آج ہم بھی علیؑ ابن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے انتہیٰ منتہی العرب لغت میں ہے ابتز الشیئ ربود آنرا وگرفت بستم +

اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۶ و ۲۷ و تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۴۳ لغایت ۴۴ و تاریخ ابوالفدا جلد ا صفحہ ۱۶۴ و عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۲۷۵ و ۷ مطبوعہ مصر و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ و شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ مطبوعہ مصر میں جناب امیرؑ کا فرمان فیصلہ شوریٰ خلیفہ ثالث کے وقت اس طرح مروی ہے فرمایا لیس ھذا اول یوم تظاہرتم علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ماتصفون اور دوسری روایت میں زیادہ ہے تظاہرتم علینا من دفعنا عن حقنا و الاستئثار علینا یعنے تمہاری سازشوں اور منصوبہ بازیوں کا کوئی یہ پہلا دن نہیں کہ ہم کو ہمارے حق سے محروم کرکے اوروں کو منتخب کیا جارہا ہے۔ بلکہ بعد وفات نبی صلعم ہمارے ساتھ یہی سلوک ہوتا آتا ہے۔ لیکن ہم اس پر صبر کرتے ہیں تفصیل اس کی فلک النجات جلد ا صفحہ ۲۶۱ میں ملاحظہ ہو۔ چونکہ صبر مصیبت پر ہوتا ہے اسلئے معلوم ہوا کہ حضرت علی خلافت ثلاثہ کو ایک مصیبت سمجھتے تھے +

استقصاء الافحام جلد ا صفحہ ۶۱۹ و ۶۲۵ میں محاضرات راغب اصفہانی سے منقول ہے (جسکی تعریف سیوطی نے بغیۃ الوعات میں لکھی ہے) کہ حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہا مجھے حضرت عمر نے ایکدن فرمایا خدا کی قسم تم لوگوں کے اندر حضرت علیؑ مجھ سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے بلکہ ابوبکر سے بھی مستحق تر تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے کہا پھر تم دونوں نے کیوں حملہ کرکے اُنکا حق غصب کرلیا حضرت عمر بولے ہم نے سمجھا عرب حضرت علیؑ کے دشمن ہیں وہ اس پر اتفاق نکرینگے

حضرت عمر و ابن عباس کا دوسرا مکالمہ۔ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۳۱ و ۳۲ و کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴ و ۲۵ مطبوعہ مصر میں حضرت ابن عباس و حضرت عمر کا مکالمہ طویل مروی ہے جس میں حضرت عمر نے ابن عباس کو مخاطب کرکے یوں کہا بلغنی انک تقول انما صرفوھا عنا حسدًا و ظلمًا فقلت اما قولک ظلمًا فقد تبین للجاھل والعلیم الخ یعنے عمر نے کہا مجھے خبر ملی ہے تو کہتا ہے کہ انہوں (ابوبکر و عمر) نے ہم بنی ہاشم سے خلافت ظلم اور حسد سے لیلی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے کہا بلاشک ہر عالم و جاہل پر روشن ہے مفصل دیکھو ضمیمہ فلک النجاۃ صفحہ ۲۸۱۔ اور تائید میں ملاحظہ ہو سر العالمین امام غزالی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱ +

تیسرا مکالمہ شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید سنی کی جزو ۱۲ صفحہ ۱۶ مطبوعہ ایران میں بذیل شرح اسی خطبہ مندرجہ عنوان استدلال یعنی للہ بلاد فلان کے لکھا ہے و روی ابن عباس قال خرجت مع عمر الی الشام فانفرد یومًا یسیر علی بعیرہ فاتبعتہ فقال لی یا ابن عباس اشکوالیک ابن عمک سألتہ ان یخرج معی فلم یفعل ولا ازال اراہ واجدًا فیما تظن موجدتہ قلت یا امیر المؤمنین انک لتعلم قال اظنہ لایزال کئیبًا لفوت الخلافۃ قلت ھو ذاک انہ یزعم ان رسول اللہ صلعم اراد الامر لہ الخ (ثم قال) وقد روی معنی ھذا الخبر بغیر ھذا اللفظ و ھو قولہ (عمر) ان رسول اللہ صلعم اراد ان یذکرہ للامر فی مرضہ فصددتہ عنہ خوفًا من الفتنۃ الخ انتہیٰ ملخصًا

خلاصہ ترجمہ:۔ علامہ ابن ابی الحدید باسناد خود ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ شام کے سفر میں حضرت عمر کے ساتھ تھا تنہائی میں مجھ سے حضرت عمر کہنے لگے اے ابن عباس تیرے چچازاد بھائی کی میں تجھ

سے شکایت کرتا ہوں کہ میں نے ان سے خواہش کی کہ وہ میرے ساتھ آئیں مگر
نہیں آئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہمپر ہمیشہ ناراض رہتے ہیں جسکا سبب تو جانتا ہو گا
ابن عباس کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ بہتر جانتے ہیں۔ کہا میرا گمان ہے کہ انکے
ہاتھ سے خلافت نکل جانے کے سبب سے وہ غمگین رہتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں
یہی بات ہے۔ اُن کا اعتقاد ہے کہ رسول کا ارادہ یہی تھا کہ وہی خلیفہ ہوں الخ
دوسری روایت میں حضرت عمر کہتے ہیں۔ اے ابن عباس رسول خدا صلعم مرض
الموت میں چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ کی خلافت کے لئے تصریح کر دیں۔ مگر میں
مانع ہوا۔ کہ مبادا فتنہ کھڑا ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلعم کے طلب قرطاس
و دوات کے وقت حضرت عمر نے جو عدم تعمیل حکم رسول میں شور برپا کیا تھا وہ فقط
اسی سبب سے تھا کہ کسی طرح حضرت علیؑ کے لئے حکم خلافت کی تحریری تصریح نہ ہو جائے

چوتھا مکالمہ کہ شرح ابن ابی الحدید جزء ۱۲ صفحہ ۵۵ میں بذیل خطبہ مندرجہ عنوان
استدلال لکھا ہے وروی الزبیر بن بکار فی الموفقیات عن عبد اللہ ابن عباس
قال انی لاماشی عمر بن الخطاب فی سکۃ من سکک المدینۃ اذ قال لی ما ادنی
صاحبک الا مظلوما فقلت فی نفسی واللہ لا یسبقنی بہا فقلت یا امیر المومنین
فاردد الیہ ظلامتہ فانتزع یدہ من یدی ومضی الخ بخوف طوالت بجائے
عربی لکھنے کے اس مکالمہ کا ترجمہ لکھ دیتا ہوں۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مدینہ
کی گلیوں میں سے ایک گلی میں حضرت عمر کے ساتھ میں دوش بدوش اکیدوسرے
کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہا تھا۔ حضرت عمر فرمانے لگے۔ میں تیرے یار (علیؑ) کو مظلوم
ہی سمجھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کہا اس بات میں یہ مجھ سے فوق نہیں لے سکتا
میں نے کہا یا امیر المومنین آپ انکی ظلم سے لی ہوئی چیز اُن کو واپس کر دو۔ یہ سُن کر
حضرت عمر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے کھینچکر روانہ ہوئے۔ کچھ وقت تیز چل کر پھر کھڑے

ہو گئے اور کہا میرا خیال ہے تو تم نے اس لئے اُن کو خلیفہ نہیں بنایا کہ یہ صغیر السن
(کم عمر) ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ عذر پہلے سے بھی بدتر ہے۔ میں نے
کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلعم نے جناب علیؑ کو کم عمر نہیں سمجھا جبکہ
انہوں نے اُس کو حکم دیا تھا کہ جا کر تیرے یار سے سورہ برأت واپس لے۔ اور
احکام خدا و رسول کے لوگوں کو پہنچائے۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ سُنتے ہی
حضرت عمر نے ہم سے منہ پھیر لیا اور رفتار تیز کر لی جسپر میں اُس سے ہٹ کر واپس چلا آیا۔
تیسرا مکالمہ در عمر صاحب کا اقرار عمداً عدم تعمیل ارشاد در خط بعینہ مثل ابن ابی الحدید کے تاریخ بغداد مصنفہ احمد
بن ابی طاہر بغدادی مطبوعہ مصر جلد اوّل باب التاء صفحہ ۱۷۰ و ۱۷۱ میں
بھی درج ہے۔ تاریخ بغداد کی توثیق اسی قدر کافی ہے کہ امام نووی جیسے سنیوں
کے مسلم و مقتدر محدث نے شرح صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۳ میں اس تاریخ پر اعتماد کر کے اس سے
سند لی ہے۔ لکھا ہے ذکر ھذا کلہ الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد
باسانیدہ۔ اور اس کے علاوہ اُس کی توثیق بستان المحدثین تالیف شاہ
عبد العزیز دہلوی میں ملاحظہ ہو۔ اور توثیق شرح ابن ابی الحدید کے لئے کتاب
مذکور کی جلد ۴ صفحہ ۵۷۶ کے خاتمہ پر تقریظ مہتمم و مصحح مطبع دار الکتب العربیہ
ملاحظہ ہو۔ اس کے علاوہ کتاب مجمع الآداب فی معجم الالقاب دیکھئے جسمیں
ترجمہ ابن ابی الحدید ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے ملخص حال الشیخ الامام
السعید عز الدین عبد الحمید بن ابی الحسین ہبۃ اللہ ابن ابی الحدید
المدائنی الحکیم الاصولی کان من اعیان العلماء الافاضل والاکابر
الصدور الخ نیز سنیوں کی کتاب فوات الوفیات اور وفیات الاعیان ابن
خلکان ترجمہ نصر اللہ ابن الاثیر صاحب مثل السائر ملاحظہ ہو۔
اور استیعاب مطبوعہ مصر بر حاشیہ اصابہ جلد ا صفحہ ۱۰۵ حرف الراء ترجمہ

رفاعہ بن رافع بن مالک میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ان اللہ عزوجل لما قبض رسول اللہ قلنا نحن اہلہ واولیاءہ لاینازعنا سلطانہ احد فابیٰ علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعودوا الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الا لم الخ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ بعد وفات نبی صلعم ہمنے کہا ہم نبی صلعم کے اہلبیت اور وارث ہیں ہمارے ساتھ کوئی اُن کی بادشاہت میں جھگڑا نہ کرے۔ ہماری قوم قریش نے اس بات کا انکار کیا اور ہمارے غیر کو سردار مقرر کرلیا۔ خدا کی قسم اگر اختلاف پیدا ہونے اور لوگوں کے مرتد ہونے اور اسلام مٹ جانے کا خوف نہ ہوتا (تو تم دیکھتے کہ ہم کیا کرتے) پس ہم نے اس رنج والم پر صبر کیا۔ انتہےٰ * ان عبارت کتب سنیہ سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ خلافت خلفا ثلاثہ کو غاصبانہ اور ظالمانہ سمجھتے تھے۔ اور آپ دعوائے خلافت ظاہر فرماتے رہتے اس حد تک اپنے استحقاق کا آپکو یقین تھا کہ خوف اختلاف وارتداد نہ ہوتا تو جنگ بھی کرتے۔ اور یہ کہ خلافت ثلاثہ کو آپ ایک دردناک مصیبت تصور فرماتے تھے جسپر صبر فرمایا۔ اور یہ کہ شیخین کو آپ کاذب آثم۔ وغادر۔ خائن سمجھتے تھے۔ اور یہ کہ حضرت عمر کو اس بات کا اقرار تھا کہ حضرت علیؑ پر ظلم ہوا ہے مگر عملاً اُس نے اس کا تدارک نہ کیا *

جناب علیؑ کا اپنا مذہب اور ثلاثہ پر اعتراض۔ کتاب شیعہ روضہ کافی میں صفحہ ۲۹ پر جناب امیر المومنین علیؑ المرتضےٰ کا ایک خطبہ مروی ہے جس سے مذہب علیؑ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ یہ خطبہ جناب نے اپنے اہل بیت اور اپنے خواص شیعہ کے سامنے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں مجھ سے پہلے حکام نے ایسے اعمال کو

رواج دیا ہے جن میں اُنہوں نے جناب رسالت مآب صلعم کی مخالفت کی ہے اور رسول خدا صلعم کے عہد کو انہوں نے عمداً توڑ کر غلط راہ لی ہے جس سے سنت نبوئی کو تبدیل کردیا۔ اب اگر میں ان لوگوں کو اُن حکام کے پیدا کردہ بدعات کے ترک کا حکم دوں اور تمام سنن نبویہ کو اصلی طرز پر جاری کروں جیساکہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں جاری تھیں تو میرے لشکر کے سب لوگ مجھ سے جدا ہو جائینگے۔ اور میں اکیلا رہجاؤں گا۔ یا میرے ساتھ وہ تھوڑی جماعت شیعہ کی رہجائیگی جنہوں نے میری فضیلت اور فرض امامت کو کتاب اللہ اور سنت نبوی سے بخوبی سمجھ لیا ہوا ہے (ضعیف الاعتقاد لوگوں کے شامل رکھنے کا یہ فائدہ تھا کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ظاہری جمعیت لشکر کا رعب اور اثر رہے ایسا نہ ہو کہ جماعت قلیلہ مومنین پر مخالفین ایسا حملہ کریں کہ وہ بالکل ہی مٹ جائیں۔ چنانچہ نبی صلعم کے لشکر میں بھی اس قسم کے لوگ شامل رہتے تھے (پھر فرمایا) غور کرو اگر میں مقام ابراہیمؑ کو اُس مقام پر رکھوں جسپر رسول اکرم صلعم نے رکھا۔ اور فدک وارثان جناب سیدہ معصومہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو واپس کردوں۔ اور پیمانہ صاع رسول کریم صلعم کو اُسی مقدار پر کردوں جسپر رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تھا اور اُن جاگیروں کو جو رسول خدا صلعم نے کسی کے لئے مقرر فرمائی تھیں اُسی طرح واپس دلادوں اور حضرت جعفر طیار کی حویلی مسجد سے نکالکر اُس کے وارثوں کو دلادوں اور جو ظالمانہ طور پر فیصلے ناحق ہو چکے ہیں اُن کو صحیح کردوں اور اُن عورتوں کو جو ناحق کسی کو دلائی گئی ہیں اُن کے خاوندوں کے پاس واپس کرادوں اور اولاد بنی تغلب کو قید کردوں اور زمین خیبر ناحق تقسیم شدہ کو واپس کرلوں۔ اور دفتر انعامات ناجائز کو مٹادوں جیسا کہ جناب رسول اللہ صلعم دیتے تھے ویسے ہی برابر تقسیم کروں اور جو دولتمند کو

پہلے حکام کے زمانہ سے بیجا طور پر لے رہے ہیں اُن کو ایسا نہ کرنے دوں [10] اور
احکام ازدواج کو جیسا کہ چاہئے تھا درست کردوں۔ [11] اور خمس رسول اللہ
صلعم کو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُس طریقہ پر جاری کروں۔ [12] اور مسجد
رسول اللہ صلعم کو اصلی بنا پر قائم کروں۔ [13] اور مسجد کے دروازوں کو درست
کروں۔ جو بند کئے گئے ہیں اُن کو کھولدوں۔ اور جو نئے بنائے گئے ہیں اُنکو
بند کردوں۔ [14] اور مسح موزوں کی حرمت کا حکم جاری کردوں۔ [15] اور شراب نبیذ
پینے پر حد جاری کروں۔ [16] اور متعۃ الحج و متعۃ النساء کو رواج دوں۔ [17] اور جنازوں
پر پانچ تکبیروں کا حکم جاری کروں۔ [18] اور لوگوں کو نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ
پڑھنے کا ضروری حکم دوں۔ [19] اور جس کو رسول خدا صلعم نے اپنی مسجد سے نکالا
ہے اس کو میں بھی نکالدوں۔ [20] اور جسکو رسول خدا صلعم کے بعد مسجد سے نکالا
گیا ہے اُس کو داخل کرلوں۔ [21] اور اصلی احکام قرآنی پر چلنے کا اُن لوگوں پر
حکم جاری کروں۔ [22] اور طلاق کو بطریق سنت رواج دوں [23] اور صدقات کو
اُن کے اصلی احکام پر وصول کروں۔ [24] اور وضو و غسل و نماز کو ان کی اصلی
صورت پر پھیر دینے کا عام حکم جاری کروں۔ [25] اور آل نجران کو اُن کے اپنے
مقامات پر واپس کروں [26] اور فارس کے قیدی غلاموں کو واپس کردوں یعنی
آزاد کرادوں۔ [27] اور سب لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول مقبول صلعم
کی طرف جبراً پھیر دوں۔ تو تم ناگاہ دیکھو گے کہ یہ تمام لوگ سب ہم سے دور ہو
جائیں گے۔ [28] خدا کی قسم میں نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ ماہ رمضان شریف میں فرائض
کے بغیر مروجہ نوافل (تراویح) کی جماعت نہ کریں۔ کیونکہ یہ بدعت ہے۔ میرے لشکر
میں سے جو ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کر رہے تھے پکار اُٹھے کہ اے مسلمانو!
دیکھو حضرت عمر کی سنت تبدیل کیجا رہی ہے یہ ہم کو رمضان شریف میں نماز نوافل

سے منع کرتے ہیں۔ اس سے مجھے یہ خوف پیدا ہو گیا کہ یہ میرے لشکر میں اشتعال و
بغاوت پیدا کرتے ہیں۔ میں خدا کی طرف اس بات کی شکایت کرتا ہوں جو لوگوں نے
تفریق پیدا کردی ہے اور جو انہوں نے ایسے اماموں کی پیروی اختیار کر رکھی
ہے جو لوگوں کو گمراہ کرنیوالے اور دوزخ کی طرف بلانیوالے ہیں۔ آخر میں فرمایا
واللہ المستعان علیٰ من ظلمنا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
نتیجہ } اس خطبہ حضرت امیرؑ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد وفات پیغمبر خدا صلعم
اکثر احکام شرعیہ کو خلفاء ثلاثہ نے تبدیل کردیا تھا۔ اور لوگوں کے دلوں میں
عرصہ دراز سے وہی بدعات و احداث بجائے سنت نبوی راسخ و مضبوط ہو چکے
تھے۔ اس کے مخالف اصلی سنن نبویہ کو بدعت گمان کرتے تھے۔ اس کی مثال
یہ ہے جیسے شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ مصر میں علامہ ابن
ابی الحدید سنی لکھتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز حاکم ہوا اُس نے حضرت علیؑ
پر سبّ و شتم کو جو معاویہ خیل کا دستور تھا بند کرا دیا۔ اس پر لوگوں میں یہ مشہور
ہو گیا کہ اس نے سنت کو تبدیل کردیا ہے۔ (دوم) جناب امیرؑ کو چونکہ تسلط تام
رعایا پر حاصل نہ ہوا تھا اس لئے احکام صحیحہ کو مکمل طور ہر فرد پر جاری نہ
فرما سکے۔ اگرچہ خواص مومنین میں جاری رکھے۔ چنانچہ ہم نے اس کو فلک النجاۃ
جلد ا صفحہ ۲۲۹ و ۳۰، ۴۰ میں بحوالہ بخاری معہ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸۷ پر
مفصل بیان کیا ہے۔ (سوم) جناب امیرؑ چند مسائل جیسے منع جماعت تراویح و جواز
بیع امّ ولد میں لوگوں کو آزما چکے تھے کہ یہ برخلاف سیرت ثلاثہ کسی حکم شرعی پر
عمل نہیں کرتے۔ بلکہ مشتعل ہو کر فساد برپا کرتے ہیں لہذا احکام صحیحہ حاکمانہ
طرز پر جاری نہ فرما سکے اگرچہ اپنے مذہب مختار کے احکام ظاہر فرماتے رہے۔
(چہارم) اس کی مثال یہ ہے جیسا رسول خدا صلعم نے منافقین کو اس خوف

سے قتل نہ فرمایا کہ لوگ باتیں بنائیں گے دیکھو جناب محمد صلعم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں حالانکہ قرآنی حکم صاف تھا جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم مذکورہ بالا وجہ عدم قتل منافقین کی حدیث بخاری معہ فتح الباری جلد۳ صفحہ ۳۰۸ وکنز العمال جلد۶ صفحہ ۲۳ و ۸۴ میں ملاحظہ ہو۔ اور جیسا کہ آنحضرت صلعم کو بناء کعبہ کی درستی پر صحابہ کے مرتد ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اس کو اصل بناء ابراہیمی پر تعمیر نہ کر سکے۔ دیکھو بخاری معہ فتح الباری جلد۲ صفحہ ۹۸ و صحیح مسلم جلد۱ صفحہ ۴۳۱ و روضۃ الاحباب جلد۱ صفحہ

طرز استدلال نمبر۶ (طرز استدلال حدیث صدیق) شیعہ کی اصح الکتب کشف الغمہ میں یوں منقول ہے امام ابو جعفر محمد باقرؑ سے کسی نے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر چاندی سونے کا کچھ نقش و نگار درست ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ کیونکہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا۔ راوی نے کہا کیا آپ ابوبکر کو صدیق فرماتے ہیں؟ آپ غصہ میں آئے اور اپنی جگہ سے اُچک بیٹھے اور فرمانے لگے ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق الخ۔ مجمع الاوصاف صفحہ ۳۲ و حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۵ و بدر الدجے صفحہ ۳۵ و تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۹۳۔

ابطال استدلال کشف الغمہ کتاب شیعہ میں یہ عبارت ابو الفرج ابن جوزی متعصب سنی ناصبی کی کتاب صفوۃ الصفوۃ کے حوالہ سے لکھی ہے جو بمصداق نقل کفر کفر نباشد ہمارے برخلاف حجت نہیں ہو سکتی۔ دیکھو کشف الغمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۰۔ اس عبارت کے آخر لکھا ہے ھذا اخر کلام ابن الجوزی اور نیز یہی عبارت بحوالہ صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی فصول المہمہ ابن صباغ مالکی سنی صفحہ ۲۲۹ میں مسطور ہے اور ایسا ہی

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱ میں بھی مروی ہے پس شیعہ و سنی گواہان کے بیان سے یہ عبارت ابن جوزی وغیرہ سنیوں کی من گھڑت ہے۔ جھوٹی احادیث رسول خداؐ کی طرف منسوب کرنے سے سنی علماء نہ شرمائے تو ائمہ اطہار پر جھوٹ باندھنے سے انکو کب شرم آتی ہے۔

طرز استدلال نمبر۷ (مکاشفہ کشتی حضرت جعفر طیار) تفسیر قمی ذیل آیہ کریمہ ثانی اثنین صفحہ ۱۵۷ میں بایں الفاظ حدیث امام جعفر صادقؑ سے مسطور ہے کہ جب آں حضرت صلعم غار میں تھے ابوبکر کو کہا گویا اس وقت میں وہ کشتی دیکھ رہا ہوں جس میں جعفر اور انکے ساتھی سوار ہیں۔ اور وہ دریا میں کھڑی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ انصار اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھائیے آپنے اُنکی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا پس ابوبکر صدیق نے سب کچھ دیکھا۔ پھر حضور نے فرمایا تو صدیق ہے۔ اس حدیث سے لقب صدیق ہونا ظاہر ہوا۔ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۔

ابطال استدلال (۱) یہ روایت تفسیر قمی صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ ایران و تفسیر برہان جلد۱ صفحہ ۴۲۲ و تفسیر صافی صفحہ ۱۹۳ و روضہ کافی صفحہ ۱۲ میں باد نیٰ تغیر الفاظ موجود ہے جسکے آخری و ابتدائی الفاظ مولف حقیقت نے دیدہ و دانستہ مغالطہ دینے کیلئے چھوڑ دئیے ہیں جن سے بجائے صداقت و فضیلت خلیفہ اول کی فضیحت ثابت ہوتی ہے اسکے ابتدائی حصہ میں ابوبکر صاحب کو غار میں خوف سے اسقدر لرزہ ہونا کہ باوجود تسکین دینے نبی صلعم کے اُسکو آرام نہ ہوا لکھا ہے جسکی وجہ سے حضور صلعم نے اُسکے خیال تبدیل کرنے کیلئے کشتی جعفر کا معجزہ دکھایا اور آخری فقرہ تفسیر قمی وغیرہ میں یہ ہے فاضمر تلک الساعۃ انہ ساحر ترجمہ:۔ ابوبکر نے کشتی حضرت جعفر طیار کو دیکھکر اُسوقت اپنے دل میں ٹھان لیا۔

کرده (نبی اکرم صلعم) ضرور جادوگر ہے۔ اس عبارت کو مولف صاحب نے روایت مذکورہ بالا سے خیانت مجرمانہ کرکے ترک کر دیا ہے۔

(ب) یہی روایت بعینہا کتب مذکورہ بالا میں اند ساحر تک موجود ہے مگر الفاظ انت الصدیق بجز تفسیر قمی کسی اور کتاب میں نہیں ہیں۔ اور تفسیر قمی کی اسناد روایت ہذا مجہول ہے۔ لہذا وہ روایت قابل حجت نہیں۔ آخری الفاظ فقرہ مذکورہ قمی کے یہ ہیں فقال فی نفسہ الآن صدقت انک ساحر اور ابتدائی حصہ حدیث کا راوی مجہول نے اسمیں ذکر نہیں کیا۔ اور بایں ہمہ ابوبکر کے اعتقاد رسول کو ساحر سمجھنے خلاف اس مجہول نے بے موقعہ آخر میں انت الصدیق لگا دیا ہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہے۔

(ج) بفرض تسلیم کلمہ انت الصدیق اس کا یہ مطلب ہے کہ جب ابوبکر صاحب نے معجزہ رسول خدا صلعم دیکھکر حضور کو جادوگر اعتقاد کیا۔ آں حضرت صلعم نے بعلم نبوت یہ معلوم کرکے ابوبکر سے فرمایا تو بھی ایسا اعتقاد رکھتے ہوئے صدیق (سچا) ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تخجیل و تذلیل مخاطب کیلئے بطور انکار ایسے موقع پر اس قسم کے کلمات کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں دوزخیوں کو مخاطب کرکے فرمایا ذق انک انت العزیز الکریم اور یہ بعید از عقل و نقل ہے کہ جو شخص رسول برحق کے معجزہ دیکھنے پر اُسے جادوگر اعتقاد کرے اُس کو رسول خدا صدیق کا حقیقی معنے میں لقب عطا فرمائے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر یہ کلمہ اس روایت میں واقعی وارد بھی ہو تو بطور الزام اور تبکیت خصم اطلاق ہوا ہے۔ نہ برائے اثبات فضیلت خدا ان ملانوں کو ہدایت کرے جنہوں نے اپنے پیٹ پالنے کا ذریعہ ائمہ اہلبیت پر جھوٹ بولنا سمجھ رکھا ہے۔ منہج المقال اور رجال کشی سے جو ایک حوالہ لفظ صدیق میں پیش کیا جاتا ہے اُس میں نبی صلعم یا امام کے زمان سے خلیفہ اول کو صدیق

اور ثانی کو فاروق نہیں بولا گیا بلکہ مجلس میں سے شیخین کی پارٹی کے کسی آدمی نے یہ کہہ دیا تھا جو اُسکا کہنا حجت نہیں دیکھو اصل روایت۔

طرز استدلال نمبر ۸ (حدیث کوہ حرا) شیعہ کی اصح الکتب اخبار ماتم مجلس ۴ صفحہ ۲۷ پر منقول ہے حذیفہ سے روایت ہے کہ کہا حذیفہ نے کہ تھے ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایکروز پہاڑ پر۔ میں گمان کرتا ہوں یعنی بھول گیا ہوں کہ وہ کوہ حرا تھا یا اور کوئی۔ اور رسول خدا صلعم کیساتھ ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے علاوہ ایک جماعت صحابہ مہاجرین و انصار سے جمع تھی اور حضرت انس حاضر تھے وقت بیان اس حدیث کے یعنی روبرو انس کے حذیفہ اس حدیث کو بیان کر رہا تھا (از مجمع الاوصاف صفحہ ۳۰) اس عبارت کے بعد مجمع الاوصاف میں مشکوٰۃ کی حدیث بروایت بخاری لکھی ہے۔ اے احد پہاڑ تو ٹھہر جا کہ نہیں تجھ پر مگر نبی و صدیق اور دو شہید۔ (ب) بدر الدجیٰ صفحہ ۲۷ میں احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے جنبش کی تب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ قرار پکڑ کہ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے۔ انتہیٰ۔

ابطال استدلال اصح الکتب کا کہنا ملانی کا اپنا خیال ہے اور اخبار ماتم میں وہ مضمون جو بخاری سے منقول ہے یعنی صدیق اور دو شہیدوں کے الفاظ ہرگز نہیں۔ یہ مولف مجمع الاوصاف کا اپنی طرف سے پیوند ہے اور نہ اس عبارت کے اخیر میں یہ فقرہ بخاری صدیق اور دو شہید کا موزون ہو سکتا ہے کیونکہ اسپر علاوہ صحاب اربعہ کے جماعت مہاجرین و انصار بھی تھی۔

(ب) احتجاج طبرسی کے حوالہ میں ابوبکر و عمر و عثمان و جماعت مہاجرین و انصار کا ذکر نہیں اس لئے مخالفین کے لئے اس میں کوئی حجت نہیں ہے اور اخبار ماتم

کی مکمل روایت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام امام حسنؑ کی فضیلت میں وارد ہے جو سب صحابہ کے سامنے جناب رسول اللہ صلعم نے ظاہر فرمائی۔ اور جناب امیرؑ اور جناب امام حسنؑ اور رسول خدا صلعم جس پہاڑ پر موجود ہوں اور اسکو بوقت حرکت یہ فرمایا ہو کر تو ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر نبی اور صدیق اور شہید ہے۔ تو یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ جناب رسول خدا نبی اکرم تھے اور جناب علی المرتضےٰ صدیق اور امام حسنؑ شہید تھے اگر امام حسنؑ پہاڑ پر نہ ہوتے تو بھی یہ حدیث جناب رسول خدا صلعم اور جناب علیؑ پر بخوبی صادق آتی ہے کیونکہ جناب علیؑ صدیق اکبر اور شہید تھے۔ شہادت مشہور و معروف ہے۔ اور صدیق اکبر کا ثبوت فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۸۸ و ۲۹۱ و میزان الاعتدال کتاب سنی جلد ۲ صفحہ ۱۷ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۵ و طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ و استیعاب بر اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۵ کتب سنیہ میں ملاحظہ ہو۔

طرز استدلال نمبر ۹ حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۱۱ میں مجالس المومنین صفحہ ۸۸ و ۸۹ سے منقول ہے نبی صلعم نے فرمایا ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن بشئ وقر فی قلبہ ابوبکر صاحب کے ایمان مرکوز فی القلب ہونے پر استدلال کیا۔

ابطال استدلال بجائے وقر فی قلبہ اصل کتاب میں وقر فی صدرہ ہے اور ماقبل و مابعد اس عبارت کے اُسی راوی سے اسی روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے پیغمبر خدا سے عرض کی ابوبکر کو دعوت اسلام دیجئے تاکہ اس کے بھائی بند بھی اس سلسلہ میں داخل ہوں۔ رسول خدا صلعم نے ابوبکر سے تحریک کی (اصل عبارت) و بتدریج تالیف قلب و استدراج و من حیث یعلم و من حیث لا یعلم تا آنکہ بہمت عالی او را بجانب خود مائل ساخت و خاطر او را بحصول جاہ و توسعہ دستگاہ امیدوار گردانید تا آنکہ بآں طمع مسلمان شد

یعنے نبی صلعم نے تالیف قلب سے تدریجاً ابوبکر کو مرتبہ دنیاوی اور حصول مال کی امید دلائی جو بعد میں پیغمبر خدا کو حاصل ہونیکی امید تھی تو اس طمع پر ابوبکر صاحب اسلام لائے (پھر لکھا کہ نبی صلعم اس کے بعد فرماتے تھے) ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن بشئ وقر فی صدرہ۔ و مراد آنحضرت در سینہ ابوبکر نہادہ شد حب ریاست کہ باں مفتون شدہ بازگشت نمود یعنی نبی صلعم بعض صحابہ کو فرماتے تھے ابوبکر نے تم سے نماز روزہ کی حقیقت شناسی میں سبقت نہیں کی بلکہ اس چیز کے سبب سے جلد اسلام لایا ہے جو اسکے سینہ میں جما دی گئی ہے۔ مراد آنحضرت صلعم اس سے وہی چیز ہے جسکی آپنے ابوبکر صاحب کو امید دلائی تھی کہ مال و متاع و حکومت ملینگے۔ اسی حکومت و مال کی وسعت پر فریفتہ ہوکر اُسنے حضور صلعم کی طرف رجوع کیا۔ انتہٰے۔ یہ اصل کتاب سے اصل روایت کا مکمل مطلب۔ اب سنی مولف کی دغابازی کا اندازہ فرمائیے کہ ابوبکر کی اسمیں کیا فضیلت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ابوبکر صاحب دیکھ رہے تھے کہ نبی صلعم کے پاس کوئی مال نہیں کوئی حکومت نہیں وہ کس طرح فریفتہ ہوئے اور کس طرح نبی کے قول کی تصدیق کرلی حالانکہ انکو تصدیق قلبی حاصل نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ درحقیقت ایک راہب یہودی مولوی نے ابوبکر صاحب کو اس طرح کی ایک خبر دی ہوئی تھی جسپر انکو پورا اعتقاد و اعتماد تھا۔ اور اسی کی تصدیق نبی صلعم سے بھی ہوگئی۔ اس بناپر صاحب مذکور کو مال و حکومت کا لالچ پیدا ہوا۔ اور سمجھا کہ ضرور امید ہوسکتی ہے اور اسلام لائے۔ تفصیل فلک النجاۃ ایمان ابوبکر میں ملاحظہ ہو۔ اور نماز و روزہ میں سبقت نہ کرنے سے حضرت ابوبکر کے سابق بالایمان ہونیکی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ جناب امیرؑ سابق بالایمان نے پہلے دن اظہار نبوت کے یا دوسرے دن ہی نماز پڑھی۔ دیکھو فلک النجاۃ۔ اگر ابوبکر صاحب پہلے ایمان لائے ہوتے تو نماز روزہ میں بھی انکو سبقت حاصل ہوتی۔

طرز استدلال نمبر ۱۰ ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۹ و آیات بینات جلد ۱ صفحہ ۱۰ و حقیقت

مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۷، او مجمع الاوصاف صفحہ ۱۴ و بدر الدجے صفحہ ۷، ۸ کتب مناظرہ سینہ میں ہے، فصول المہمہ کتاب شیعہ میں ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے ایک ایسی جماعت کو دیکھا جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے حق میں سخت و سست کلمات کہہ رہے تھے آپنے فرمایا تم مہاجر ہو۔ عرض کیا گیا نہیں پھر فرمایا۔ کیا تم انصار ہو عرض کیا گیا نہیں۔ آپنے فرمایا تم ان سے نہیں تو ان میں سے بھی نہیں ہو جو اگلے لوگوں کیلئے بخشش مانگیں * (خلاصہ حدیث)

ابطال استدلال میرے کتبخانہ میں کتاب فصول المہمہ شیخ حر عاملی شیعہ کی تالیف موجود ہے۔ کوئی سنی عالم ہے جو یہ حدیث اس کتاب میں سے نکالکر دکھائے ہم کو تو اسمیں نہیں ملتی یہ سنی علماء کی سراسر دھوکا دہی و جعلسازی ہے کہ اپنی کتاب فصول المہمہ ابن صباغ مالکی سنی کی بیان کردہ حدیث کو اُسکے ہمنام کتاب شیعہ کی طرف منسوب کردیا ہے جو صداقت و دیانت سے بعید ہے۔ دیکھو فصول المہمہ ابن صباغ مالکی سُنی صفحہ ۲۱۶ جسمیں یہ حدیث بعینہ انہی الفاظ سے حرف بحرف موجود ہے *

طرز استدلال نمبر ۱۱ (حدیث سمع و بصر و فواد) حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۹ و ۱۰ میں ہے تفسیر امام حسن عسکریؑ صفحہ ۲۱۴ میں لکھا ہے فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا۔ اور بائی تیرے الکی بات موافق زبان تیری کے تحقیق خدا نے تجھکو بمنزلہ سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھکو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے (و بدر الدجے صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۰۱ و آیات بینات صفحہ ۴ بحوالہ منتہی الکلام)

ابطال استدلال معلوم ہوتا ہے کہ مولف حقیقت نے چشم بصیرت کو بند کرکے اِن شرطیہ کو ترجمہ میں بالکل نظر انداز کردیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی *

(ب) اگر مولف حقیقت اس لفظ اِنْ کو جسکو اپنے قلم سے عبارت تفسیر میں نقل کیا ہے مخفف عن المثقل قرار دیتا ہے تو یہ اسکی سراسر غلطی اور علم عربی سے نادانی ہے کیونکہ اِنْ مخففہ کے بعد افعال مفید معنی علم ظن کا ہونا ضروری ہے یعنی افعال قلبیہ یا افعال شک و یقین کا ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی خبر میں لام کا آنا بھی منجملہ لوازمات کے ہے دیکھو متن متین صفحہ ۲۷۹ کتاب نحو۔ اور قرآنی مثال اسکی یہ ہے وان نظنک لمن الکذبین۔ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ھدی اللہ اور علاوہ بریں حدیث محولہ بالا میں اس عبارت منقولہ سے پہلے سیاق کلام میں حروف شرط چلے آتے ہیں چنانچہ عنقریب لکھا جائیگا۔

(ج) مولف حقیقت نے اپنی کم علمی کا ایک اور ثبوت دیا ہے کہ حدیث مذکورہ میں ماضی کے صیغوں پر زور دیا ہے۔ حالانکہ اس موقعہ پر ماضی بمعنے مستقبل وارد ہے کیونکہ اسپر حرف شرط آگیا ہے جو ماضی کو بمعنے مستقبل کردیتا ہے دیکھو متن متین صفحہ ۲۴۶ الماضی بمعنی المستقبل اذا اخبر بہ عن مستقبل او دخلہ اداۃ شرط قرآنی مثال یہ ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح * سورہ اذا الشمس کورت تمام کی تمام سورہ اذا السماء انفطرت اذا القبور بعثرت۔ (د) یہ حدیث تفسیر امام حسن عسکریؑ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۰۳ میں بذیل تفسیر قولہ تعالے اوکلما عاھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یؤمنون مروی ہے امام محمد باقرؑ سے امام حسن عسکریؑ روایت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ یہود اور ناصبیوں کو سرزنش فرماتا ہے جنہوں نے ان مواعید کو توڑ دیا جنپر اُن سے عہد لیا گیا تھا (تا اینکہ فرمایا) یہ آئندہ عمر میں بھی ایمان لانیوالے اور توبہ کرنیوالے معلوم نہیں ہوتے باوجودیکہ اُنہوں نے معجزات کا مشاہدہ بھی کرلیا ہے۔ اور رسول خدا صلعم فرماتے ہیں جو عہد پر وفا کرے اُس کیلئے انعام و اکرام ہے۔ اور جو اپنے عہد کو توڑ دے اُسکا وبال اسی پر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اُس سے بدلہ لیگا۔ اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے۔ یہ جناب محمد صلعم

کی سب صحابہ کے لئے وصیت تھی۔ اور یہی وصیت آپ نے اُس وقت بھی فرمائی جب غار میں تشریف لیگئے۔ اس طرح کہ آپنے ابوبکر سے فرمایا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے ان واسلك وساعدك ووازرك وثبت علی تعاهدك وتعاقدك كان فی الجنة من رفقائك یعنی اگر ابوبکر تیرے ساتھ اُنس رکھے اور تجھ سے موافقت کرے اور تیری مدد کرے اور تیرے ساتھ نجتہ وعدوں پر ثابت قدم رہے تب وہ تیرے ساتھ جنت میں تیرے رفیقوں سے ہوگا۔ (پھر فرمایا) کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا لاجرم ان اطلع اللہ علی قلبك ووجد ما فیه موافقاً لما جری علی لسانك جعلك منی بمنزلة السمع والبصر والرأس من الجسد وبمنزلة الروح من البدن كعلی الذی هو منی كذلك وعلی فوق ذلك لزیادة فضائله وشرف خصاله یا ابا بكر من عاهد الله ثم لم ینكثه ولم یغیر ولم یبدله ولم یحسد من قد ابانه الله بالتفضیل فهو معی فی الرفیع الاعلی

ترجمہ:۔ یقین ہے کہ اگر خدا نے تیرے دل پر اطلاع پاکر اسکو تیری زبانی کلام کے موافق پایا تو تجھکو مجھ سے بمنزلہ کان و آنکھ اور سر اور روح کے بدن سے بنائیگا جیسا کہ علیؑ مجھ سے اسی طرح ہے بلکہ علیؑ بوجہ اپنی فضیلت اور اچھے خصال کے اس سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ اے ابابکر جو خدا سے کوئی معاملہ ومعاہدہ کرے پھر اُس کو نہ توڑے اور نہ اُس کو تغیر وتبدل کرے اور نہ وہ ایسے شخص پر حسد کرے جسکو اللہ تعالے نے فضیلت میں منتخب کرلیا ہے (یعنے حضرت علیؑ پر) تو وہ شخص میرے ساتھ بلند مدارج میں ہوگا (پھر امام صاحب نے فرمایا) جناب رسول اللہ صلعم نے اپنے اعجاز سے حضرت ابوبکر کو وہ فرشتے دکھائے جو یہ پکار رہے تھے کہ اے محمد صلعم جنے تیرے وعدہ کو وفا کیا وہ تیرے ساتھ بہشت میں رفیق ہوگا۔ اور جس نے اس عہد کو توڑا اُسکا وبال اُس کے نفس پر ہوگا وهو من قرناء ابلیس اللعین فی طبقات النیران الخ یعنے وہ ابلیس ملعون کے ساتھ دوزخ کی گھاٹیوں میں رہیگا۔ انتہے + ترجمتہ ملخصاً +

نتیجہ:۔ اس حدیث سے کوئی فضیلت حضرت ابوبکر کی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انکی مذمت ثابت ہوتی ہے کہ باوجود اس قدر اہتمام عہد پختہ کرنے اور نکث عہد سے ڈرانے اور فرشتوں کی آواز سے وفا کی تاکید کرانے کے پھر بھی ابوبکر صاحب رسول خدا صلعم کے عہد پر قائم نہ رہے۔ غور فرمائیے یہ کلام امام عالیمقام کا ایسی آیت کی تفسیر میں وارد ہے جس میں عہد توڑنے والوں پر زجر و توبیخ آئی ہے کہ وہ باوجود مشاہدہ معجزات کے بھی ایمان نہیں لائے اور عہد کو توڑ دیا۔ مثال میں اس قصہ ابوبکر کو بھی بیان فرمایا۔ نبی صلعم وفا کی شرط بار بار سنانے اور عہد شکنی پر عقاب سے ڈراتے رہے۔ اس حدیث کے علاوہ شہداء اُحد کے مکالمہ کیوقت بھی ابوبکر صاحب کو مخاطب کرکے احداث پیدا کرنے اور عہد توڑنے سے ڈرایا مگر حضرت خلیفہ اوّل کے دل پر ترغیب بہشت ورفاقت آنحضرت صلعم کا اثر نہ ہوا اور باوجودیکہ اسی حدیث میں حضرت علی کے فضائل امامت وخلافت پر حسد کرنے سے آنحضرت صلعم نے خاص طور پر اُسے ڈرایا اور مفاد اخروی کی یہ شرط قرار دی کہ وہ تغیر وتبدل نہ کرے اور فضائل مخصوصہ حضرت علیؑ پر حسد نہ کرے۔ مگر وہ صاحب بے دھڑک مسند نبی وعلیؑ پر بلا اجازت اُن کے بیٹھ گئے۔ اور جناب لخت جگر رسولخدا صلعم سیدۃ النساء و برادر مصطفے علی المرتضےؑ کو بجائے تعظیم وتکریم بہت کچھ صدمات پہنچائے واذا فات الشرط فات المشروط اور جیسے صاحب مذکور بیعت رضوان کے توڑنے سے اُسکے مفاد نہ لے سکے۔ ان وصایا نبی پر قائم نہ رہنے سے ویسے ہی مفاد اس حدیث سے محروم رہے۔ دیکھو مضمون احادیث امامیہ بذیل طرز استدلال نمبر۹۔ اعتقادات از بحث ثلاثہ۔ نیز دیکھو استدلال نمبر۷ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ ابوبکر صاحب نے غار میں رسول خدا صلعم کو جادوگر اعتقاد کیا۔ یہ خوب ایمانداری اور عہد پر وفاداری ہے +

اور رقعہ غار میں جناب علیؑ مرتضیٰ کی فضیلت کے لئے آیت ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ شاہد ہے کہ علیؑ نے اپنی جان رسول خدا صلعم پر رضائے خدا تعالیٰ کے لئے فدا کردی۔ دیکھو تفسیر کبیر فخر رازی وتفسیر حسینی ودیگر تفاسیر بذیل آیہ مذکورہ وکتب تواریخ سُنیہ ✦

خدا کے علم میں شک نہیں ہوتا۔ مگر باعتبار ظاہری حالات کے آزمائش کے مقام پر ایسے کلمات وارد ہیں جیسے ان اطلع اللہ علے قلبکم قرآن میں اسکی بہت مثالیں موجود ہیں۔ نمونہ کے لئے دیکھو پارہ ۱۰ ارکوع ۲ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا۔ اور دوسرے مقام پر ہے ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم وغیرہ ✦

طرز استدلال نمبر ۱۲ شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام موسےٰ رضاؑ سے روایت کی ہے امام حسنؑ بن علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میرے سمع کے ہے۔ اور عمر بمنزلہ میرے بصر کے ہے اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہے۔ اب ناظرین کرام اصحاب ثلاثہ کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمادیں۔ بدر الدجےٰ صفحہ ۱۱۶ بعینہٖ ✦

ابطال استدلال اس حدیث میں بھی اپنی عادت مستمرہ کے مطابق اہل سنت نے خیانت مجرمانہ کی ہے۔ مکمل حدیث اصل کتاب میں دیکھنے سے ثلاثہ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کا خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ دیکھو معانی الاخبار صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ایران عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ صلعم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد قال فلما کان من الغد دخلت الیہ وعندہ امیر المؤمنین وابوبکر وعمر وعثمان فقلت لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ھؤلاء قولا فما ھو فقال علیہ السلام نعم

ثم اشار بیدہ الیھم فقال ھم السمع والبصر والفؤاد وسیسئلون عن ولایۃ وصیی ھذا واشار الی علی ابن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہ ثم قال ان اللہ عز وجل یقول ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ ثم قال وعزۃ ربی ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیٰمۃ ومسئولون عن ولایتہ وذالک قول اللہ عز وجل وقفوھم انھم مسئولون ترجمہ۔ امام حسنؑ جناب رسول خدا صلعم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تحقیق ابوبکر مجھ سے بمنزلہ کان کے (قریب) ہے اور عمر مجھ سے بمنزلہ آنکھ کے (قریب) ہے۔ اور عثمان مجھ سے بمنزلہ دل کے (قریب) ہے۔ امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ میں جب دوسرے دن گیا آنحضرت صلعم کے پاس جناب امیر علیہ السلام و عمر و عثمان بھی موجود تھے میں نے عرض کیا ابا جان میں نے آپسے آپکے ان صحابہ کے بارے میں جو کلام سُنا ہے اُس کا کیا مطلب ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا ہاں پھر ان صحابہ کیطرف اشارہ فرمایا کہ وہ سمع وبصر اور دل (قرب مجلس میں) ہیں۔ اور وہ وقت قریب ہے کہ ان سے تسلیم ولایت میرے اس وصی کا اور حضرت علیؑ کی طرف اشارہ فرمایا سوال کیا جائیگا۔ پھر اس آیت کو پڑھا تحقیق کان اور آنکھ اور دل سب سے پوچھا جائیگا (حق کو سنکر و دیکھکر۔ جانکر کیوں قبول نہ کیا) پھر فرمایا۔ خدا کی قسم تحقیق میری ساری امت کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور ولایت حضرت علیؑ کی بابت اُن سے پوچھا جائیگا۔ فرمایا آیت وقفوھم انھم مسئولون کا یہی مطلب ہے۔ انتہیٰ۔ آیت موخر الذکر کی یہی تفسیر بروایت ابوسعید خدری نبی صلعم سے کتاب سُنی صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۷ میں بھی مروی ہے ✦

نتیجہ:۔ اس کلام نبوی سے اصحاب ثلاثہ کو توبیخ وتنبیہ کرنی منظور تھی کہ باوجود اس قدر تعلقات وقرب ظاہری ان کے کہ گویا سمع وبصر وقلب ہیں پھر ولایت

و وصایت جناب امیرؑ سے ان کا انکار اور مخالفت فرمان نبوی سب سے زیادہ قابل مواخذہ ہوگا۔ اور ان سے مطابق آیہ سمع بصر فواد خاص باز پرس ہوگی۔ ان کے انکار ولایت کا ثبوت فلک النجاۃ جلد اول میں ملاحظہ ہو۔ پس جو دنیا میں ولایت جناب امیرؑ کے مقر ہونگے وہ آخرت میں بھی صحیح جواب پر کامیاب ہونگے۔ اور جو آنجناب کے مخالف ہونگے وہ آخرت میں ناکام ہو کر دوزخ میں جائینگے۔

طرز استدلال نمبر ۱۳ (حدیث امامان عادلان) احقاق الحق معتبر کتاب شیعوں میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے یہ روایت منقول ہے کہ ھما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ

ترجمہ:۔ وہ دونوں تھے امام عادل۔ عدل کرتے تھے حق پر۔ اور مرے اسی پر پس انپر رحمت خدا کی قیامت کے دن تک ہو۔ بدر الدجیٰ صفحہ ۳۵ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۳۔

ابطال استدلال مولف حقیقت مذہب شیعہ کی خاص خیانت اور جعلسازی ہے کہ فقرۂ حدیث کو توڑ پھوڑ کر لفظی اور معنوی تحریف کر کے مطلب بگاڑ دیا ہے۔ ایک تو بجائے فعلیہما رحمۃ اللہ رحمہما اللہ لکھا ہے اور یوم القیمۃ کے ساتھ الیٰ کا پیوند لگایا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین متعصب سنیوں نے بدستور خیانت مجرمانہ و مخالفت دیانت سے اس عبارت کو نامکمل لکھکر برخلاف منشاء امام علیہ السلام غلط ترجمہ کر کے عوام کو دام تزویر میں پھنسانا چاہا ہے۔ ہم اس عبارت کو مکمل کتاب مذکور سے بعینہٖ نقل کر کے مخالفین کے دانت کھٹے کر دیتے ہیں۔ کتاب احقاق الحق کے مقدمہ صفحہ ۹ بیان مقامات تقیہ میں لکھا ہے منہا ما روی انہ سأل رجل من المخالفین عن الامام الصادقؑ وقال یا بن رسول اللہ صلعم ما تقول فی

ابی بکر وعمر فقال ھما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ فلما انصرف الناس قال لہ رجل من خاصتہ یا بن رسول اللہ صلعم لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر وعمر فقال نعم ھما امامًا اھل النار کما قال اللہ سبحنہ وجعلنا منھم ائمۃ یدعون الی النار واما القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا۔ واما العادلان فلعدولھم عن الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بربھم یعدلون۔ والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ھو امیر المؤمنین حیث اٰذیاہ وغصبا حقہ والمراد من موتھما علی الحق انھما ماتا علیٰ عداوتہ من غیر ندامۃ عن ذالک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ للمؤمنین وسیکون خصما لھما ساخطا علیھما منتقما منھما یوم الدین انتھٰی۔

ترجمہ:۔ منجملہ مقامات تقیہ یہ ہے کہ جو اس طرح مروی ہے کہ مخالفین سے ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا اے رسول اللہؐ کے بیٹے آپ ابوبکر وعمر کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا وہ دونوں امام عادل قاسط ہیں دونوں حق پر تھے (حق کے اوپر تھے اور دبا لیا) اور اسی پر فوت ہوئے۔ پس دونوں کے اوپر قیامت کے دن رحمت خدا (رسول خدا صلعم) ہونگے۔ جب عام لوگ چلے گئے خواص بارگاہ سے ایک نے عرض کیا اے بیٹے رسول اللہ صلعم کے تحقیق مجھے اس سے تعجب ہوا ہے جو آپنے ابوبکر وعمر کے حق میں فرمایا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں اسکے معنے سنو۔ وہ دونوں دوزخیوں کے امام (پیشوا) ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ان میں سے ایسے امام بھی بنائے (پیدا کئے) جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور قاسط کا وہ معنے ہے جو اس آیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے لیکن قاسطین دوزخ کا ایندھن (پنجابی-بالن) ہونگے۔ اور عادلان سے مراد حق سے پھر جانیوالے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنہوں نے کفر کیا وہ حق سے پھر جاتے اور اپنے رب کے ساتھ جھوٹے معبودوں کو برابر جانتے ہیں (اس جگہ بناوٹی اماموں کو ائمہ ہدیٰ کے برابر سمجھنے میں حق سے پھرنا مراد ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ءالٰہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون - پارہ ۲۰ رکوع ۱) اور حق سے مراد امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں جنپر وہ دونوں تسلط کر کے غاصب خلافت ہوئے اور انہوں نے جناب امیر کو ایذا دی۔ اور دونوں کی موت اسی عمل پر ہوئی۔ اور جناب امیرؑ کی دشمنی پر مرے ۔ اور اس سے توبہ نہ کی۔ اور رحمت اللہ سے مراد جناب رسولخدا صلعم ہیں کیونکہ آپکو خدا تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کے خطاب سے یاد فرمایا ہے قریب ہے کہ قیامت کو ان دونوں پر حضور صلعم خصیم اور مقابل مدعی غضبناک ہونگے اور خدا کی بارگاہ میں دادرسی کیلئے دونوں پر دعویدار ہو کر ان سے بدلہ لیں گے۔ اب انصاف فرمائیے سُنی صاحبان اس حدیث شریف سے حضرات شیخین کی تعریف و مدح ثابت ہوتی ہے یا مذمت و فضیحت - افتومنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض

طرز استدلال نمبر ۱۴ } (حدیث فضل ابی بکر و عمر) کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۲۰۴ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے لست بمنکر فضل ابی بکر و لست بمنکر فضل عمر و لکن ابا بکر افضل من عمر الخ ترجمہ:- فرمایا امام باقرؑ نے کہ میں ابو بکر صدیق و عمر کے فضائل سے انکار نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ ابا بکر صدیق زیادہ افضل ہے عمر سے۔ دیکھو حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۰

ابطال استدلال } یہ عبارت بھی سُنی مؤلف نے بڑی بھاری خیانت اور مغالطہ دہی سے لکھی ہے مکمل روایت سے بجائے فضیلت مذمت و فضیحت ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس حدیث سے چند دیگر موضوع احادیث فضائل شیخین کی بھی مردود

ہو جاتی ہیں۔ دیکھو احتجاج طبرسی صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰ مطبوعہ ایران۔ اس میں ایک مکالمہ طویل یحییٰ بن اکثم[1] اور امام محمد باقرؑ کا درج ہے جسکا بخوف طوالت ترجمہ لکھدیا جاتا ہے۔ مگر عبارت محولہ سُنی مولف اصل عربی لکھی جائیگی:-

یحییٰ بن اکثم :- اے بیٹے رسول اللہ صلعم کے آپ اس حدیث کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو بیان کی جاتی ہے کہ جبرئیلؑ رسول صلعم کے پاس آیا اور کہا خدا تعالیٰ آپکو سلام کے بعد فرماتا ہے ابو بکر سے پوچھئے وہ ہم سے رضی ہے میں تو اُس پر راضی ہوں۔

امام علیہ السلام ۔ میں فضیلت کا انکار نہیں کرونگا (اگر ثابت ہو تو مان لونگا) مگر اس حدیث بیان کرنیوالے پر واجب ہے کہ اس حدیث پر بھی عمل کرے جو رسولخدا صلعم نے حجۃ الوداع کے وقت فرمائی کہ مجھپر جھوٹی حدیثیں بنانے والے بہت ہو گئے ہیں اور بہت ہونگے۔ جسنے مجھپر عمداً جھوٹ بولا اس نے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی (اس حدیث سے امام صاحب پہلی حدیث کو جھٹلا رہے ہیں) جب میری حدیث تم کو پہنچے اس کو قرآن سے مطابقت دو جو موافق کتاب اللہ اور میری سنت کے ہو اس پر عمل کرو اور ان دونوں کے مخالف ہو تو اس پر عمل نہ کرو۔ اور یہ حدیث جو ابو بکر کے بارہ میں بیان ہوئی ہے کتاب اللہ کے موافق نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے آدمی کو پیدا کیا ہے۔ اور جو بات اُسکے اندر کھٹکتی ہو اس کو بھی ہم جان لیتے ہیں۔ ہم اُس کی شاہ رگ سے زیادہ اُس کے قریب ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ابو بکر کی رضا یا غضب کس طرح مخفی رہے کہ اس پوشیدہ راز کو ابو بکر

[1] یحییٰ بن اکثم جو امام محمد باقرؑ سے مکالمہ میں شیخین کے فضائل بیان کر رہا ہے وہ سنیوں کا مشہور و معروف قاضی بغداد تھا جسکو مامون خلیفہ نے امام محمد تقیؑ سے مناظرہ کرانے کیلئے بھی اسی کو منتخب کیا تھا دیکھو سنیوں کی صواعق محرقہ مصری صفحہ ۱۲۳ پس اس شاہی قاضی سُنی کے سامنے امام محمد باقر علیہ السلام نے فضائل شیخین کی نہایت نرمی و سنجیدگی سے اس طرح تردید فرمائی کہ قاضی کو زیادہ رنج بھی پیدا نہ ہوا اور اس کو خاموش بھی ہونا پڑا ۱۲ منہ

سے پوچھنے کی حاجت پڑی۔ یہ عقلاً محال ہے (اسی طرح بعینہ سنیوں کے علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جزو ۱۱ صفحہ ۱۰ مطبوعہ ایران میں اس حدیث کا موضوع ہونا تسلیم کرتے ہیں)

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر و عمر زمین پر ایسے ہیں جیسے آسمان پر جبرئیل و میکائیل ہیں۔

امام علیہ السلام - یہ بھی قابل غور ہے کہ جبرئیل و میکائیل دونوں مقرب فرشتے ہیں جنہوں نے کبھی ایک لمحہ بھی خلاف طاعتِ الٰہی نافرمانی نہیں کی اور ابو بکر و عمر نے خدا کے ساتھ شرک کیا اگرچہ بعدہٗ اسلام لائے مگر اکثر زمانہ اُن کا شرک میں گذرا لہٰذا یہ محال ہے کہ خدا تعالیٰ یا رسول خدا صلعم انکو ایسے مقرب فرشتوں سے تشبیہ دیں

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں بہشت کے بڈھوں کے سردار ہونگے آپ کا اس میں کیا اعتقاد ہے۔

امام علیہ السلام :- یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ اہل بہشت جوان ہونگے بوڑھے نہ ہونگے اور اس خبر کو بنی امیہ نے اُس حدیث کے مضاد (مخالف) وضع کر لیا ہے جس میں رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ دونوں جوانان بہشت کے سردار ہیں۔

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمر ابن خطاب بہشتیوں کا چراغ ہوگا۔

امام علیہ السلام - یہ بھی محال ہے بہشت خدا کے مقرب فرشتوں اور حضرت آدمؑ و حضرت محمد صلعم اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے انوار سے منور نہ ہوا اور نور حضرت عمر کا محتاج رہے (نبی صلعم کو خدا تعالیٰ نے سراج منیر کا خطاب دیا ہے۔

یایہا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا) تو خدائی چراغ کی موجودگی میں حضرت عمر کے چراغ کی کیا ضرورت ہوگی یہ یار لوگوں کا افسانہ ہے۔ اس حدیث کا موضوع ہونا سنیوں نے خود تسلیم کیا ہے

دیکھو میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۸۰، ترجمہ احمد بن یوسف المنبجی نمبر ۱۵۶ قال ابو نعیم ھذا باطل مخالف لکتاب اللہ - اتی بخبر کذب)

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ زبان حضرت عمر کی حق بولتی ہے۔

امام علیہ السلام - لست بمکر فضل عمر ولکن ابا بکر افضل من عمر فقال علی راس المنبر ان لی شیطانا یعتربنی فاذا املت فسددونی۔ ترجمہ:- میں عمر صاحب کی فضیلت کا انکار نہیں کرونگا لیکن ابا بکر نے جو عمر سے افضل مانا جاتا ہے برسر منبر یہ اقرار کیا ہے کہ میرے ساتھ شیطان ہے جو مجھے پکڑ لیتا ہے جب میں حق سے پھر جاؤں تم مجھے سیدھا اور درست کر دیا کرو (اس روایت ان لی شیطانا الخ کا ثبوت کتب سنیہ سے دیکھنا ہو تو فلک النجاۃ دیکھو۔ امامؑ کا منشاء یہ ہے کہ عمر صاحب جو ابو بکر سے کم درجہ پر ہیں کس طرح شیطانی تسلط سے بچ سکتے ہیں کہ ان کی زبان سے بغیر حق کچھ نکلے نہ جو اُن سے افضل کا یہ حال ہے؟ اور عمر صاحب کے غلط فتوے کو جب بڑھیا عورتوں تک صحیح کر دیتی تھیں کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ اُن کی زبان سے بغیر حق کچھ نہیں نکلتا تھا۔ وہ خود اقراری ہیں کہ مجھ سے ہر کس شریعت کا زیادہ واقف ہے۔ اور کہا کرتے تھے لولا علی لھلک عمر دیکھو فلک النجاۃ بیان علم عمر)

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میں نبوت کیلئے مبعوث نہ ہوتا تو عمر کو نبی بنایا جاتا۔

امام علیہ السلام - خدا کی کتاب اس روایت سے زیادہ سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے نبیوں سے عہد لیا تجھ سے اور حضرت نوحؑ سے۔ جب پیغمبروں سے عہد لیا گیا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عہد کو توڑ دے اور نیز کل پیغمبروں نے طرفۃ العین میں بھی شرک نہیں کیا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُسکو نبی کرے جسکا اکثر حصہ زندگی شرک میں گذرا ہے (چھ سال نبی صلعم

دعوتِ اسلام دیتے رہے تب بھی عمر صاحب اسلام نہ لائے جب لائے تو وہ بھی ایسی حالت سے جو فلک النجاۃ میں لکھی ہے۔ اور پھر بھی نبوت میں شک کرتے رہے۔ تو ایسی نورانیت اور معرفتِ خدا پر اُن میں مادۂ پیغمبری موجود تھا) اور نبی صلعم فرماتے ہیں۔ آدمؑ ابھی جبہ میں بن رہے تھے کہ میں نبی مقرر ہو چکا تھا (جب وہ نبی مقرر ہو چکے تو یہ شک کیسا کہ جناب محمد صلعم نبی بنائے جائیں یا عمر صاحب)

یحیٰ بن اکثم۔ بیان کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر عذاب نازل ہوتا تو بغیر عمر صاحب کے کوئی نجات نہ پاتا۔

امام علیہ السلام۔ یہ بھی محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا تعالیٰ انکو اس حال میں عذاب نہیں دیتا کہ تم ان میں موجود ہو اور انکو اس حالت میں عذاب نہیں کرتا کہ وہ خدا سے بخشش مانگتے ہوں۔ انتہیٰ۔

نوٹ۔ امام علیہ السلام کی غرض آخری فقرہ سے یہ ہے کہ اگر عمر صاحب کے بغیر کوئی نہ بچتا تو اول جناب سید الانبیا کو لیجئے کہ انکا کیا حال ہوتا جو دوسروں کے لئے بھی باعثِ نجات تھے۔ پھر مطابق آیت نبی صلعم کی موجودگی میں صحابہ کو عذاب کس طرح ہوتا۔ پھر دوسری آیت کے مطابق استغفار کرنیوالوں کو عذاب نہیں ہونا تھا۔ اور صحابہ میں کچھ لوگ بخشش مانگنے والے ضرور تھے۔ سب کس طرح عذاب میں گرفتار ہوتے؟ مذکورہ بالا مکالمہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرات اصحابِ ثلاثہ کے بارے میں جسقدر احادیث فضائل اہلِ تسنن میں مشہور ہیں سب جھوٹی اور خلاف نقل و عقل ہیں۔ سیاقِ کلام حضرت امام علیہ السلام سے اہلِ تسنن لست بمنکر فضل ابی بکر و فضل عمر کا حقیقی معنے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ جس سے بجائے فضیلت شکایت ثابت ہے۔ فضائل صحابہ

کے بارہ میں موضوع احادیث کا مشہور ہونا اور بادشاہانِ اسلام کے حکم سے بنایا جانا ہم ایک سنی عالم کے قلم سے ثابت کرتے ہیں۔

معاویہ کے وقت جھوٹی احادیث بنانے پر تنخواہ ملتی تھی۔ علامہ ابن ابی الحدید سُنی شرح نہج البلاغہ میں بذیل شرح کلام جنابِ امیرؑ ان فی ایدی الناس حقاً و باطلاً و صدقاً و کذباً و ناسخاً و منسوخاً الخ چند احادیث موضوعہ کا ذکر کرتے ہیں جن میں ابو بکر صاحب کی نسبت حدیث اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر کو دوست بناتا اور دوسرے دروازے بند کرو ابو بکر کا کھلا رہے اور خدا کا پوچھنا کہ ابو بکر میں تو تم سے راضی ہوں تو راضی ہے وغیرہ کو موضوع لکھا ہے۔ اور علامہ موصوف شرح کلامؑ مذکور میں صفحہ ۸ جزء ۱۱ (مطبوعہ ایران) پر لکھتے ہیں کہ معاویہ کے زمانہ میں بالخصوص بہت جھوٹی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔ اور بڑے ثقہ محدث بھی اُن احادیث کو صحیح حدیثوں میں ملا کر بیان کرتے چلے آئے ہیں بعض کی نسبت اُن محدثین نے موضوع ہونیکا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن صحابہ سے ماتحت راویوں پر طعن کرتے ہیں۔ اور صحابہ پر بوجہ صحبت طعن نہیں کرتے لیکن اُنکا حال بیان کرتے ہوئے طعن کر بھی جاتے ہیں جیسے بُسر بن ارطاۃ وغیرہ کے حال میں لکھا ہے (پھر لکھا ہے) معاویہ نے اپنے اہلکاروں کو تمام اطراف و اکناف میں یہ حکم دیا کہ شیعیانِ علیؑ کی گواہی منظور نہ کیجائے اور یہ خیال رکھو کہ جو گروہ حضرت عثمان اور انکے حُب داروں سے ہو اور جو لوگ اُس کے فضائل و مناقب روایت کریں انکے مدارج بڑھا دو۔ اور حکومت میں انکو مقرب سمجھو۔ اُنکی تعظیم کرو۔ اور جسقدر حضرت عثمان کے بارہ میں کوئی شخص فضائل روایت کرے اُس کا میرے پاس معہ اسکی ولدیت و قومیت کے نام لکھو۔ پس لوگوں نے یہ کام شروع کیا حتیٰ کہ لوگوں نے فضائل حضرت عثمان اور اُس کے مناقب

ــــ نیز دیکھو کنز العمال جلد ۵ [illegible] $\frac{۲۱۵}{۲۲۴}$ [illegible]

۵۱ علامہ مذکور نے صفحہ ۱ پر وضاعین صحابہ و تابعین کی ایک فہرست لکھی ہے ۱۲ منہ

بہت کچھ بنائے کیونکہ اس امر پر اُن کو معاویہ کی طرف سے انعام اکرام سرپا اور جاگیریں ملتی تھیں ۔ پس ہر شہر میں اس قسم کے بہت لوگ ہوگئے جو اپنی مرتبت دنیاوی کی خاطر حدیثیں بنایا کرتے تھے ۔ پس ایسا کوئی خسیس سے خسیس آدمی نہیں تھا جو اہلکار معاویہ کے پاس آکر فضیلت اور منقبت امیر عثمان میں کوئی روایت کی ہو اور اُس کا نام رجسٹر تنخواہ خواروں میں نہ لکھا گیا ہو یا وہ مقرب نہ سمجھا گیا ہو ۔ پس کچھ زمانہ یہی صورت رہی ۔ پھر معاویہ نے اپنے اہلکاروں کو لکھا ان الحدیث فی عثمان قد کثر و فشا فی کل مصر و فی کل وجه و ناحیة فاذا جاءکم کتابی هذا فادعوا الناس الی الروایة فی فضائل الصحابة والخلفاء الاولین ولا تترکوا خبرا یرویه احد من المسلمین فی ابی تراب واتونی بمناقض له فی الصحابة مفتعلة فان هذا احب الی واقر لعینی وادحض لحجة ابی تراب وشیعته یعنی پھر معاویہ نے یہ حکم جاری کیا کہ امیر عثمان کے بارے میں حدیث فضائل کی بہت شائع ہو چکی ہے ۔ اب میرے اس حکم پہنچنے کے بعد لوگوں کو اس امر کا حکم دو کہ فضائل مطلق صحابہ اور پہلے خلفاء کے روایت کریں ۔ اور کوئی ایسی حدیث نہ چھوڑو جسکو کوئی مسلمان ابو تراب (علیؑ) کے بارے میں روایت کرتا ہو ۔ مگر یہ کہ اُسکے مخالف مقابل میں بناوٹی احادیث پیش کرو جو باقی صحابہ کے فضائل پر دال ہو ۔ پس یہ میرے نزدیک بہت بہتر اور مجھے زیادہ پسند ہے اور یہ بات دلائل ابو تراب اور اُس کے شیعہ کے توڑنے میں کافی مصالحہ ہے (اس کے بعد لکھا) فرویت اخبار کثیرة فی مناقب الصحابة مفتعلة لا حقیقة لها وجد الناس فی روایة ما یجری هذا المجری الخ یعنی مناقب صحابہ میں بہت حدیثیں جھوٹی اور بناوٹی ایسی روایت کی گئیں جنکی کوئی اصلیت نہ تھی اور لوگوں نے اسمیں بڑی کوشش کی حتی کہ اپنے لڑکوں ۔۔۔ اور غلاموں سب کو ایسی حدیثیں تعلیم دیں اور استادوں کو اسپر مقرر کیا کہ یہ حدیثیں مثل قرآن کے سب کو پڑھاویں ۔ الخ

ف دیکھو ضمیمہ ۲ صفحہ ١٥٩

طرز استدلال نمبر ١٥ ﴾ بدر الدجیٰ صفحہ ، وحقیقت مذہب شیعہ صفحہ ١٣ میں منہج الصادقین سے منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم فرمود کہ اگر عذاب نازل شدے غیر از عمر و سعد و معاذ کسے نجات نمے یافت ۔

ابطال استدلال ﴾ اس کا جواب بفرمان امام علیہ السلام استدلال نمبر ١٤ کے آخری فقرہ میں گذر چکا ہے ۔ امام علیہ السلام نے اس کو مخالف قرآن قرار دیکر تکذیب فرمائی ہے ۔ یہ روایت شیعہ کی اسناد سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ خلاصہ المنہج میں بذیل تفسیر و یریدون عرض الدنیا لکھا ہے کہ اس آیت میں ابوبکر پر عتاب وارد ہوا ہے کجا اعملوا ما شئتم اور کجا مذمت حرص دنیا و عتاب ۔ ناقل عبارت بالا کا افترا ہے کوئی تعریف ابوبکر و عمر کی کسی روایت صحیح شیعہ میں نہیں پائی گئی ۔ اگرچہ کتب تفاسیر و تواریخ شیعہ میں بعض روایات سنیہ بطور نقل کفر کفر نباشد و بیان اختلاف اقوال مخالفین درج ہیں مگر ہمارے برخلاف حجت نہیں ہو سکتیں ۔ جیسے قرآن کریم میں لا تقربوا الصلوٰة وارد ہے اس سے کون عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کے ماقبل مابعد یا دیگر آیات قرآنیہ کی پرواہ نہ کیجائے اور کوئی نماز نہ پڑھے اس عبارت محولہ بالا کا قائل ابن زید سُنّی ہے جسکو شیعہ تسلیم نہیں کرتے ۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان صفحہ ٣٥٤ و ٤٥٥ ۔

طرز استدلال نمبر ١٦ ﴾ (اعملوا ما شئتم) کتاب بدر الدجیٰ صفحہ ، وحقیقت مذہب شیعہ صفحہ ١٣ میں خلاصۃ المنہج و مجمع البیان سے منقول ہے کہ خدا تعالیٰ بدریاں را وعدۂ مغفرت دادہ و ایشاں را بخطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ ۔

ابطال استدلال ﴾ خلاصۃ المنہج و مجمع البیان میں یہ عبارت کسی شیعہ کی اسناد سے موجود نہیں اور اسکا جواب بعینہٖ وہی ہے جو نمبر ١٥ میں گذرا ۔ دیکھو تفسیر مجمع البیان صفحہ ٥٣٤ و ٥٣٧ ۔

طرز استدلال نمبر ۱۷ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ میں برنسبت حضرت ابوبکر و سلمان فارسی و ابوذر کا عمل اظہار فرما کر امام صادقؑ کا حکم سُنا نا و من ازھد من ھؤلاء و قد قال فیھم رسول اللہ صلعم ما قال ترجمہ۔ کون فضیلت رکھتا ہے ان لوگوں سے یعنی (خلیفہ ابوبکر صدیق و ابو ذر غفاری وغیرہ اصحاب پر) زیادہ از روئے تقوے و زہد کے جیسا کہ فرمایا ہیچ انکے رسول اللہ نے + حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۔

ابطال استدلال کے سُنی مولف کو خدا ہدایت کرے یہ اپنی عادت سے جس کو مذہب اہل سنت کہنا چاہیئے کسی جگہ باز نہیں آتا۔ ہر جگہ خیانت سے کام لیتا ہے جس حدیث کا یہ ٹکڑا نقل کیا ہے وہ حدیث تین صفحات کافی میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ ناقل نے ماقبل و مابعد چھوڑ کر برخلاف سیاق اپنے مطلب کا ترجمہ لکھکر عوام کو دہوکا دیا ہے + (ا) اس حدیث کی اسناد میں ہارون بن مسلم راوی ہے جسکے مذہب میں جبر و تشبیہ کو دخل تھا۔ دیکھو رجال نجاشی صفحہ ۳۰۷ و نقد الرجال صفحہ ۳۶۶۔ اور دوسرا راوی مسعدہ بن صدقہ ہے جسکی نسبت نقد الرجال صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے وقال الشیخ فی الرجال عامی یعنے شیخ کہتا ہے کہ مسعدہ سنی ہے۔ اس بنا پر یہ حدیث سخت ضعیف اور ناقابلِ حجت ہے (ب) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲ پر یہ حدیث اس عنوان میں لکھی ہے کہ جناب صادق آل محمدؐ کی خدمت میں صوفیہ حاضر ہوئے جو لوگوں کو طلب رزق (عمل معاش) سے منع کرتے تھے۔ امامؑ کے سامنے انہوں نے اس امر پر دلائل پیش کئے۔ مسعدہ بن صدقہ (سُنی) کہتا ہے کہ سفیان ثوری (یہ سنی دشمن اہلبیت ہے؛ دیکھو رجال کشی صفحہ ۲۴۰) امام صادقؑ کی خدمت میں آیا اور امامؑ پر لباس فاخرہ کا اعتراض کیا جس کا جواب دندان شکن سُنا۔ اُسکے ہمراہیوں نے کہا یہ اپنی دلیل پیش نہیں کر سکا۔ امامؑ نے فرمایا تم پیش کرو۔ اُنہوں نے دلائل پیش کئے کہ تمام مال لُٹا دینا چاہیئے۔ امامؑ نے آیات و احادیث سے ان دلائل کو رد فرمایا اور راہی دلائل میں

بطور مسلمات خصم پیش کرنیکے امامؑ نے فرمایا ابوبکر کو دیکھئے اپنی موت کیوقت اُسنے پانچویں حصہ مال کی وصیت کی کہا یہ بہت ہے حالانکہ اُسکو تیسرے حصے تک دینے کا اختیار تھا۔ اگر سارا مال لُٹا دینا بہتر جانتا تو کم از کم تیسرا حصہ دیدیتا۔ پھر فرمایا ثم من قد علمتم بعدہ فی فضلہ و زھدہ سلمان و ابوذر یعنے پھر تم جنکو فضیلت و زہد میں ابوبکر سے کم درجہ پر جانتے ہو سلمان و ابوذر وہ بھی کچھ دیتے اور کچھ رکھتے تھے۔ (پھر فرمایا) ومن ازھد من ھؤلاء و قد قال فیھم رسول اللہ صلعم ما قال ولم یبلغ من امرھما ان صارا لا یملکان شیئاً البتۃ کما تامرون الناس بالقاء امتعتھم الخ ترجمہ یعنی ان سے کون زیادہ زاہد ہے جن کے حق میں رسولخدا نے وہ کچھ فرمایا جو کچھ فرمایا۔ دیکھو کہ یہ دونوں اس حد تک نہیں پہنچے کہ وہ بالکل کسی چیز کے مالک نہ رہے ہوں۔ جیسا کہ تم لوگ آدمیوں کو امر کرتے ہو کہ وہ اپنا سارا مال و متاع لُٹا دیویں انتہےٰ۔ ھؤلاء کے مشار الیہم بلحاظ جمع مافوق الواحد یہی دو بزرگوار حضرت سلمان و ابو ذر ہیں۔ اس کلمہ پر صحیح و شاہد قوی ضمیر تثنیہ من امرھما اور صیغہ لا یملکان کا ہے جو بلا فاصلہ ضمیر جمع کے بعد واقع ہے اور مرجع ہر دو جگہ وہی مشار الیہم ہیں۔ (ج) اگر بالفرض ابوبکر صاحب کو اس اشارہ میں شامل سمجھا جائے تو بھی مخالفین پر جو اس کے معتقد تھے احتجاج قائم کرنیکی غرض سے ہے۔ فرمایا کہ اے جماعت صوفیا تابعداران ابوبکر صاحب تم اپنے پیشوا کو دیکھو جسکو تم بعد رسولخدا سب سے افضل مانتے ہو پھر اُن کو دیکھو جو اُس سے تمہارے خیال میں کم درجہ کے ہیں۔ چنانچہ یہ سُنکر وہ مبہوت اور خاموش ہو گئے +

طرز استدلال نمبر ۱۸ (حدیث ندا علوی و عثمانی) روضہ کافی صفحہ ۱۴۶ میں حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بر شان حضرت عثمان شاہد ہے و ھو ھذا فرمایا بوقت روشن ہونے سورج کے آواز کرنیوالا آواز کرتا ہے کہ تحقیق علی اور اسکا گروہ مراد پانیوالے

یعنی جنتی ہے اور آخر دن کے پکارنیوالا پکارتا ہے کہ تحقیق عثمان اور اُسکا گروہ مراد پانیوالا ہے۔ یعنی جنتی ہے الخ + حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۷۔

ابطال استدلال (ا) یہ روایت روضہ کافی صفحہ ۱۴۶ میں باسناد ابی جمیلہ مروی ہے۔ اور ابو جمیلہ اسدی النخاس ضعیف وکذاب وضاع الحدیث ہے جسکو نجاشی بھی ضعیف قرار دیتا ہے۔ یہی الفاظ تضعیف راوی مذکور کے نقد الرجال صفحہ ۳۵۱ میں ملاحظہ ہوں (ب) ہواخواہ ثلاثہ نے ترجمہ میں تحریف معنوی سے لکھا ہے پکارنیوالا پکارتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی یہ ندا جاری ہے۔ حالانکہ قریب قیامت کے آثار سے یہ بھی ایک علامت بیان ہوئی ہے مکمل حدیث دیکھو۔ نیز روضہ کافی صفحہ ۹۹ کی حدیثیں دیکھکر مولف کو شرم نہیں آئی اور خیانت سے صادق وکاذب کے فرق کو عمداً چھوڑ دیا ہے۔ (ج) بالفرض تسلیم حدیث اسکی مبیّن ومفصل دو اور حدیثیں اس مضمون کی صفحہ ۹۹ پر موجود ہیں۔ جن کے رواۃ میں اگرچہ ابن فضال فطحی ہے اور فطحی کی روایت بغیر موید صحیح برخلاف احادیث موثقین مقبول نہیں ہوتی۔ دیکھو کتاب فوائد مدنیہ صفحہ ۸۱۔ مگر اُن کو بھی صحیح فرض کرکے ہم جواب دیتے ہیں کہ ان احادیث میں دو آوازوں کا ذکر ہے۔ ایک کو امام صادق اور دوسری کو باطل قرار دیتے ہیں اور شناخت کے لئے فرماتے ہیں جو ندا سے پہلے جس کا تابع ہوگا اُسی کو حق مان لیگا۔ یہ بھی منجملہ آزمائشوں کے ایک آزمائش ہوگی۔ اب ناظرین خود فیصلہ دیں کہ جن کے بارہ میں رسول خدا صلعم کی حدیث ہے الحق مع علیؑ وعلیؑ مع الحق اللھم ادر الحق حیث دار وانت وشیعتک فی الجنۃ۔ ان کی نسبت جو ندا ہوگی وہ سچی ہوگی یا وہ جسکی نسبت باجماع مہاجرین وانصار معہ زوجہ محترمہ نبیؐ بی بی عائشہ کے یہ فتویٰ تھا اقتلوا نعثلا فقد کفر۔ دیکھو تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ و تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰ و روضۃ الاحباب وغیرہ۔ تفصیل کیلئے فلاک النجاۃ صفحہ ۲۵۹ جلد ۱ ملاحظہ ہو۔

حضرت عثمان کے حالات کی بناپر مہاجرین وانصار کے فتوے مختلف الفاظ کے ہیں کسی میں کفر کا لفظ آیا ہے جیسا کہ حوالہ گذشتہ میں مرقوم ہے۔ اور کسی میں لعنت کا لفظ آیا ہی چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے اور قتل کا لفظ سب کتب میں ہے۔ مجمع البحار لغت حدیث اہل سنن جلد ۳ صفحہ ۳۷۲ مطبوعہ نولکشور لغت نعثل میں یہ عبارت ہے۔ کان اعداء عثمان یسمونہ نعثلا تشبیہا برجل طویل اللحیۃ فی مصر اسمہ نعثل وقیل ہو الشیخ الاحمق وذکر ضبعان ومنہ حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا یعنی عثمان وہذا کان منہا لما غاضبتہ وذہبت الی مکۃ یعنی حضرت عثمان کے دشمن اُس کو نعثل کے نام سے پکارتے تھے اور اس سے اُنکی غرض مصر کے ایک دراز ریش آدمی سے مشابہت دینے کی تھی۔ جسکا نام نعثل تھا۔ اور بعض کے نزدیک اس کا معنے شیخ احمق ہے اور بعض کے نزدیک .... اور اسی محاورہ سے حدیث حضرت عائشہ کی ہے کہا قتل کرو اس نعثل کو خدا اس نعثل کو قتل کرے یعنی حضرت عثمان کو۔ الخ فیصلہ کے لئے ایک حدیث سنیوں کی ہماری قوی موید ہے جو میزان الاعتدال علامہ ذہبی میں رسولخدا صلعم سے مروی ہے فرمایا دجال کے تابع وہی لوگ ہونگے جو حضرت عثمان کے دوست ہونگے دیکھو فلاک النجاۃ فصل ایمان امیر عثمان۔ اس سے ثابت ہوا شیطانی آواز اور دجال کے تابع حضرت عثمان کے دوست ہونگے۔ اور حضرت علیؑ کے محب وار چونکہ پہلے ان کلمات کی خوب معتقد ہیں کہ حضرت علیؑ اور آپکے شیعہ بہشتی ہیں۔ اور فی الحقیقت یہی سچ ہے لہذا وہ اسی آواز کے تابع ہونگے۔ اس کی تصریح لفظاً کہ دوسری [illegible] میں حضرت عثمان کا ذکر ہوگا ابلیس کی ہوگی ثبوت میں بحار الانوار ترجمہ فارسی مطبوعہ تبریز جلد ۱۳ صفحہ ۲۷۵ و ۲۶۳ ملاحظہ ہو۔ اُس میں بکثرت روایات تصریح وارد ہیں۔ نیز اُن روایات میں عثمان سے مراد عثمان بن عتبہ اولاد ابی سفیان سے ہے نہ خلیفہ ثالث نیز اُس میں پہلی آواز کا آنا آسمان سے لکھا ہے جسکا قائل جبریل ہوگا اور دوسری

آواز کا آنا زمین سے لکھا ہے جسکا قائل ابلیس ہوگا۔ اور آخر میں امام صادقؑ فرماتے ہیں۔ وشما بصدائے اوّل تابع شوید وحذر کنید ازیں کہ بصدائے دوم فریفتہ شوید انتہے یہ روایت کتاب مذکور میں بلسناد اکمال الدین شیخ صدوق امام صادقؑ سے منقول ہے۔ خروج سفیانی کا ذکر جیسے ہمنے بحار سے ملخصاً ذکر کیا ہے روضہ کافی صفحہ ۹۹ پر بھی مختصراً مروی ہے۔ اس میں دو حدیثیں اس بات پر صاف شاہد ہیں کہ ان دو آوازوں سے ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہوگی۔ روضہ کافی صفحہ ۹۹ کی عبارت یہ ہے قلت لابی عبداللہ علیہ السلام یوبخونا ویکذبونا انا نقول ان صیحتین تکونان یقولون من این تعرف المحقة من المبطلة اذا کانتا قال فما تردون الیہم قلت ما نرد علیہم شیئا قال قولوا یصدق علیہا اذا کانت من کان یؤمن بہا من قبل ان اللہ عز وجل یقول افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی فما لکم کیف تحکمون اسی جگہ دوسری حدیث میں ہے فما یدرینا ایما الصادق من الکاذب فقال یصدقہ من کان یؤمن بہا قبل ان ینادی ان اللہ عز وجل یقول الخ

طرز استدلال نمبر ۱۹ } حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۲۳ میں ہے جلاء العیون مترجم جلد اوّل صفحہ ۳۱۵ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ امیر معاویہ سے صلح خلفاء ثلاثہ کے طریق چلنے پر کی اور انکو برحق خلیفہ مانا۔

ابطال استدلال } جلاء العیون فارسی فصل ۵ بیان حالات امام حسنؑ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۴۴ کی اصل عبارت لکھدیتا ہوں جس سے ناقل کی خیانت ظاہر ہو اور جواب خود اسی عبارت سے نکل آئے۔ چوں حضرت (امام حسنؑ) از اصحاب خود مایوس گردید درجواب معاویہ نوشت کہ من میخواستم حق را زندہ گردانم و باطل را بمیرانم و کتاب خدا و سنت پیغمبر را جاری گردانم۔ مردم با من موافقت نہ کردہ۔ اکنوں با تو

صلح میکنم بشرطے چند۔ میدانم کہ بآں شرطہا وفا نخواہی کرد۔ شاد مباش ازبرائے ایں پادشاہی کہ برائے تو میسر شد بزودی پشیمان خواہی شد۔ چنانچہ دیگراں کہ غصب خلافت کردہ اند و پشیمانی برائے ایشاں سودے نہ بخشد (پھر صلحنامہ کی عبارت یہہ لکھی ہے) صلح کرد حسن بن علیؑ بن ابی طالب با معاویہ بن ابی سفیان کہ متعرض او نگردد بشرط آنکہ بعد از خود عمل کند درمیان مردم بکتاب خدا و سنت رسول خدا صلعم وسیرت خلفائے شائستہ الخ **نتائج**:۔ (۱) امام حسنؑ معاویہ کو حق پر نہیں جانتے تھے اسکو کتاب خدا و سنت رسول کے مخالف جانتے تھے (۲) معاویہ کے سامنے اگرچہ شرائط صلح پیش کئے مگر جانتے تھے کہ وہ ان پر عمل نہیں کریگا۔ بلکہ بیوفائی کریگا۔ اسی واسطے اسکو پشیمان ہونے اور پشیمانی کے نفع نہ دینے کی خبر دی۔ (۳) معاویہ سے پہلے جو خلفاء ثلاثہ گذرے تھے امام حسنؑ انکے غاصب خلافت ہونے اور انکے حق پر نہ ہونے اور انکی پشیمانی بیوقت پر انکو نفع نہ پہنچنے کا اعتقاد رکھتے تھے معاویہ کو انہیں سے تشبیہ دی۔ (۴) صلح میں چونکہ امام وقت کا فرض تھا کہ معاویہ کو عمل بکتاب خدا و سنت رسولؐ وسیرت حقیقی خلفاء اللہ و حجج اللہ و خلفاء الرسول (شائستہ خلفاء) کی دعوت دیں۔ لہذا آپنے جناب امیرؑ اور اپنی اور امام حسینؑ کی سیرت پر عمل کرنے کا معاویہ کو اتمام حجت کے لئے حکم دیا۔ گو آپ جانتے تھے کہ وہ اس کے برخلاف عمل کریگا جیسا کہ شرائط صلح پر عمل نہ کرنے کو جانتے تھے۔ مگر انہی پر صلح کی۔ اور جیسا کہ موسےؑ اور ہارونؑ کو اللہ تعالٰے کا حکم ہوا فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی اگرچہ اللہ تعالٰی کو علم تھا کہ فرعون نہ ایمان لائیگا اور نہ خدا سے ڈر کر نصیحت قبول کریگا مگر پھر بھی اتمام حجت فرمایا۔ (۵) جناب امیرؑ نے سیرت شیخین پر شورائے عثمان کے وقت عمل کرنے سے علانیہ انکار فرمایا۔ دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۵۶ بحوالہ صواعق صفحہ ۶۳ و روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ و فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۱ و تحفہ اثنا عشریہ اکبر صفحہ ۱۸ کتب سنیہ۔

امام حسنؑ بھی روایت مذکورہ بالا میں ہر سہ خلفاء کو غاصب قرار دے رہے ہیں پس کون عقلمند تسلیم کرتا ہے کہ انہی ثلاثہ کی سیرت پر آپ نے عمل کرنے کا معاویہ کو حکم دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ جو حقیقی خلفاء منصوص و رشائستہ تھے اُن کی سیرت مراد ہے۔

طرز استدلال نمبر ۲۱ (آیات سے استدلال) بدر الدجے مجمع الاوصاف۔ حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم و دیگر جملہ کتب مناظرہ میں سنیوں نے آیات ہجرت و نصرت۔ بیعت رضوان۔ استخلاف لئن لم ینتہ المنافقون۔ آیت غار سے حضرات ثلاثہ کی فضیلت پر استدلال کیا ہے۔

ابطال استدلال۔ ان آیات کے صحیح معانی اور تفصیلی بحث ہم فلک النجاۃ جلد اوّل میں کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔ اس جگہ اتنا اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ ہجرت و نصرت یا کوئی عمل صالح ایسا نہیں کہ اسکے بعد خواہ کوئی گناہ کیا جائے وہ ضرر نہ دے اور ہجرت و نصرت کا خدا و رسول کے لئے بھی ہونا ضروری ہے۔ اُس کے ساتھ گناہوں سے مہاجرت (یعنے بچا رہنا) بھی شرط ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہونا ضروری ہے جس سے نیک اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ پڑھیئے آیت یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۴۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نافرمانی خدا و رسول سے اعمال باطل و زائل ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلی آیت میں بھی ہدایت ظاہر ہونیکے بعد مخالفت رسول پر اعمال کا حبط اور ضائع ہونا وارد ہے۔ اور سورہ انفال پارہ ۱۰ رکوع ۲ میں وارد ہے ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلق وطن چھوڑنا مفید نہیں۔

نیز مطلق ہجرت یا دعوے ایمان کامل ایمان کی دلیل نہیں بجز اس کے کہ امتحان جہاد وغیرہ احکام شرعیہ میں کامیابی حاصل نہ ہو۔ ملاحظہ ہو آیت سورہ ممتحنہ پارہ ۲۸

یا ایھا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنت مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنت فلا ترجعوھن الی الکفار۔ اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ اگر کوئی دعوے ایمان رکھتا ہو اور اپنا وطن چھوڑ کر مسلمانوں میں آ جائے تو ایسے مومن اور مہاجر کہلانے والے کے امتحان کی ضرورت باقی ہے۔ اگر امتحان میں وہ مومن ثابت ہو تب اسکو مومنین میں شامل سمجھا جائیگا۔ ہم فلک النجاۃ میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضرات ثلاثہ امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے۔

بیعت رضوان کے لئے پہلی شرط ایمان ہے جو آیت رضوان سے ظاہر ہے اس لئے اس سے مراد کامل مومن ہیں جنہوں نے اس عہد بیعت کو پورا نباہا۔ اور کبھی فرار نہ کیا۔ اور جو مفرور ہوئے وہ نکث بیعت کی سزا پائیں گے۔ دیکھو آیت سورہ فتح فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ عہد توڑنے والوں اور فرار کا راہ لینے والوں کیلئے رضوان و سکینہ نہ ہونیکے ثبوت میں ہم بلحاظ اختصار اس جگہ ایک حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں خاتم المحدثین علامہ حافظ جلال الدین سیوطی کی تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۷۴ میں رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ سے باسناد ابن ابی حاتم آیت فعلم ما فی قلوبھم کی تفسیر میں اس طرح وارد ہے۔ فرمایا انما انزلت السکینۃ علی من علم منہ الوفاء۔ یعنی سکینہ فقط اُن افراد پر اُتری جن سے خدا تعالیٰ کو وفاداری کا علم تھا معلوم ہوا کہ جنہے وفا نہ کی وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اور اس انعام میں وفا شرط ہے جیسا کہ آیت من ینکث کا صریح مفہوم ہے۔ اور سورہ احزاب پارہ ۲۱ میں وارد ہے ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا یعنی اُن لوگوں نے جو مفرور ہوئے قبل اس کے یہ عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ دکھائینگے (نہ بھاگیں گے) اللہ تعالیٰ کا عہد ان سے قیامت میں پوچھا جائیگا۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰ میں جابر و معقل بن یسار سے مروی ہے کہا بایعناہ صلعم علی ان لا نفر

اس میں درخصوص مسلمانوں کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ نیز فرمایا واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح پارہ ۸ رکوع ۱۶۔ ھوالذی جعلکم خلٰئف فی الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فیما اٰتٰکم پارہ ۸ رکوع ۲۰ و۲۱ واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا پارہ ۲۱ رکوع ۱۹۔ آخری آیت پر خاص غور فرمائی جائے کیونکہ یہ معنی مذکور کی صاف مؤید ہے۔ اور اس معنی مراد لینے کی تائید میں سنیوں خصوصاً حنفیوں کی معتبر تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں لکھا ہے لیستخلفنہم فی الارض - ای ارض الکفار - وعدھم ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثہم الارض ویجعلہم خلفاء فی الارض کما فعل ببنی اسرائیل حتی ۲ ورثہم مصر والشام بعد اھلاک الجبابرۃ ثم قال و ذلک ان رسول اللہ صلعم واصحابہ مکثوا بمکۃ عشر سنین خائفین و لما ھاجروا بالمدینۃ یصبحون فی السلاح ویمسون فیہ حتی قال رجل ما یاتی علینا یوم نامن فیہ ونضع السلاح فنزلت: ۔ نیز اسی طرح براہین قاطعہ فارسی ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۷۰ میں ہے یعنے کفار کے بعد مسلمانوں کے وارث و جانشین بنانے کا خدا نے وعدہ کیا تھا جو فتح مکہ سے پورا ہوا۔ باقی مطلب عبارت تفسیر مذکور کا بعینہ وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ نیز ان المقال فی مناظرہ چکوال صفحہ ۷ میں مولوی حاجی مرزا احمد علی صاحب لاہوری بحوالہ صحیح بخاری صفحہ ۵۵۲ و ۶۱۷ تحریر فرماتے ہیں عن عائشۃ سئلھا عن الھجرۃ فقالت لا ھجرۃ الیوم کان المؤمن یفر احدھم بدینہ الی اللہ والی رسولہ مخافۃ ان یفتن علیہ فاما الیوم فقد اظھر اللہ الاسلام فالمؤمن یعبد ربہ حیث شاء یعنے حضرت عائشہ سے ہجرت کی نسبت سوال ہوا فرمانے لگیں آجکل کوئی ہجرت کا حکم نہیں یہ اُس وقت تھا جبکہ مومن اپنے دین کے لئے خدا و رسول کی طرف

عہ یہ کتاب امامیہ کتب خانہ لاہور۔ ریلوے روڈ سے مل سکتی ہے

بھاگنے پر مجبور ہوتا تھا۔ اُسے یہ خوف ہوتا تھا کہ دین اسلام اُس کے لئے باعث فتنہ و تکلیف ہوگا۔ لیکن جبکہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا ہے مومن جہاں چاہے عبادت کر سکتا ہے یعنی عبادت سے اُسے کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ اس لئے کسی ہجرت کی ضرورت نہیں (جناب امیرؑ کا زمانہ خلافت میں ہجرت نہ کرنے کا بھی یہی سبب تھا کہ آپکو اپنی جگہ صحیح عبادت کرنے سے کوئی رُکاوٹ نہ تھی) پس زمانہ ثلاثہ سے پہلے بعہد سرور کائنات کے یہ غلبہ و امن جو حدیث بالا میں ظاہر کیا گیا ہے حاصل ہو چکا تھا جسکو ہر اہل خبر جانتا ہے۔ چنانچہ جناب علیؑ کے ہجرت نہ کرنیکے استدلال میں نبی صلعم سے اسی طرح ہجرت کا انکار دکھایا جائیگا۔ بالضرور ماننا پڑیگا کہ آیت مندرجہ عنوان کا وعدہ حسب قرارداد مفسرین و محدثین اہل سنن عہد رسالت میں فتح مکہ کے وقت پورا ہو چکا۔ زمانہ ثلاثہ میں اسکا پورا ہونا فقط مذہبی جنبہ داری سے کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرات ثلاثہ کے وقت اگر امن کلی ہونا قرار دیا جائے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بڑھ گیا ہو تو ہم کہتے ہیں حضرات ثلاثہ سے دوسرے لوگوں کو امن کلی ہونا درکنار وہ خود بھی خوف میں تھے۔ اُن میں سے کسی کا زمانہ جنگ سے خالی نہیں رہا۔ اور اُنکے اپنے لئے یہ نتیجہ ہوا کہ جنکو انظ واغلظ یا غضبناک بہادر کا خطاب دیا جاتا ہے یعنی حضرت عمر۔ اور جن کو کامل الحیاء کا خطاب دیا جاتا ہے یعنی حضرت عثمان ہر دو قتل کر دئیے گئے۔ اور خلیفہ ثالث پر جنازہ پڑھنے سے بھی روکاوٹ پیدا ہوئی۔ بلکہ اُنکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہونے دیا گیا۔

(۴) معنے مذکور مراد لینے میں فقرہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت کے معنے میں اہل سنن کو تو چنداں تکلف کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک قانون الصحابۃ کلھم عدول مروج ہے اُنکے ہاں سب صحابہ ایماندار اور عادل و صالح الاعمال تھے۔ سب سے وعدہ ہوا اور سب کے لئے پورا ہوا۔ رہا مذہب شیعہ

سوہم بفرض تسلیم معنے مذکور کے یہ کہیں گے کہ جناب رسولخداصلعم کے زمانہ میں وعدہ ہوا اور اس وقت بنفس نفیس حضور صلعم خود مع اپنے اہلبیت و خواص صحابہ موجود تھے۔ ان سے وعدہ ہوا اور انہی کے عہد میں امن و دخول مسجد حرام و تسلط و اشاعت دین اسلام کے مواعید پورے ہوئے۔ ضعیف الاعتقاد مسلمان انکے توابع میں سے تھے انکو جیسا باقی امور میں ظاہری اسلام کے سبب سے بالتبع فائدہ پہنچتا تھا اس وعدہ امن و آرام سے بھی انہوں نے فائدہ اُٹھایا (۵) اہل تسنن کی تفاسیر کے لحاظ سے تخصیص خطاب بعض صحابہ کے لئے قول بلادلیل ہے آیت مندرجہ عنوان کا کوئی لفظ اس تخصیص پر دال نہیں۔ اور نہ کوئی خارجی دلیل اسکی موید ہے اور نہ کوئی لفظ آیت کا بعد وفات نبی اس وعدہ پورا ہونے پر دلالت کرتا ہے بلکہ خود محققین اہل تسنن قول تخصیص کو رد کرتے ہیں۔ دیکھو عبارت ترجمان القرآن و فتح البیان مندرجہ فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۱۱۵۔ اور آیت میں حرف من بیانیہ ہے نہ تبعیضیہ دیکھو حنفیوں کی تفسیر کشاف وغیرہ (مولف کشاف علامہ زمخشری حنفی ہوا ہے۔ دیکھو فوائد بہیہ فی تراجم الحنفیہ مولفہ عبدالحی لکھنوی) اور ملاحظہ ہو اہلحدیث کی تفسیر فتح البیان جلد ۶ صفحہ ۲۳۳ و بیضاوی۔ جب کوئی دلیل تخصیص کی نہیں پائی جاتی تو ناچار مثل دیگر آیات قرآنیہ واحکام شرعیہ اس آیت کے مخاطب بھی عام مومنین ہیں۔ چنانچہ شواہد قرآنی موجود ہیں جن میں حرف من ضمیر کم پر داخل ہے اور خطاب جمیع مومنین و مومنات کے لیے ہے۔ نہ بعض افراد کے لئے ورنہ اکثر حصہ امت کا بہت احکام شرعیہ سے معطل نظر آتا ہے (یہ ساری تقریر مذکورہ بالا سنیوں کے مذاق پر لکھی جا رہی ہے) دیکھو پارہ ۷ رکوع ۲ یا یہا الذین امنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم دیکھو پارہ ۲۸ رکوع ۲۔ یرفع اللہ الذین امنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجت

و پارہ ۱۰ رکوع ۱۴ و رحمۃ للذین امنوا منکم و پارہ ۱۸ رکوع ۱۴ یا یہا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم و الذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرت و پارہ ۶ رکوع ۱۲ و من یتولہم منکم فانہ منہم و پارہ ۵ رکوع ۴ او جاء احد منکم من الغائط (۶) اور اگر اس خلافت سے مراد خلافت خاصہ ہے یعنی خلافت نبوت جو مومنین سے افراد مخصوصہ کے لئے موعود ہے جن میں یہ صفات کاملہ بکمل موجود ہوں تو اس صورت میں صفات مندرجہ آیت کامل و مکمل بجز ائمہ اہلبیت کسی میں موجود نہیں۔ اور نبی صلعم نے انہیں کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ پس وہی مراد ہونگے جیسا کہ تفسیر صافی میں مروی ہے۔ اور حدیث ثقلین بھی اس کی موید ہے جسکے بعض الفاظ میں خلیفتین وارد ہے۔ اس صورت میں تمکین دین سے مراد حسب ذیل ہوگی۔ اور رفع خوف باعتبار غلبہ مطلق اسلام و توحید و مغلوبی مشرکین مراد ہوگا (۷) تمکین دین سے مراد اگر ان مومنین موعود لہم کا فی نفسہ راسخ فی العلم ہونا اور مطیع خدا و رسول ہونا ہے (جسکا گواہ آخری فقرہ آیت مندرجہ عنوان کا ہے یعبدوننی لا یشرکون بہ شیئا یعنے وہ خاص میری عبادت کرینگے اور میرے ساتھ رائی بھر شرک نہ کریں گے) تو یہ صفات مکمل بعد نبی صلعم کے بجز ائمہ دوازدہ کے کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا وہی خلفاء اللہ و حجج اللہ و خلفاء الرسول فی الارض ہیں۔ اور کما استخلف الذین من قبلہم سے بھی یہ معنے مطابق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن میں وارد ہے و بعثنا منہم اثنی عشر نقیبا پارہ ۶ سورہ مایدہ۔ یعنے ہم نے بنی اسرائیل میں سے بارہ ۱۲ نقیب مقرر کئے تھے۔ پس اسی طرح رسولخدا صلعم کے اوصیاء و خلفاء بھی بارہ ۱۲ ہونگے۔ صفات مندرجہ آیت اہل تسنن کے بزرگوں میں نفی کے برابر ہیں۔ حالانکہ آیت کا مفاد یہی ہے کہ وہ خلفاء ایسے ہونگے جو دین اسلام پسندیدہ خدا پر دسترس رکھتے ہوں اور خدا کی خالص عبادت کریں کچھ بھی شرک ان میں موجود نہو

اور لوگوں کا خلیفہ خدا اور رسول کی اطاعت نہ کرنا اس خلافت الٰہیہ کو مضر نہیں اس لئے خلافت زائل نہیں ہو جاتی جیسا کہ مخالفین انبیاء علیہم السلام ہر زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مگر نبوت انبیاء پر کوئی حرف نہیں آیا۔

چنانچہ لفظ شیئاً نکرہ فی حیز النفی اسپر دال ہے اور زمین پسندیدہ خدا ان مومنین کی زیر تصرف ہونا آیت کا مدلول ہے نہ یہ کہ زمین وسیع پر یعنی سارے روئے زمین پر انکو تمکین حاصل ہوگی۔ گو دین مرتضیٰ ان سب کو غالب کر دیں۔ کیونکہ مفعول لیمکننّ کا دینھم ہے نہ ارضہم۔ (۸) اگر اس تمکین سے مراد تسلط ظاہری زمین پر اور مقبوضات میں ایزادی ہو اور تمکین دین ان کے اپنے لئے نہیں بلکہ تمام اہل زمین پر اسلامی تسلط اور جملہ ادیان پر اسلام کا غلبہ مراد ہو تو یہ تسلط کلی زمانہ جناب قائم آل محمد میں پورا ہوگا۔ اس وقت بلاشک جمیع صفات مندرجہ آیت استخلاف کامل و مکمل پوری ہونگی۔ جیسا کہ ذلک النجاۃ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے اور یہی احادیث صحیحہ مفسرہ آیت مجیدہ عنوان بالا سے واضح ہوتا ہے جو ائمہ اہل بیتؑ سے مروی ہیں۔ دیکھو امامیہ کی تفسیر صافی صفحہ ۳۴۴ اور سنیوں کی ینابیع المودت سید علی ہمدانی صفحہ ۳۵۷ اور اسی کا موید وعدہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ ہے
اور اگر تمکین سے مراد تسلط ظاہری زمین پر اور مقبوضات میں ایزادی جزوی ہے۔ تو وہ زمانہ نبی صلعم میں وعدہ پورا ہو چکا۔ اور اصحاب ثلاثہ کی ایزادی مقبوضات اسلامیہ کو اگر وقعت دی جائے تو ولید و عبد الملک جیسے فساق برائے نام مسلمانوں کے عہد سلطنت میں ایسی ایزادی بہت ہوتی رہی ہے۔ مگر مومنین کی صفات سے کوئی نشان ان میں نہیں ملتا۔ (۹) اہل تسنن دو میں سے ایک تفسیر کو پسند کریں۔
اگر اپنے معتبر مفسرین کی تفسیر پسند کریں تو ان کے معتمدین نے خلافت عامہ مراد لیکر اس وعدہ کا پورا ہونا زمانہ نبی صلعم میں صاف لکھدیا ہے اسطرح کہ زمانہ قبل فتح مکہ کی نسبت بعد فتح مسلمانوں کو اکثر مقامات مقبوضہ مشرکین پر قبضہ مل گیا۔ اور کفار و مشرکین کے دیار پر مسلمان متصرف ہو گئے۔ اس سے پہلے وہ ہر وقت خائف و ترساں رہتے تھے۔ اور بعد فتح مکہ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

اسلام بھی بمقتضائے ان الدین عند اللہ الاسلام دین پسندیدہ خدا بکثرت پھیل کر مضبوط ہو گیا۔ لہذا آیت کا مدلول زمانہ رسالت پناہ میں پورا ہو چکا اور زمانہ ثلاثہ کو اس سے کوئی خاص تعلق نہیں۔
اور اگر شیعہ کی تفسیر پسند کریں تو ائمہ معصومین کی تفسیر سے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ وعدہ زمانہ جناب امام آخر الزمان میں پورا ہوگا۔ بہر حال ثلاثہ کے عہد خلافت کو اس آیت سے کوئی لگاؤ نہیں۔ آیت کو اپنے چسپاں کرنا انکے دوستوں کی خوش اعتقادی اور خیالی پلاؤ ہے۔ پھر بڑا تعجب ہے کہ خود کہتے ہیں اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور آیت مندرجہ عنوان میں کس قدر احتمالات انہی کی تفاسیر میں موجود ہیں مگر انکے موہومہ خیالات و اعتقادات کے خلاف اگر کوئی چون و چرا کرے تو کٹ ملا جھٹ اس کے بر خلاف کفر کا فتوے جڑ دیتے ہیں کہ یہ منکر قرآن کریم ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کلام خدا ضرور قطعی ہے اس کا منکر ضرور کافر ہے۔ لیکن جو معنے آپ لوگ مراد لے رہے ہیں اس کا قطعی مفہوم قرآن ہونا (جس کے بر خلاف کوئی احتمال نہ ہو) کہاں سے ثابت ہو گیا۔ جس معنی کی بنا پر آپ فتوائے کفر لگا رہے ہیں۔ کچھ انصاف سے کام لو۔

طرز استدلال نمبر ۱۲ } حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۲۲ میں ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ جس شخص میں یہ اوصاف ہوں اسپر جہاد واجب ہے۔
التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والحافظون لحدود اللہ الخ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۶۱
اسی کتاب کے ۲۱۴ میں لکھا ہے کہ آیت اذن للذین یقاتلون اہل مکہ کے بارہ میں نازل ہوئی پھر راوی نے دریافت کیا جن لوگوں نے قیصر و کسریٰ یعنی ایران (فارس) و روم کو فتح کیا ان کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

وظلہم کسریٰ وقیصر (الیٰ ان قال) فقد قاتلوھم باذن اللہ عزوجل فہم فی ذالک الخ (۳) ملک فارس حضرت عمر فاروق اعظم نے فتح کیا۔ اور انکے فتح کردہ مال غارت سے شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت زین العابدین کی جو حضرت امام حسینؑ بن علی رضؓ کے نکاح میں آئی (حقیقت مذہب شیعہ)

ابطال استدلال} اس حدیث سے سنی مولف نے حضرت عمر کے لئے خصوصًا دلیل پکڑی ہے جو غلط ہے (۱) جسکو کتب احادیث و تواریخ سے واقفیت ہے اُس پر پوشیدہ نہیں کہ صفات مندرجہ حدیث حضرت عمر صاحب میں موجود نہیں تھے۔ اہلبیت رسول صلعم پر صاحب مذکور نے جو مظالم ڈہائے ان سے کب توبہ کی۔ عبادت خدا میں خلیفہ صاحب کا یہ خلوص تھا کہ نماز میں قرأت تک چھوڑدی اور نماز کے اندر لشکر کی تیاریاں کرتے رہے پھر کہا نماز پوری ہوگئی ہے۔ مفصل دیکھو فلک النجاۃ جلد۱ صفحہ ۳۳۳ و ۳۳۴ بحوالہ بخاری و میزان شعرانی و کنزالعمال کتب سنیہ۔ اور بخاری کے حاشیہ پر بروایت ابن ابی شیبہ یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفہ صاحب موصوف نماز کے اندر بحرین کی آمدنی کا حساب کرتے تھے۔ صاحب مذکور کا امر بالمعروف کرنا اور حدود خدا کی حفاظت کرنا کتاب تشئید المطاعن و فلک النجاۃ اور سنیوں کی تاریخ الخلفاء کے اولیات عمر پڑھنے اور صاحب مذکور کے بدعات کثیرہ کو رواج دینے اور خانہ رسول خدا و سیدہ معصومہ فاطمہ زہراؑ کو جلانے اور رسول خدا صلعم پر تہمت بکواس لگانے اور نبوت میں شک کرنے۔ قرآن کے ساتھ یہود کی باتوں کو ملانیکی خواہش کرنے حقوق اہلبیت غصب کرکے اُنکو غضبناک کرنے فرمان رسول خدا متابعت ثقلین سے منہ موڑنے سنن نبویہ کو مٹانے کی کوشش کرنے سے روشن ہوجاتا ہے۔ ان امور کے ثبوت فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہوں۔ (۲) کسریٰ و قیصر سے جنگ کرنیوالے مومنین نے باذن خدا جنگ کی ہے تو اس سے حضرت عمر کی

فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جنگ پر جانیوالے سب مومن تھے بلکہ منافق بھی اُن میں شامل تھے جیسے زمانہ نبوی میں ہوتے تھے۔ جنگ فارس وروم میں ایسے مومن شامل تھے جنکا ذکر حدیث میں ہے۔ نہ یہ کہ جو جنگ پر گئے سب مومن تھے۔ اگرچہ نبی صلعم کے بعد بہت صحابہ حق سے پھر گئے تھے مگر کچھ بالکل ہی نہیں پھرے۔ اور کچھ رفتہ رفتہ تائب ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ قتل خلیفہ ثالث کے وقت ایک جماعت کافی تعداد میں جناب امیر کے ساتھ ہوگئی اور آپ سے بیعت کی۔ پس ان صحابہ و مومنین میں سے کچھ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں موجود تھے جو جنگ فارس وروم کے وقت باذن خدا و باذن امام (حضرت علیؑ) لڑائی پر گئے۔ اس سے حضرت عمر کو کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ (۳) یہ ضروری نہیں کہ جو بادشاہ لشکر کو جنگ پر بھیجے وہ مومن کامل ہوجائے۔ مثلاً انگریزی سلطنت کسی مصلحت پر مسلمانوں کو کسی کافر بادشاہ سے لڑائی کا حکم دے۔ اور اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہوجائے۔ تو اس سے انگریز بادشاہ کا مومن ہوجانا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح باقی اعمال حضرت عمر کے ملحوظ رکھتے ہوئے فقط فتوحات کے سبب سے ان کا مومن صالح ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ سنیوں کی بخاری مع الفتح جلد۳ صفحہ۱۲ و روضۃ الاحباب جلد۱ صفحہ ۳۵۴ و خصائص کبریٰ سیوطی جلد۱ صفحہ ۲۵۵ میں رسولخدا صلعم سے مروی ہے فرمایا ان اللہ لیوئید ھذا الدین بالرجل الفاجر یعنی اللہ تعالےٰ اس دین کو فاسق و فاجر شخص سے بھی مدد پہنچا دیتا ہے۔ کنزالعمال وغیرہ کی روایات میں باقوام لاخلاق لھم بھی آیا ہے۔ اس لئے حضرت عمر کی معرفت یا چند بظاہر مسلمانوں کی مشغولیت سے مومنین مجاہدین کو امداد پہنچی ہو تو اس سے وہ سب کامل الایمان اور صالح نہیں ہوجاتے۔ (۴) فی الحقیقت یہ دونوں جنگ فارس وروم ایسے ہوئے ہیں جنمیں جناب امیرالمومنین امام برحق سے مشورہ و اذن لیا گیا ہے جس مشورہ سے سینوں

کا استدلال رسالہ ہذا میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پس جب اذن امامؑ سے لشکر گیا۔ اور امامؑ کو اختیار تھا کہ وہ اگرچہ کسی کافر یا منافق کو حکم دیدیتے کہ تم جاکر جنگ کرو تو اس میں کیا مضائقہ۔ حضرت عمر صاحب کو حکم دیا کہ تو وہاں نہ جا اور کسی جنگ آزما کو سپہ سالار بنا کر لشکر بھیجدے۔ اسپر مسلمان اور مومن ملے جلے جنگ پر گئے اور فتح ہوئی۔ اس سے حضرت عمر کا مومن کامل ہونا یا خلیفہ برحق ہونا کہاں سے نکل آیا۔ مطلق اسلام کی حفاظت اور ترقی جناب امیرؑ کو ہمیشہ منظور تھی۔ مومنوں اور مسلمانوں کو موقع پاکر حکم جنگ دیدیا۔ اور جنگ جائز اور شرعی قانون پر واقع ہوگئی جو اصل جنگ مومنین کی جانب سے ہوئی۔ اور منافقین سی جو امداد پہنچ گئی وہ حدیث گذشتہ بالا کے مطابق ہوئی۔ (۵) اس بنا پر حضرت شہر بانو کا آنا اسی جنگ فارس میں بعہد حضرت عمر کے تسلیم کیا جائے تو اس سے عمر صاحب کا اعمالنامہ صاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بحکم امامؑ جنگ ہونے کے سبب قانون شرعی کے مطابق صحیح طور پر صاحبہ موصوفہ امام حسین علیہ السلام کے حق میں آئیں۔ اور اگر بفرض محال ناجائز طریق پر جنگ ہوتی۔ اور حضرت موصوفہ قید ہو کر آئی ہوتیں تو بھی امام حسین علیہ السلام کا نکاح ان سے بالکل صحیح تھا۔ بایں وجہ کہ امام عالیمقام نے مطلق کنیز کی حیثیت سے انکو نہیں لیا تھا۔ بلکہ مخالفین کے پنجہ سے چھڑا کر آزاد کر دیا۔ پھر صاحبہ موصوفہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان سے نکاح کر لیا ہو تو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی کافرہ مسلمان ہو جائے اس سے نکاح جائز ہے خواہ کسی طرح آکر مسلمان ہو +

علاوہ بریں جناب شہر بانو صاحبہ کا زمانہ حضرت عمر میں آنا متفق علیہ نہیں بلکہ حسب روایت محققین محدثین سنیہ حضرت شہر بانو جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ خلافت ظاہری میں آئیں۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۱۵ نمبر ۵ مورخہ

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ ہجری صفحہ ۲ میں ہے جو زیر ادارہ مولوی ثناء اللہ صاحب محدث امرتسری شائع ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سنیوں کی کتاب روضۃ الصفا جلد سوم ذکر علی ابن الحسینؑ صفحہ ۱۲ و جلد ۲ ذکر خلافت جناب امیرؑ صفحہ ۹ و شیعہ کی کتاب دمعۃ الساکبہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۳ میں ناقلاً ارشاد شیخ مفید سے لکھا ہے۔ اس بنا پر یہ اعتراض اصلاً بے بنیاد ہے +

طرز استدلال نمبر ۲۲ } شواہد النبوۃ البرکات کے سنی مولف نے بحار الانوار سے نقل کیا ہے کہ حضرت باقرؑ رسول اللہ صلعم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپنے دعا کی اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام یعنے خدایا تو اسلام کو عمر بن خطاب یا ابو جہل کیساتھ مدد دے + خلاصہ استدلال یہ کہ نبی صلعم کی دعا سے حضرت عمر صاحب ایمان لائے اور آنحضرت صلعم نے انکے اسلام لانیسے اسلام کی مدد طلب کی

ابطال استدلال } (۱) حضرت عمر اسلام سے پہلے ابو جہل کے ہم پلہ تھے (۲) اس دعا میں اسلام کی اعانت کا ذکر ہے۔ ایمان لاتے حضرت عمر یا ابی جہل کا ذکر نہیں اور امداد کے کئی طریقے ہوتے ہیں واللہ اعلم کونسا مراد ہے۔ کیونکہ اعانت اسلام کی کافر سے بھی ہو جاتی ہے جیسے عبد اللہ بن اریقط نے شب ہجرت میں حضرت صلعم کی اعانت کی نیز اعانت اسلام فاسق سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ استدلال نمبر ۱۲ و نمبر ۱۳ میں صحیح اور مسلم حدیث اہل تسنن سے ثابت ہے جس سے انکو انکار کی گنجائش نہیں (۳) حضرت عمر صاحب اظہار نبوت نبی کے چھ سال بعد اسلام لائے (دیکھو فلک النجاۃ) اور تین سال نبی صلعم پہلے بعثت کے زمانہ میں خفیہ دعوت اسلام دیتے رہے مگر تین سال کے بعد آپنے حمایۂ احکام اسلام اور دعوت اسلام کو ظاہر باہر عمل میں لایا۔ بہت کچھ مسلمان آپکے ساتھ شامل ہو چکے تھے جب تین سال اسلام حضرت عمر سے پہلے اعمال اسلام علانیہ عمل میں آتے تھے تو حضرت عمر کی اعانت سے احکام اسلام ظاہر ہونیکو (جیساکہ حضرت عمر کے شیدائی مشہور کرتے ہیں) کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ مکمل تین سال

ان لڑکیوں کا ثابت نہیں تو اہل تسنن کم از کم احتمال صلبی و ربیبہ ہونیکا تسلیم کرینگے۔ واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (۴) قرآن کریم میں جو کلمہ بنات وارد ہے وہ بسبب شمول بنات البنت (دختران دختر) کے جمع کے صیغہ میں ہے نہ کثرت دختران کیلئے جیسا کہ محرمات کے بیان میں حرمت علیکم امھتکم و بناتکم وارد ہے دو بیٹیوں کیلئے کوئی الگ حکم حرمت وارد نہیں ہوا جس سے ثابت ہے کہ دو بیٹیوں پر بیٹیوں کا اطلاق محاورہ عرب میں ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ جناب زہرا علیہا السلام کی فضیلت عظیمہ کیلئے جمع تعظیمی کی بنا پر کلمہ بناتک وارد ہوا ہو۔ چنانچہ خدا تعالے اپنی ذات یگانہ کیلئے انا انزلنٰہ یا نحن اقرب جمع سے فرمایا ہے (۵) ان ہر سہ لڑکیوں حضرت زینب و رقیہ و ام کلثوم کا نکاح آنحضرت صلعم نے کفار سے کر دیا تھا۔ اس زوجیت سے اگر انکو فائدہ پہنچا تو حضرت عثمان بھی لے سکتے ہیں۔ یا مثل آسیہ زوجہ فرعون وہ لڑکیاں اپنے مرتبہ و مقام پر ہونگی اور حضرت عثمان و ابوالعاص اپنے مقام پر ہونگے۔ قصہ زن فرعون سورہ تحریم میں ملاحظہ ہو۔ نیز اسی سورہ میں زوجہ حضرت نوحؑ و لوطؑ کا ذکر ہے۔ جب مطلق زوجیت نے پیغمبروں کی بیویوں کو فائدہ نہ دیا اور نہ زوجہ مومنہ سے فرعون کو فائدہ پہنچا حضرت عثمان بغیر اپنے اعمال و ایمان صاف کرنے کے فقط زوجیت سے کیا فائدہ لے سکتے ہیں۔ حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص سے بحالت اس کے کفر کے ہوا۔ اور حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے بھی بحالت ان کے کفر کے قبل اظہار نبوت کے ہوا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۱ و براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۰ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۷ کتب سنیہ۔ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے بعد انکے اسلام کے ہوا۔ مگر ان ہر دو لڑکیوں کا نکاح پہلے عتبہ و عتیبہ کافروں (ابو لہب مشہور کافر کے بیٹوں) کے ساتھ ہوا۔ دیکھو اصابہ ابن حجر جلد ۴ صفحہ ۴۸۹ و استیعاب بر اصابہ صفحہ ۲۹۹ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۸۵ و ۵۸۶

و روضۃ الاحباب وغیرہ کتب سنیہ۔ تفصیل اس کی کتاب فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۳۶۷ لغایت ۳۷۰ میں ہے جب ان کا نکاح کافروں کے ساتھ جائز سمجھا گیا تو ایسے شخص سے جو سب احکام اسلامی کو بظاہر مانتا ہو اور انپر بظاہر عمل بھی کرتا ہو شرعاً کسطرح ناجائز ہو سکتا ہے (۷) مناکحت کا مدار ظاہری اسلام پر ہے۔ جو کفر و نفاق کو پوشیدہ رکھی اور بظاہر دوسرے مسلمانوں کی طرح احکام اسلامیہ کا قائل و عامل ہو اس سے بھی نکاح جائز ہو سکتا ہے۔ اسکا میراث لینا یا اسکو دینا جائز ہے۔ اسکا خون و مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ ہاں نجات اخروی ایمان پر موقوف ہے۔ وہ مومن کے بغیر ظاہری مسلم کو نہ ملیگی۔ اس ظاہری اسلام سے دنیا میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ دیکھو ضمیمہ فلک النجاۃ صفحہ ۴۲۸ و مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۹ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ کتاب سنی۔ رسولخدا صلعم نے فرمایا الاسلام ما جری بہ اللسان وحلت بہ المناکحۃ و کافی صفحہ ۲۲۶ و تفسیر صافی صفحہ ۳۶۷ و وسائل الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۱۷ عن الصادقؑ الاسلام ما کان علیہ التناکح والمواریث و تحقن بہ الدماء والثواب علی الایمان و احتجاج طبرسی صفحہ ۱۸۹ عن الصادقؑ قال ان الاسلام قبل الایمان و علیہ یتوارثون و یتناکحون والایمان علیہ یثابون کتب شیعہ (۸) حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم میں جو حدیث لوامع التنزیل من زوجنی او تزوج منی الخ سے استدلال کیا گیا ہے وہ غلط نا قابل قبول ہے کیونکہ لوامع بالصراحت مجموعہ تمام روایات شیعہ و سنی کا ہے جو اس کے مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں۔ اور یہ روایت بھی سنیوں کی ہے اور اس کتاب میں بلا اسناد درج ہے۔ لہذا بلا تنقید حجت نہیں ہو سکتی۔ نیز باقی واقعات کے لحاظ سے اس کا مضمون غلط معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حی بن اخطب یہودی حضرت صفیہ زوجہ نبی صلعم کا والد ہے۔ اور ابوسفیان حضرت ام حبیبہ زوجہ نبیؐ کا والد ہے۔ اور عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب آنحضرت صلعم کے

داماد بن چکے ہیں۔ دیکھو مدارج النبوۃ وغیرہ کتب اہل سنن۔ مگر ان سب کے بہشتی ہونیکا کوئی قائل نہیں +

طرز استدلال نمبر ۲۴ (نکاح ام کلثوم) حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۳۲ وغیرہ میں ہے۔ حضرت علیؑ کی دختر عاقلہ بالغہ ام کلثوم زیر نکاح حضرت عمر فاروق کے بھی۔ چنانچہ کتاب مجالس المومنین صفحہ ۸۲ و ۸۸ میں ہے۔ پرسید کر چرا آنحضرت دختر خود را بعمر بن خطاب داد۔ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین مے نمود بازبان واقرار الخ پھر فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ کتاب الطلاق سے جناب امیرؑ کا ام کلثوم زوجہ عمر کو عدت وفات عمر گذارنے کے لئے اپنے گھر لانا لکھا ہے +

ابطال استدلال اس واقعہ پر کافی سے زیادہ بحث شیعہ کی طرف سے ہو چکی ہے۔ اس پر مستقل کتابیں[1] لکھی جا چکی ہیں کسی مزید تحریر کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ دیکھو الکنز المکتوم فی نکاح ام کلثوم مولفہ مولانا سید علی اظہر صاحب سابق ایڈیٹر رسالہ اصلاح کھجوہ و شرح کنز المکتوم مولفہ سید سجاد حسین صاحب ورمی الجمرات ردّ آیات بینات جلد ۳ (۱) اتنا اشارہ کر دیتا ہوں کہ سنی مولفین نے برخلاف اپنی کتابوں کے دختر عاقلہ بالغہ افتراءً لکھدیا ہے۔ اسکی کتابوں میں لکھا ہے وہ ام کلثوم جس کا نکاح عمر صاحب سے ہوا بالکل خوردسالہ تھیں۔ چار پانچ سال کا سن بیان ہوتا ہے ملاحظہ ہو ہدایت السعداء صفحہ ۲۵۹ واصابہ و تاریخ طبری و کامل وغیرہ۔ اور کمسن ہونا اُس ام کلثوم کا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ ام کلثوم بنت ابی بکر تھی جسکا نکاح فی الحقیقت عمر صاحب سے ہوا جو بعد وفات ابی بکر صاحب کے پیدا ہوئی۔ اور حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں باوجود اُس کی کمسنی کے خواہش کی۔ دیکھو اصابہ ترجمہ ام کلثوم بنت ابی بکر۔ اور حضرت ام کلثوم بنت علیؑ قبل وفات پیغمبر خدا صلعم پیدا ہوئی تھیں لہٰذا اُنکی عمر ضرور زیادہ تھی۔ مگر جسکا نکاح حضرت عمر سے ہوا وہ صغیر السن لڑکی تھی دیکھو صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۳ وغیرہ +

[1] یہ مہر ستہ کتب امامیہ کتب خانہ لاہور۔ ریلوے روڈ سے مل سکتی ہے۔

(۲) بی بی ام کلثوم بنت ابی بکر مع محمد بن ابی بکر ہمراہ اپنی والدہ کے حضرت علیؑ کے گھر میں آئیں۔ اور وہاں پرورش پائی کیونکہ اُنکی والدہ اسماء کا نکاح بعد وفات ابی بکر صاحب کے جناب امیرؑ سے ہوا۔ اور وہ بوجہ ربیبہ ہونیکے دختر علی کے نام سے مشہور تھیں اسی واسطے بعض راویوں کو غلطی لگی کہ صلبی دختر سمجھ لی۔ پس جہاں اس واقعہ میں بنت علیؑ کا لفظ وارد ہوا ہے وہاں ربیبہ مراد ہے۔ کہیں من بطن فاطمۃ اس قصہ میں وارد نہیں ہوا۔ (۳) اس ام کلثوم کا نکاح بھی جناب امیرؑ کو حضرت عمر سے ہونا گوارا نہ تھا۔ مگر اُنکی دھمکیوں سے فساد کا اندیشہ تھا اس لئے سکوت فرمایا (۴) اس واقعہ میں اس قدر متضاد واقعات و متعارض روایات منقول ہیں کہ ہرگز ہرگز نکاح حضرت ام کلثوم بنت علیؑ حضرت عمر کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھو کنز مکتوم۔ اور اس قدر متعارض واقعات سے استدلال باطل ہے اذا تعارضا تساقطا (۵) ام کلثوم زوجہ عمر کی وفات حسب بیان استیعاب واصابہ کتب معتبرہ سنیہ زمانہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ میں ہمراہ اس کے بیٹے زید کے ہوئی۔ اور کتاب شیعہ تہذیب کی روایت سے بھی حضرت علیؑ کے زمانہ میں اُنکی وفات پائی جاتی ہے جسمیں مثل عبارت محولہ کافی حضرت علیؑ کے گھر اُن کا عدت گذارنا بھی مروی ہے۔ اور حضرت ام کلثوم بنت جناب علیؑ زوجہ عون بن جعفر کربلا کے واقعہ میں ہمراہ اپنے بھائی امام حسینؑ کے موجود تھیں اس سے ناظرین اس قصہ مخترعہ کی صداقت کا اندازہ فرمالیں۔ میدان کربلا میں اُنکا موجود ہونا کتب سنیہ سے نور العین فی مشہد الحسین مولفہ علامہ استاذ ابی اسحٰق اسفرائنی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰ و ۵۴ میں ملاحظہ ہو جسکو ابن خلکان وفیات الاعیان میں امام جامع شرائط اجتہاد مانتا ہے۔ اور ابن حجر عسقلانی شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۳ میں اور ملا علی قاری حنفی شرح قصیدہ امالی صفحہ ۲۵ میں ابی اسحٰق مذکور سے سند لیتے ہیں۔ اور علاوہ بریں نہایہ ابن اثیر ص ۲۶ لغت قرث میں اور فارسی روضۃ الشہداء صفحہ ۲۹۶ مولفہ ملا حسین کاشفی حنفی مولف

نہ یہ کہ وہ مجھ سے پیدا ہوا ہوا ہے یعنی حسن اہلی فرمایا نہ کر بتی۔

پس بنابر قرات مشہورہ ابنہٗ نوحؑ کا بیٹا اسکو پکارا جانا ربیب ہونیکی وجہ سے ہے نہ یہ کہ وہ صلبی بیٹا تھا (۹) اور نکاح ام کلثوم سے جو فضیلت حضرت عمر کی یا نجات اخروی کا استدلال کیا جاتا ہے وہ اسلئے بھی باطل ہے کہ بفرض تسلیم اس نکاح کے فریقین کی کتب سے ثابت ہے کہ جناب امیر نے انکار فرمایا۔ اور بالجبر والاکراہ و تخویف وتہدید جناب سے منوایا گیا تو اس صورت میں اسپر کوئی ثمرہ خیر مرتب نہیں ہو سکتا (۱۰) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ سے جو اہل سنن حدیث ذالک فرج غصبناہ پر شور مچاتے ہیں کہ اس کلام میں بدتہذیبی بھری ہوئی ہے۔ پس اولاً بحار الانوار میں روایات متعلقہ اس عقد کو بتصریح محدثین ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اور بفرض صحت یہ سنیوں کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے یہاں فرج کے معنے کشائش و آسائش کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ امام تزویج ام کلثوم کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک ہمارا موجب غم ہے جو آسائش اور خوشی ہماری کھوئی گئی۔ معنی مذکور کیلئے دیکھو صراح و غیاث وغیرہ کتب لغت۔ اگرچہ نکاح دختر ابوبکر صاحب مراد ہے مگر چونکہ وہ ربیبہ جناب علیؑ تھی اسکی تزویج بھی حضرت عمر سے جناب امیر کو ناگوار گذری۔ اور نہایت تہدید و تخویف و تشدد (اسکا ثبوت کافی صفحہ مذکور میں ملاحظہ ہو) کے بعد اس پر آپکو سکوت کرنا پڑا۔ اسلئے یہ کارروائی آپکے لئے بلکہ جملہ اہلبیت کے لئے موجب غم واقع ہوئی (۱۱) الغرض تسلیم معنی شرمگاہ بھی کوئی بدتہذیبی نہیں کیونکہ کلام عربی محاورہ عرب پر ہے۔ ہندی محاورات سے اسکو کوئی تعلق نہیں دیکھئے حرف لام اور نون کے ملانے سے ہندی میں کس قدر شرمناک محاورہ معلوم ہوتا ہے اور قرآن کریم میں پچاسوں جگہ وارد ہے۔ جیسا کہ پارہ چوتھا اسی سے شروع ہوتا ہے۔ اسیطرح لفظ فرج اگرچہ ہندی میں شرمناک سمجھا جاتا ہے اور اس کے

(حاشیہ)

بدلنے سے مخالفین کو بدتہذیبی محسوس ہو رہی ہے مگر عربی میں عام مستعمل اور اعلٰی تہذیب کے احاطہ میں داخل ہے۔ دیکھو کلام معجز قرآن کریم و مریم ابنۃ عمران التی احصنت فرجھا۔ لفروجھم حٰفظون۔ ویحفظن فروجھن۔ اور احادیث صحاح اہل السنن میں دربیان اقسام زنا آنحضرت صلعم سے وارد ہے والفرج یصدق ذالک او یکذبہ (۱۲) تناقض روایات نکاح ام کلثوم احاطہ تحریر سے باہر ہے دیکھو کنز مکتوم۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ بسبب مغالطہ راویوں کا تین چار ام کلثوم نام کی بیویوں کا نکاح حضرت عمر میں آتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۲ مع استیعاب میں بحوالہ دار قطنی مرقوم ہے۔ کہ ام کلثوم بنت علی عبداللہ بن جعفر کے نکاح میں تھیں اور انہیں کے پاس وہ فوت ہوئیں۔ اور ذخائر العقبٰی صفحہ ۱۱۳ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر ۸۰ ہجری میں بعہد عبدالملک فوت ہوئے اور ام کلثوم زوجہ عمر صاحب مع زید پسر خود بعہد معاویہ فوت ہوئی۔ دیکھو استیعاب بر اصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۹۲۔ و اصابہ صفحہ مذکور۔ و اسد الغابہ ابن اثیر صفحہ ۹۲۸

طرز استدلال نمبر ۲۵

مجمع الاوصاف صفحہ ۶۵ وغیرہ کتب مناظرہ اہل السنن میں لکھا ہے کہ جناب علیؑ اگر ثلاثہ کو خلیفہ برحق و امام نہیں جانتے تھے تو بحکم آیت الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا آپنے ہجرت کیوں نہ اختیار فرمائی۔

ابطال استدلال

آیت ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون سورہ عنکبوت پارہ ۲۱ رکوع ۶ آیت مندرجہ عنوان الم تکن ارض اللہ واسعۃ کی مفسر و مبین ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے خاص میری عبادت کرو۔ کیا میری زمین فراخ نہیں بیشک فراخ ہے۔ ایک جگہ عبادت سوجانہ تمہیں ممکن نہ ہو تو ایسے مقام پر چلے جاؤ جہاں با آزادی تم میری ہی پرستش کر سکو۔ مگر ہر حال میں شرک سے بچتے رہو۔ پس ایسے مقام سے ہجرت کی ضرورت نہیں تھی جسمیں بعض تو خالص

* بعد وفات عون بن جعفر

موحد اور مطیع خدا و رسول موجود تھے۔ اگرچہ وہ قلیل تھے۔ اور ان کے ماسوا اگرچہ زبان سے اور بظاہر مگر تھے توحید کے قائل اور نبوت کے معترف جو اعمال اسلام کو بظاہر بجالاتے تھے اگرچہ ان میں بدعات کو شامل کر کے صورت عملی کو کچھ نہ کچھ متغیر کر لیا تھا۔ بہرحال مسلمان کہلاتے تھے۔ اور ظاہری شعار اسلام انھیں پائے جاتے تھے۔ لہذا بہ نسبت علانیہ مشرکین کے اندر رہنے کے ایسے ہی مسلمانوں میں رہنا بہتر تھا۔ (۲) امام منصوص من اللہ و حجت خدا کا منکرین و معاندین کے اندر حتی الامکان موجود رہنے سے حجت خدا پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب امیرؑ کی عدم موجودگی اور ہجرت کر جانے میں یہ اعتراض پیدا ہوتا تھا کہ چونکہ امام صاحب صحابہ میں موجود نہ تھے لوگ انکی متابعت کرنے سے معذور ہو کر دوسروں کے تابع ہو گئے۔ پہلی دفعہ اگرچہ لوگوں کو غلطی لگ گئی تھی مگر بعدہٗ اسکی اصلاح ہو جاتی خلیفہ مصنوعی کے احداث۔ بدعات۔ اور غلطیوں کا احساس کر کے انکو معزول کر دیا جانا اور امام منصوص واجب الاطاعت کی متابعت کیجاتی مگر امام صاحب ہجرت کر گئے۔ اس لئے لوگ مجبوراً امام ناحق کو رفتہ رفتہ برحق سمجھنے لگے۔ نیز کہا جانا اگر پہلے انتخاب میں غلطی بھی ہو گئی تھی تو دوسری یا تیسری دفعہ لوگ حق کو پہچان لیتے۔ مگر اصل مستحق امامت جب ہجرت کر کے چلے گئے تو اسواسطے مجبوراً جو دوسروں کی نسبت لوگوں کو اچھا معلوم ہوا اسی کو اس عہدہ پر مقرر کر دیا۔ اس وجہ سے ضروری تھا کہ مخالفین پر ہمیشہ امام برحق اتمام حجت کر کے انکو فضول عذرات اور احتجاجات واہیات کا موقع نہ دے۔ چنانچہ ائمہ طاہرین ہمیشہ ابلاغ حجت جہاں تک ممکن کر کے سبکدوش ہوتے رہے ہیں (۳) امام پاک کے وہاں موجود رہنے کا یہ بھی فائدہ تھا کہ وقتاً فوقتاً بعض مسائل شرعیہ کے مشکلات کو حل کر دیتے رہیں اور جس حد تک مخالفین مانتے جائیں اصلاح فرماتے رہیں۔ ہجرت کر جانے میں یہ فائدہ مفقود تھا۔

(۴) ہجرت پہلے مقام سے اس کی نسبت بہتر اور آزادی کی جگہ پر ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سلاطین اسلام روئے زمین کے سب ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے مخالف گذرے ہیں۔ اگر امام پاک ہجرت کرتے تو کس صاحب کے پاس جا کر امن لیتے۔ اگر مشرکین و کفار یا یہود و نصاریٰ کی کسی سلطنت میں چلے جاتے جہاں توحید حقیقی اور نبوت سیدنا محمد صلعم کے ظاہراً و باطناً لوگ منکر تھے۔ فرمائیے وہاں اعمال صحیحہ ادا کرنیکی آزادی کسطرح حاصل ہوتی۔ ہرگز نہیں۔ اس سے یہی بہتر تھا کہ سلطنت اسلام میں اقامت رکھیں۔ اور حتی الامکان اتمام حجت و اصلاح شریعت فرماتے رہیں۔ اور عوام میں نہیں تو خواص میں ہی ہی تعلیم احکام صحیحہ شرعیہ جاری رکھیں اور خود اعمال صحیحہ کے پابند رہیں (۵) حدیث بخاری مندرجہ تشریح آیت استخلاف لا ھجرۃ الیوم۔ فالمؤمن یعبد ربہ حیث شاء کے مطابق بھی چونکہ ائمہؑ کو اپنے اعمال صحیحہ بجا لانے بلکہ خواص کو تعلیم دینے کا بھی امکان حاصل تھا جو غیر سلطنت اسلامی میں ناممکن تھا۔ لہذا ہجرت بجائے فائدہ مضر تھی۔ آیت ہجرت کا یہ ہرگز مقتضا نہیں کہ جہاں بعض امور خلاف شرع پائے جائیں اس جگہ کو چھوڑ دو خواہ اس سے بدتر جگہ پر چلے جاؤ جہاں کفر و شرک محض پایا جائے۔ اور یہ کہ ایک امر بھی وہاں صحیح بجا لانا ممکن نہ ہو۔ یہ سمجھنا غلط محض ہے۔ سنیوں کی مشہور و معروف درسی تفسیر جلالین میں لکھا ہے فتہاجروا فیہا من ارض الکفر الی بلد آخر یعنے ملک کفرستان سے ایسے شہر کی طرف کیوں ہجرت نہ کی جہاں کفر نہ تھا۔ آیت الم تکن ارض اللہ واسعۃ سے پہلی آیت میں یہ مضمون ہے جو لوگ مشرکین میں پڑے رہتے۔ اور اپنے دین کی خرابی سے اپنے اوپر آپ ظلم کر رہے یعنی شرک اور کفر کی حالت میں مرے تو فرشتے ان سے پوچھیں گے تمہیں کیا ہوا کہ دار الحرب میں پڑے رہے۔ وہ کہیں گے ہم وہاں

بے بس تھے - فرشتے کہیں گے - کیا اللہ تعالیٰ کی زمین اسقدر لمبی چوڑی گنجائش نہیں رکھتی تھی کہ تم کسی طرف چلے جاتے - ایسے مشرک لوگ دوزخ میں جائینگے دیکھو قرآن شریف مترجم مولوی نذیر احمد - اس کے بعد آیت ہجرت سے بعض لوگ مستثنےٰ بھی ہیں جن کیلئے فرمایا الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین لا یستطیعون حیلة ولا یھتدون سبیلاً یعنے جن کو باہر نکلجانیکا کوئی رستہ نہیں سوجھ پڑتا ہے - اور ایسے بے بس ہیں جو کہیں امن وآرام کے لیئے انکو کوئی حیلہ نہیں ملتا - تو وہ اس سے مستثنےٰ ہیں - دیکھو ترجمہ نذیر احمد - خیال فرمائیے جناب امیرؑ کو کس آبادی کا رستہ امن سوجھتا تھا جہاں تشریف لیجاتے - اور سنیوں کی مجمع الاوصاف صفحہ ۶۵ کے حاشیہ پر موضح القرآن سے منقول ہے - اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے - انتہےٰ من علیہ - جب حضرت امیرؑ مدینہ میں کھلے مسلمان رہ سکتے تھے - کوئی ان کو شرک پر مجبور نہیں کرتا تھا - انپر ہجرت کیونکر فرض تھی - شرک پر مجبور کرنا اور فرائض ادا کرنے سے روکنا بجائے خود رہا - ثلاثہ کے زمانہ میں سب لوگ مسلمان کہلاتے اور خود بھی فرائض کو خواہ کسی طرح ہو ادا کرتے تھے -

مولوی نذیر احمد صاحب سنی مترجم قرآن حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ۱۴۸ آیت مندرجہ بالا کی تشریح میں لکھتے ہیں - کہ دار الحرب وہ ملک ہے جسمیں کافروں کی عملداری ہو اور وہاں کا حاکم مذہبی ضد سے مسلمانوں کو فرائض اسلامی نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ کے بجا لانیسے روکے - اور منع کرے - تو ایسے ملک میں مسلمان کو رہنا درست نہیں - انتہےٰ من علیہ - خلفاء ثلاثہ کے عہد خلافت میں نماز روزہ سے نہ روکنے کا انتظام تھا - اور نہ فرائض ادا کرنے پر کوئی سزا ملتی تھی - لہذا وہ دار الحرب نہیں تھا بلکہ وہ ملک دار الاسلام تھا جس سے ہجرت کا حکم نہ تھا -

ایسے مقام پر بدعات و خلاف شرع کاموں پر قلبی نفرت رکھنے کا حکم تھا جو عمل میں آتا رہا - دیکھو صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ - و کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۵۵ - نیز مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول صفحہ ۱۲ میں رسول خدا صلعم سے مروی ہے فرمایا و من جاھدھم بلسانہ فھو مؤمن و من جاھدھم بقلبہ فھو مومن یعنے مومن کو چاہیئے کہ ہاتھ سے نہو سکے تو زبان یا دل کے ساتھ مخالفین دین سے جہاد کرتا رہے -

اسی ظاہری اسلام کی بنا پر تلوار سے جہاد کا حکم ویسے مسلمانوں سے اسوقت نہ تھا کیونکہ سب لوگ نماز وغیرہ کے قائل اور بظاہر عامل تھے - دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۴ و مشکوٰۃ باب الامارۃ وغیرہ -

(ہجرت کے حکم نہ ہونیکا اور ثبوت) تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۱۲ کتاب الجہاد والسیر - صفحہ ۵۴ باب لا ھجرۃ بعد الفتح وصحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا لا ھجرۃ بعد الفتح ولکن جھاد و نیۃ الخ اور اسی طرح سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۵۹ میں بروایت ابن عباس مذکور ہے - اور بخاری صفحہ مذکور میں مجاشع سے مروی ہے وہ اپنے بھائی مجالد کو نبی صلعم کی خدمت میں لیگیا - عرض کیا - مجالد آپسے ہجرت پر بیعت کرتا ہے فقال لا ھجرۃ بعد فتح مکۃ ولکن ابایعہ علی الاسلام آپنے فرمایا فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہاں اسلام پر قائم رہنے کی بابت میں اسکی بیعت لیتا ہوں - غور فرمائیے جب اصح الکتب سنیہ سے ثابت ہوا کہ بعد فتح مکہ ہجرت کا حکم ہی نہ تھا - تو کیا اعتراض باقی ہے - اور پھر دار الاسلام سے دار الکفر کی طرف ہجرت کرنیکا مومن کیلئے نہ کبھی حکم ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے - جناب امیر علیہ السلام کو لوگوں کا اقرار توحید و نبوت اگرچہ زبانی تھا مگر انکے مطلق مرتد اور ظاہر کافر ہو جانے سے بہت پسند تھا کیونکہ اس حالت میں وقتاً فوقتاً کچھ عوام میں اور کچھ خواص میں اشاعت حق اور

طرز استدلال نمبر ۲۷ } بحوالہ شرح نہج البلاغہ ابن میثم ایک طویل عبارت لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکر صاحب جناب زہرا علیہا السلام کی خدمت بابرکت میں گئے۔ اور فدک کی نسبت اپنا عذریہ پیش کیا جسپر جناب زہراؑ راضی ہوگئیں (مجمع الاوصاف صفحہ ۱۹ بحوالہ ہدایات الرشید صفحہ ۸۵۸ +(ب) مجمع الاوصاف صفحہ ۱۰۵ میں فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲۷ سے منقول ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے سات باغ کا سوال کیا جو (میرے قیاس میں) میراث پسماندہ رسول اللہ صلعم سے حضرت فاطمہؑ کے لئے رہے تھے۔ تپر امام موصوف نے فرمایا کہ وہ باغات حضرت سیدہ کی میراث نہیں تھے۔ جنہ ایں نیست کردہ وقف تھے الخ (ج) کتاب مجاج السالکین شیعہ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام ابوبکر کیساتھ اس شرط پر راضی ہوگئی تھیں کہ اسکی تقسیم میرے باپ محمد صلعم کیطرح کیا کریں۔ آپنے تسلیم کرلیا الخ (حقیقت مذہب شیعہ حصہ دوم صفحہ ۳۵ و مجمع الاوصاف صفحہ ۹ و ہدایت الشیعہ صفحہ ۲۱ و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ کتب مناظرہ سینہ)

ابطال استدلال } شرح نہج البلاغہ ابن میثم میں دربارہ واقعہ فدک شیعہ اور سنی ہر دو فریق کی جانب سے دلائل و اخبار مختلط نقل کئے گئے ہیں یہ مضمون جو مولف سنی نے نقل کیا ہے۔ اصل کتاب دیکھنے پر معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکو ابن میثم نے بصیغہ تمریض بعض سینوں کا عذریہ بیان کیا ہے نہ یہ کردہ شیعوں کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ اسکی تائید میں یہ فقرہ آخری عبارت ابن میثم جو خود مولف مجمع الاوصاف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۲ پر نقل کیا ہے۔ قابل غور ہے۔ وفی هذہ القصة خبط کثیر بین الشیعة ومخالفیهم ولكل من الفريقين كلام طويل و للزجر الى المتن انتہے بلفظہ۔ یعنی اس قصہ جناب زہراؑ کے تادم حیات ابوبکر صاحب پر غضبناک رہنے یا انکے راضی ہوجانے میں شیعہ اور انکے مخالفوں (سنیوں)

کے درمیان بہت بڑی گڑبڑ ہے۔ دونوں فریقوں کی اسمیں طول طویل بحث ہے جسکو ہم نہیں چھیڑتے بلکہ ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن میثم نے فریقین کے جزوی دلائل بیان کرکے عبارت منقولہ مناظر سنی کو سینوں کی طرف سے نقل کیا ہے پھر آخر میں طول طویل جھگڑے سے اعراض کرکے متن نہج البلاغہ کی طرف رجوع کرلیا۔ تو اس سے کہاں ثابت ہے کہ یہ روایت منقولہ شیعہ کی مسلّم اور انکے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ یہ فقط اختلاف اقوال کے طور پر مخالفین کا قول منقول ہے (ب) مولف مجمع الاوصاف نے عبارت فروع کافی نقل کرنے میں اپنے مذہب کی عادت جبلیہ کے موافق خیانت مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یہ عبارت دیدہ دانستہ چھوڑ دی ہے جو اسی حدیث میں موجود ہے۔ فلما قبض علیہ السلام جاء العباس یخاصم فاطمة علیہا السلام فشهد علی علیہ السلام وغیرہ انها وقف علی فاطمة علیہا السلام ترجمہ۔ جسوقت جناب رسول خدا صلعم نے وفات پائی تو حضرت عباسؓ نے جناب فاطمہؑ کے ساتھ باغات کے بارے میں اپنے حقوق کے اظہار کا مکالمہ کیا جسپر جناب علیؑ و دیگر بزرگواروں نے شہادت دی کہ یہ باغات خاص جناب فاطمہؑ کے واسطے وقف ہیں۔ سنی مولف نے بغرض ہوکر دہی وقف عام قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ یہ باغات خاص جناب سیدہ علیہا السلام کے واسطے وقف تھے۔ اور دوسری حدیث ہی صفحہ فروع کافی سے ظاہر ہے کہ یہ باغات بعدہ انکی اولاد کے بعد دیگرے کے واسطے بھی وقف تھے۔ (ج) مجاج السالکین شیعہ کی کوئی کتاب نہیں چنانچہ ہم تمہید میں اسکو بیان کر چکے ہیں۔ اور تفصیل بحث فدک کی نسبت میراث و ہبہ غضب سیدہ اپنی وفات و بعد دفن ... میں نیز دیکھو خطبہ وسیلہ بذیل استدلال نمبر ۵۔ فدک کے بارہ میں حضرت علیؑ و دیگر ائمہؑ کا اعتقاد (د) اگر کوئی روایت شاذ برخلاف احادیث متواترہ امامیہ دربارہ رضامندی حضرت زہراؑ بحق ابوبکر صاحب ملے بھی تو وہ حسب قانون عمل بالحدیث قابل حجت نہیں

ے دیکھو ضمیمہ ۳ صفحہ ۱۶۲

مال فئے کا حقدار کون ہے اہل سنت آیہ فئے کے معنے میں غلطی کرکے دہوکا دیتے ہیں کہتے ہیں جناب رسول خدا صلعم کو کوئی اختیار نہ تھا کہ جناب زہراؑ کو فدک ہبہ کردیتے اور نہ وہ آنحضرت صلعم کے ملک میں تھا بلکہ رسول صلعم کے ملک میں کچھ بھی نہ تھا مال فئے سارے مسلمانوں کا مشترک حق تھا۔ لہذا کوئی چیز قابل وراثت بعد وفات حضور صلعم باقی نہ رہی تھی لہذا ہم اس کی تشریح ضروری سمجھتے ہیں۔ اوّلاً آیت فئے مع ترجمہ کے پر غور فرمائیے وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علیٰ من یشاء واللہ علیٰ کل شئ قدیر ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین وابن السبیل (سورہ حشر پارہ ۲۸) ترجمہ:۔ اور جو مال خدا نے اپنے رسول کو (بے لڑے) مفت میں اُن سے دلوا دیا تو (مسلمانو) تمنے اُس کیلئے کچھ دوڑ دھوپ تو کی نہیں (نہ) گھوڑوں سے اور نہ اونٹوں سے۔ مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہے قابض کردے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو مال اللہ نے رسول کو (ان) بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوا دے تو وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا۔ اور (رسول کے) قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور (بے توشہ) مسافروں کا۔ انتہیٰ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب۔ اسی کے متصل آیت اس کے بعد وارد ہے ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا الآیہ ترجمہ:۔ اور (مسلمانو) جو چیز پیغمبر تم کو (ہاتھ اٹھا کر) دیدیا کریں وہ لیلیا کرو۔ اور جس چیز کے لینے سے تم کو منع کریں اُس سے دستکش رہو۔ اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے۔ انتہیٰ (ترجمہ مولوی نذیر احمد)

شیعہ کی تفسیر ہم فلک النجاۃ میں ثابت کرچکے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر بحکم حدیث ثقلین وہی صحیح واجب العمل ہے جو ائمہ اہلبیتؑ سے ثابت ہو خواہ ساری

دنیا کے مذاہب اس کے مخالف ہوں اور تفسیر ائمہؑ اہلبیت میں آیت فئے کے بارہ میں بالاتفاق یہی مروی ہے کہ سارے کا سارا مال فئے خالص رسول خدا صلعم کا حق ہوتا ہے۔ وہ اپنے قرابتداروں سے اغنیاء و فقراء۔ ومساکین و یتامے و مسافروں و مہاجروں وانصاروں کو بعد و منع اپنی ضروریات کے جسطرح چاہیں دیدیں آپکو اس میں اختیار ہے کہ زمین حاصل شدہ از قسم فئے کو تقسیم کردیں یا اس کی آمدنی کو تقسیم کردیں۔ یا کسی کو بطور جاگیر بخشدیں۔ غرضیکہ ہر قسم کے مالکانہ اختیارات آنحضرت صلعم کو حاصل ہیں۔ عام مسلمانوں کو اس سے کوئی چیز دیدیں تو آپکا اختیار۔ نہ دیں تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ چنانچہ ما اٰتٰکم الرسول سے ظاہر ہے۔ اور مہاجرین وانصار کے فقرا بھی اسی قسم قرابتداروں سے مراد ہیں للفقراء المہاجرین کو لذی القربیٰ سے بدل مانا گیا ہے۔ اس طرح یہ قسم بھی اسی صنف رسول کے قرابتداروں کا مراد ہے۔ اور انصار سے مراد بھی وہی قریبی انصار ہونگے جو اول ہجرت کرکے ہمراہ حضرت صلعم کے مدینہ میں آئے اور بعد کے آنیوالے مہاجرین کی نصرت کی۔ اور اگر لذی القربیٰ کے بعد کے کلمات سے* صرف اغنیا قریبی مراد ہونگے۔ غرضیکہ مال فئے رسول صلعم کا تھا۔ خدا کا حصہ بھی رسول کا اور رسول کا بھی آپکا۔ اور آپکے بعد یہ سب امام حق منصوص من اللہ والرسول کا ہوتا ہے۔ اور رسولؐ کے قرابتداروں کا حصہ غنی فقیر سب کا ہے۔ اور یتیم مسکین مسافر بھی انہی قرابتداروں میں سے حصہ دار ہیں۔ مہاجرین وانصار بھی انہی سے مراد ہیں۔ لذی القربیٰ کے بعد جو اصناف مذکور ہیں یہ بطور تخصیص بعد تعمیم ذکر ہوئے ہیں۔ اسی طرح مال غنیمت سے خمس (پانچواں حصہ) رسولؐ اور آپکے قرابتداروں کا حق ہے۔ غنی ہوں یا فقیر یا مسکین یا مسافر۔ اور نبیؐ کے زمانہ میں بلا لحاظ اس کے کہ فلاں قرابتدار غنی ہے یا فقیر سب کو کچھ نہ کچھ ملتا رہا جسطرح حضور صلعم مناسب سمجھتے تھے۔ ثبوت اس کا کتب شیعہ

* بدل فرض کریں تو آوان ذوی القربیٰ سے۔

میں بروایات ائمہؑ اہلبیت کافی موجود ہے۔ نمونہ کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر صافی صفحہ ۱۸۵
سورہ انفال و صفحہ ۷۴۴ سورہ حشر بحوالہ کافی و تہذیب و من لا یحضرہ الفقیہ و قمی

غنیمت اور فے میں فرق } حاشیہ قرآن مترجم مولوی نذیر احمد پر تشریح
آیت فے کے بارہ میں اس طرح لکھا ہے۔ لوٹ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو کفار سے
لڑکر ہاتھ آئے اسکو غنیمت کہتے ہیں۔ اور ایک وہ جو بے لڑے ہاتھ لگے جیسا کہ
بنی نضیر یہودیوں سے ملا تھا۔ اسکو اصطلاح شرع میں فے کہتے ہیں۔ جسکا ترجمہ
ہمنے مفت کیا ہے۔ انتہے بلفظہ +

سنیوں کی کتابوں سے ثبوت کہ مال فئے کے مالک رسول صلعم ہیں } (۱) تفسیر جلالین صفحہ ۴۵۳ سورہ حشر آیت فے کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو خطاب
ہے فلا حق لکم فیہ ویختص بہ النبی صلعم و من ذکر معہ فی الآیۃ الثانیۃ
من الاصناف الاربعۃ علے ما کان یقسمہ من ان لکل منہم خمس الخمس
ولہ صلے اللہ علیہ وآلہ الباقی یفعل فیہ ما یشاء۔ انتہے تفسیر جلالین کے
حاشیہ کمالین کی عبارت بھی لکھی جاتی ہے (حاشیہ نمبر۱) یعنی انہ یقسمہ علی خمسۃ
اسہم اربعۃ اخماس للنبی صلعم خاصۃ والخمس الباقی یقسم علیہ وعلی
الانواع الاربعۃ المذکورۃ فی الآیت التالیۃ الخ (حاشیہ نمبر۲) قولہ
الباقی وھی الاقسام الاربعۃ یتصرف فیہا ما یشاء یعنے اے مسلمانو! تمہارا
مال فئے میں کوئی حق نہیں یہ مال خاص نبی صلعم کا ہے۔ اور ان کا جو حضور صلعم کے
ساتھ آئندہ آیت میں مذکور ہیں۔ وہ اسطرح تقسیم کریں کہ ان اصناف اربعہ میں سے
ہر ایک کے لیے پانچواں حصہ فئے کے پانچویں حصے سے ہے۔ اور باقی سب رسول خدا
صلعم کا ہے۔ اسمیں آپکو کلی اختیار حاصل ہے جس طرح چاہیں اسکو استعمال کر سکتے ہیں
(حاشیہ کمالین میں ہے) کہ مال فئے کو پانچ حصوں پر تقسیم کریں۔ چار حصے خاص نبی صلعم

کے اپنے ہیں۔ اور پانچواں حصہ خود نبی صلعم اور دیگر چار قسم کے حصہ داروں پر تقسیم
ہوتا ہے۔ جن کا ذکر بعد کی آیت میں ہے (دوسرا حاشیہ) یعنے چار حصے جو رسول صلعم
کے مال فے میں ہیں (اور پانچویں میں بھی شریک ہیں) اپنر رسول خدا صلعم ہر قسم کا تصرف
فرما سکتے ہیں جو چاہیں کریں۔ (۲) تفسیر حسینی میں بذیل تفسیر آیت فے لکھا ہے
اموال وعقار ایشاں (بنی نضیر) مجموعہ فے شد۔ یعنی تمام خاصہ پیغمبر صلعم بود۔ پس آنحضرت
صلعم ہر چیز بہر کس کہ خواست بداد الخ (آخر میں لکھا) علماء بر آنند کہ فے خاصۂ پیغمبر صلعم بود
و قسمت آں تعلق بوے داشتہ (۳) تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۸۱ میں
ہے ما افاء اللہ علی رسولہ۔ جعلہ فیئاً لہ خاصۃ۔ منہم من بنی النضیر والامر
فیہ مفوض الیہ یضعہ حیث یشاء ولا یقسمہ قسمۃ الغنائم اللتی قوتل علیہا ترجمہ
یعنی مال فئے خاص رسول اللہ صلعم کا ہے اسکا اختیار انہی کو ہے جہاں چاہیں اور جسطرح
چاہیں دیں یا نہ دیں۔ اسکو غنیمت کی طرح تقسیم کرنیکا حکم نہیں (۴) تفسیر کبیر مطبوعہ مصر
جلد ۸ صفحہ ۱۲۵ میں ہے ومعنی الآیۃ ان الصحابۃ طلبوا من الرسول ان یقسم الفئ
بینہم (الی ان قال) فکان الامر فیہ مفوضا الی الرسول یضعہ حیث یشاء
یعنی صحابہ نے مال فئے سے حصہ لینے کی خواہش کی جسپر خدا تعالٰے نے غنیمت اور فئے کا
فرق بیان کر دیا۔ اور فرمایا کہ فے وہ چیز نہیں کہ تمنے اُسپر کوئی تکلیف کی ہو لہذا اُسکا اختیار
رسولؐ کو ہے جسکو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں۔ اسی صفحہ تفسیر مذکور میں علامہ واحدی
سے مروی ہے اس نے کہا کہ رسول خدا صلعم کے زمانہ میں فئے پانچ حصوں پر تقسیم ہوتا تھا
چار حصے رسولؐ لیتے تھے اور پانچویں حصہ سے پھر ایک حصہ رسول صلعم لیتے اور باقی چار
حصے اصناف اربعہ مندرجہ آیت پر تقسیم فرماتے تھے۔ انتہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانچویں
حصہ فئے سے بھی ایک حصہ رسول کا اپنا تھا۔ اور چار باقی اصناف اربعہ کے۔ اگر یہ چار
اصناف رسولؐ کے قرابتداروں سے مراد نہ لئے جائیں تو کلمہ ولذی القربٰے (نعوذ باللہ)
لغو جاتا ہے +

(۵) اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۷۱ و ۳۷۲ میں ابو العالیہ سے خمس غنیمت کی تقسیم اس طرح لکھی ہے کہ اسکو چھ حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا رسول ؐ کا۔ یہ دو جزو رسول ؐ لیں اور باقی چار حصے اصناف اربعہ لیں اور اس خمس کے علاوہ چار حصے لڑنیوالے اور غنیمت سے لانیوالے مسلمانوں کے ہیں۔ اور تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۷ میں حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مصفّا شرح مؤطا جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے ودریں مسئلہ مناظرہ واقع شد۔ درمیان حضرت عمر و درمیان حضرت علیؑ و حضرت عباسؓ۔ حضرت علیؑ و حضرت عباسؓ اضافہ را اضافہ ملک می دانستند و دعویٰ میراث کردند (تا اینکہ لکھا) کہ حضرت عمر این آیت خواند ما افاء اللہ علی رسولہ منہم بعد ازاں گفت فکانت ھذہ خاصۃ لرسول اللہ ودریں کلمہ اثبات اضافہ می نماید اعم ازانکہ اضافہ تصرف باشد یا اضافہ ملک الخ اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے۔ گویا میفرماید کہ اغنیاء تداول نہ کنند بایکدیگر الّا آنکہ پیغامبر و ذوی القرابۃ کو باوجود غنا استحقاق آں دارند از جہت فضیلتے کہ خدا تعالیٰ ایشاں را باآں مخصوص گردانیدہ است۔

اس عبارت شرح موطا امام مالک مولفہ[1] شاہ ولی اللہ صاحب سے معلوم ہوا کہ جناب امیر المومنین علیؑ اور حضرت عباسؓ عم رسول خدا کا مذہب مال فے میں یہی ہے کہ رسول خدا کا خاص ملک ہوتا ہے۔ اور حضرت عمر کو بھی اس امر کا اقرار ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا اسپر حین حیات تک تصرف تھا۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیرؑ و حضرت عباسؓ نے اسی ملک کی بنا پر میراث کا دعوےٰ بھی کیا۔ اور اسی کتاب کی دوسری عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول صلعم کے قرابتدار اگرچہ غنی ہو جائیں تو بھی مال فے کے مستحق ہیں۔ ناظرین ان نتائج کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں آئندہ بقیہ اس مضمون میں کام آئینگے۔ (۶) صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۸۹ و ترمذی مطبوعہ مجتبائی جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ و سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں مروی ہے عن عمر قال کانت

[1] دیکھو ضمیمہ ۲ صفحہ ۱۶۳

اموال بنی نضیر مما افاء اللہ علیٰ رسولہ مما لم یوجف علیہ المسلمون بخیل ولا رکاب فکانت للنبی خاصۃ الحدیث وفی لفظ ابی داؤد والترمذی فکانت لرسول اللہ خالصًا وقال ھذا حدیث حسن صحیح وفی لفظ ابی داؤد قال عمر ھذہ لرسول اللہ خاصۃ قری عرینۃ فدک وکذا وکذا ترجمہ:- حضرت عمر کہتے ہیں اموال بنی نضیر جو خدا نے اپنے رسول کو ہاتھ لگائے اس قسم کے مالوں سے ہیں جن پر مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے پس یہ فدک وغیرہ خالص رسول خدا صلعم کا مال ہے۔ مولوی وحید الزمان ترجمہ ابو داؤد کی حدیث میں صفحہ ۴۷ و ۴۸ پر لکھتے ہیں اس آیت سے خاص ہوئے رسول اللہ صلعم کیلئے چند گاؤں عرب کے جیسے فدک وغیرہ (پھر فائدہ لکھتے ہیں)۔ ف۔ یہی حکم ہے فے کا۔ یعنی جو مال کفار سے ہاتھ لگے بغیر جنگ کے وہ مسلمانوں کے لئے ہے مگر اختیار اسکا حضرت صلعم کو تھا جسکو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں۔ انتہٰی بعینہٖ۔ مترجم ابو داؤد نے رسول اللہ صلعم کے خالص مال کو اگرچہ مسلمانوں کا مال برائے نام کہہ تو دیا مگر لاچار مان گیا ہے کہ اسکا اختیار نبی صلعم کو تھا خواہ کسی کو دیں یا نہ دیں جسکا مآل و مقصود وہی ہے کہ رسول صلعم کا مال تھا اور آپکو اسمیں کلی اختیار تھا۔ علامہ نووی شرح حدیث مسلم صفحہ ۹۱ و ۹۲ میں لکھتے ہیں حدیث قال عمر ان اللہ خص رسولہ بخاصۃ لم یخصص بھا احدا غیرہ قال ما افاء اللہ علیٰ رسولہ الآیہ یعنے خدا نے رسول کو ایسی چیز سے مخصوص فرمایا جو کسی دوسرے کیلئے نہیں۔ فرماتا ہے جو خدا اپنے رسول کو ہاتھ لگائے آخر آیت تک (نووی لکھتا ہے) قال القاضی عیاض فی تفسیر صدقات النبی صلعم الخ یعنے قاضی عیاض صدقات نبی کا بیان یوں کرتے ہیں کہ وہ چند طرح پر رسول صلعم کے ہاتھ لگے۔ ایک وہ جو کسی نے نبی صلعم کو ہبہ کر دیا ہو۔ جیسے احد کے دن مخیریق یہودی نے بعد اسلام لانے کے سات باغ جو بنی نضیر میں تھے آنحضرت صلعم کو بخشدیئے۔ اور جیسے انصار نے اپنی زمین سے آنحضرت صلعم کو کچھ دیدیا تھا وکان ھذا ملکا لہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ سب حضرت صلعم کا ملک تھا۔

دوسرا فئے بنی صلعم کا حق قائم ہوا جیسے بنی نضیر کو جلا وطن کر کے آپ انکی زمین پر قابض ہوئے کانت لہ خاصۃ یہ زمین خاص رسول اکرم کی تھی کیونکہ اسپر کوئی گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے گئے وکذٰلک نصف ارض فدک بعد فتح خیبر اور اسی طرح نصف زمین گاؤں فدک کی جو بعد فتح خیبر حاصل ہوئی دکان (فدک) خالصًا للہ یہ ارضی فدک بھی خالص ملک رسول خدا صلعم تھی۔ اسی طرح وادی القرے کا تیسرا حصہ زمین اور خمس خیبر کا حصہ نبوی وغیرہ اموال ہیں۔ فکانت ھذہٖ کلھا ملکًا لرسول اللہ خاصۃ لاحق فیہا لاحدٍ غیرہٖ یعنی یہ سب اراضی مذکورہ رسول اللہ صلعم کی خاص ملکیت تھی جسمیں سوائے رسول صلعم کے کسی بشر کا حق نہ تھا انتہٰی۔ اور خصائص کبرٰے سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ میں باسناد احمد و مسلم و بخاری حضرت عمر کا اقرار اسی طرح مروی ہے فکانت ھذہٖ خالصۃ لرسول اللہ صلعم۔ نتیجہ:۔ اب حضرات اہل خلاف کیا فرماتے ہیں رسول خدا صلعم اپنے خصائص مندرجہ عبارات بالا سے جناب زہرا علیہا السلام کو فدک اپنے تصرف سے ہبہ فرما سکتے تھے یا نہ۔ جب کلی اختیار رکھتے تھے۔ کسی کو اپنے حصّے سے کچھ زمین بخشدیتے تو شرعًا اس میں کونسی قباحت تھی۔

سبحان اللہ ہم تو آجتک اپنے سُنی استادوں سے سنتے آئے تھے کہ رسول الثقلین صلعم کی نہ کوئی زمین تھی نہ کوئی مال۔ آپکے ملک میں کچھ بھی نہ تھا۔ وہ جناب زہرا کو فدک کس طرح دیسکتے تھے۔ یہ تو سارے مسلمانوں کا مال تھا۔ آج معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم معقول نیندارہ رکھتے تھے۔ اپنی مرضی سے اگر نبی صلعم نے زمین فدک اور باغات بنی نضیر جناب زہرا کو ہبہ فرمادئے۔ اور باقی دوسرے قرابتداروں پر تقسیم فرماتے رہے اور خود بھی اسی سے باقناعت خرچ فرماتے رہے تو انکو کلی اختیار تھا اسمیں شرعًا کوئی مضائقہ نہیں آپ اس آیت کی تفسیر کو بخوبی جانتے تھے۔ اور یہ غلط محض ہے کہ نبی صلعم نعوذ باللہ مفلس تھے انکے پاس کچھ نہ تھا۔ بلکہ قرآن اسکی تردید فرماتا ہے ووجدک عائلًا فاغنٰی۔

(۷) رسول خدا صلعم نے فدک وغیرہ ہبہ کر دینے میں کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ اپنے ملک سے جسقدر مناسب سمجھا دیدیا آپکو اس میں کلی اختیار حاصل تھا۔ دوسرے قرابتداران کیلئے بہت کچھ زمین باقی تھی جس سے یتیموں مسکینوں۔ مسافروں۔ قریبیوں کو مناسب حق دیتے رہے۔ اگر نبی صلعم کو اس اپنی فئے سے کسی کو کچھ دیدینے کا حق حاصل نہ تھا تو اسکے خالص رسول کے ملک ہونیکا کیا معنے۔ اور بضعہ حیث یشاء کا کیا مطلب کہ جہاں چاہیں اسکو رکھدیں۔ جسکو چاہیں دیں جسکو چاہیں نہ دیں۔ جوابھی ہمنے کتب سنیہ سے ثابت کیا ہے۔ حسب بیان مفسرین اہل التسنن اگر رسول خدا صلعم کے فئے سے چار حصّے اور اسکے خمس سے ایک حصہ اور خمس غنیمت سے آپکے دو حصے سمجھے جائیں تو اس حساب سے بھی رسول اکرم صلعم بہت کچھ ارضی کے مالک تھے جس سے اپنی مرضی پر ہبہ او روقف کرسکتے تھے۔ اسمیں شرعی کوئی ممانعت نہ تھی۔ یہ بھی غلط فہمی ہے کہ آمدنی اُس زمین کی ان سب حصہ داروں میں تقسیم ہوسکتی تھی ارضی تقسیم کرنیکا حکم نہ تھا۔ فرمائیے یہ کس دلیل قرآنی یا حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ اس طرح کہنے سے نہ تو حضرت صلعم کا ملک ثابت ہوتا ہے نہ آپکا اُس زمین میں کوئی اختیار معلوم ہوتا ہے یعنی یہ آپکے مالک و قابض ہونیکے مخالف ہے۔ (۸) بقول اہل تسنن اگر برخلاف مفہوم قرآن و برخلاف جملہ کتب تفاسیر و احادیث اُنکے فدک جملہ فقراء و مساکین کل مسلمانوں کا مشترک حق تھا اور اسی واسطے خلیفہ اوّل و ثانی نے جناب سیدہ زہرا اور آپکے وارثوں کو بطور جاگیر ہبہ شدہ یا بطریق ورثہ نہ دیا تو ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ثالث نے کس بنا پر یہی فدک اپنے داماد مروان جیسے مردود و مطرود کو بطور جاگیر دیدیا۔ دیکھو فلک النجاۃ جلد اصفحہ ۳۷۹ و فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۴۱ و سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۱۵۷ وغیرہ۔

اور فتح الباری میں جو یہ جواب دیا گیا ہے کہ فدک وغیرہ مال فئے عہد رسول اکرم صلعم میں زیر تصرف آپکے تھا بعد ازاں ہر خلیفہ اپنے عہد میں اُس پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار رکھتا تھا۔ جسکو چاہتا دیتا جسکو چاہتا نہ دیتا تھا۔ دوسروں کی نسبت خلیفہ

ثالث نے مروان کو زیادہ مستحق سمجھکر اُسے بطور جاگیر فدک دیدیا۔ پس یہ جواب اسطرح مردود ہے کہ پھر تم لوگ اس سے کیوں انکار کرتے ہو کہ نبی صلعم جناب زہرا کو فدک دینے کا حق نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ دوسرے سلمانوں کا اسمیں حق تھا۔ کیا نبی صلعم سے حضرت عثمان کا حق تصرف زیادہ تھا اور خلیفہ اوّل و ثانی نے جناب زہرا بنت رسولؐ کے لئے یہ تصرف جائز کیوں نہ کیا۔ کیا مروان کا استحقاق دختر رسول اللہ صلعم سے زیادہ تھا (مروان کا حال فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو) (۹) حقیقت میں سُنی علماء اپنے بزرگوں کو الزامات و اعتراضات سے بچانے کیلئے قرآنی آیات کے معنے غلط بیان کرکے تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ ظاہر قرآن کے خلاف نبی صلعم کے میراث لینے اور قرابتداران رسولؐ کو حصہ دینے سے انکاری ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے پیشواؤں کے طرز عمل کو قانون شرعی قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے ذوی القربےٰ کا حصہ قرآن میں خمس غنیمت اور فے سے لینا صاف مذکور ہے مگر خلیفہ اوّل نے بند کیا لہذا قیامت تک رسولؐ کے قرابتداروں کا حصہ بند کرنا قانون شرعی مقرر ہوگیا۔ غور کا مقام ہے کہ یہ جو عاشقان ثلاثہ کہتے ہیں ابوبکر صاحب وراثت انبیاء کے قائل نہ تھے ورنہ انکو محبت اہلبیت و اطاعت شریعت میں کمال حاصل تھا۔ کیسا غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وراثت یا ہبہ فدک کا حال پھر معلوم کریں پہلے یہ تو دیکھئے کہ رسولؐ کے قرابتداروں کا حصہ جو قرآن میں صاف وارد ہے وہ کیوں بند کرلیا گیا ہے اسکا جواب پوچ یہ سُناتے ہیں کہ اقربا رسولؐ غنی ہوگئے ہونگے۔ اسلئے بند کرلیا۔ اور قیامت تک بند ہوگیا۔ (واہ رے تمہاری خوش اعتقادی) یا للعجب۔ جناب نبی صلعم کی چشم مبارک بوقت وفات بند ہونیکی دیر تھی کہ آپکے قرابتدار سب دولتمند ہوگئے۔ اور ہوئے کسطرح کہ نہ تو رسولؐ سے بقول سنیان انکو کوئی وراثت پہنچی اور نہ وہ حصہ ملا جو نبیؐ کے وقت ملتا تھا بلکہ وہ بھی بند کرلیا گیا اور مال زکوٰۃ وہ ابتدا سے نہ لے سکتے تھے تو گویا غنی کے معنے یہ ہوئے کہ جسکے سب ذرائع آمدنی بند کردیئے جائیں اُسی کو غنی کہا جاتا ہے۔ بہت خوب۔

ہاں سنیوں کے خلفاء نے اپنی دیانتداری سے یہ مشہور کردیا ہوگا کہ رسولؐ کے قرابتدار سب غنی ہوچکے ہیں انکو دینے کی ضرورت نہیں۔ اور اصل غرض اُنکی یہ تھی کہ یہ مفلس اور نادار رہیں لوگ انکے تابع نہ ہوں تاکہ انکو ہم لوگوں کے برخلاف دم مارنے اور کسی عزائم کی جرأت نہ ہو سکے جو وہ پوری ہوئی۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ قرآن میں یہ کہاں وارد ہے کہ ذوی القربےٰ غنی ہوجائیں تو انکا حصہ بند کرلینا چاہئے۔ یا بعد وفات نبیؐ آپکے سب قریبی غنی سمجھے جائیں۔ افسوس صد افسوس ایسی ایمانداری پر۔ اس طرح اگر ایک مربعہ کے مالک کو بذریعہ وراثت انکے کسی قریبی سے حسب حصائص قرآنی ایک مربعہ ملتا ہو تو وہ کسی دوسرے کو ملنا چاہئے اور اصل حقدار کو نہ دیا جائے کیونکہ وہ پہلے ایک سو مربعہ کا مالک ہے۔ قانون ہے کہ آیت کو آیت منسوخ کرتی ہے۔ مگر اہل السنن کا یہ قانون بھی معلوم ہوا کہ انکے خلیفہ یا مجتہد کی زبان یا عمل سے جو کچھ ظاہر ہوجائے وہ قرآن کریم کا ناسخ ہوسکتا ہے۔ رسول کے قرابتداروں کے غنی ہوجانے پر حصہ بند کرلینا ہم خود اہل سنن کی اپنی کتاب سے ثابت کرچکے ہیں کہ یہ خلاف شرع ہے اور اقربا اغنیا کا حق حسب فرمان قرآن قائم ہے۔ دیکھو مصفا شرح مؤطا مطبوعہ دہلی جلد ۲ صـ ۱۴۱ جسکی عبارت ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اب ہم ذیل میں اس کا ثبوت دیتے ہیں کہ خلفاء سنیہ نے رسول کے قرابتداروں کا حصہ بند کردیا۔

رسولؐ کے قرابتداروں کا حصہ ضبط کرلیا گیا۔ } سنن ابی داؤد مترجم صفحہ ۵۳۷ وغیر مترجم صفحہ ۴۱۶ و مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۳ و نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۲۱۸ میں باسناد بخاری جبیر بن مطعم سے مروی ہے کان ابوبکر یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ غیر انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللہ ما کان النبیؐ یعطیہم۔ ترجمہ سنن ابوداؤد میں مولوی وحید الزمان صاحب اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ مگر وہ (ابوبکر) رسولخدا کے عزیزوں کو نہ دیتے تھے۔ جیساکہ رسول اللہ انکو دیتے تھے۔ (اسوجہ سے کہ وہ اس وقت میں غنی ہونگے) انتہٰے۔

یز ابی داؤد مترجم صفحہ ۵۵ ، میں مروی ہے کہ ابن عباس سے ذوی القربےٰ کا سوال ہوا کہ کون مراد ہیں کہا رسولؐ کے عزیز مراد ہیں انکو حصہ دیا تھا رسولؐ اللہ نے اور حضرت عمر نے پیش کیا تھا ہمپر اسمیں سے کچھ - مگر ہمنے اُسکو اپنے حق سے کم پایا - اس واسطے پھیر دیا اور نہ لیا اُسکو - انتہےٰ بلفظ - یہ روایت دوسری روایت حضرت امیرؑ کی ہیتی ہے جسمیں آپنے حصہ لینے کا انکار فرمایا - وہ بھی سنن ابو داؤد میں ہے یعنی حضرت عمر نے کچھ دیا آپ نے (علیؑ نے) فرمایا ہمیں اسکی حاجت نہیں - تو اسکا یہی مطلب ہے جو حضرت ابن عباس نے صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ اگر دیں تو ہمارا پورا حقہ دیں اور نہ دیں تو خدا رزاق ہے اسکی ہمیں ضرورت نہیں - اور تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر میں ہے وقال ابن عباس فلما قبض اللہ رسولہ رد ابو بکر نصاب القرابة فی المسلمین وکذا فی تفسیر النیشاپوری علے ہامش تفسیر ابن جریر جلد ۱ صفحہ ۵ روی ان ابا بکر منع بنی ہاشم الخمس - خلاصہ ترجمہ یہ کہ بعد وفات نبی صلعم کے حضرت ابو بکر نے حصہ خمس رسول اللہ صلعم کے قرابتداروں کا یعنی سب بنی ہاشم کا بند کر لیا - اور وہ عام مسلمانوں کے اندر تقسیم کر دیا - اور اسی طرح تفسیر فتح البیان و در منثور میں بروایت ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتم وابن المنذر مروی ہے - اور علامہ ابن ابی الحدید سنی شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۸۶ ، میں لکھتے ہیں لوگوں کا گمان ہے کہ جناب زہرا علیہا السلام نے ابو بکر صاحب کے پاس دو طرح کا دعوےٰ کیا مگر میں نے تیسری قسم کا دعوےٰ کرنا - اور ابو بکر صاحب کا نہ دینا بھی روایات میں موجود پایا ہے وہ حقہ ذوی القربےٰ کا ہے - جسکو ابو بکر جوہری نے باسناد خود حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ جناب زہرا علیہا السلام نے حضرت ابی بکر کے پاس ظاہر کیا کہ جو تو نے اہلبیتؑ پر ظلم کیا ہے وہ تو جانتا ہے - اب حصہ ذوی القربےٰ غنیمت سے کیوں نہیں دیا اور قرآن میں مال فے وغیرہ غنائم سے حصہ ذوی القربےٰ کا مقرر ہے - پھر واعلموا انما غنمتم من شیٔ کو آخر آیات تک پڑھا - ابو بکر صاحب نے کہا میں یہ نہیں جانتا کہ

سارا خمس آپکا ہے (رسولؐ کے قرابتداروں کا) زہراؑ نے فرمایا کیا ہمارا نہیں تو تیرا یا تیرے اقربا کا ہے ؟ کہا نہیں - پھر حضرت زہراؑ نے فرمایا یہ آیت اُتری تھی تو نبیؐ نے ہم آل محمدؐ کو بشارت دی تھی کہ اب تمہارے لئے آسودگی آگئی ہے یہ سن کر ابو بکر صاحب کہنے لگے ہم یہ نہیں جانتے - آپ حضرت عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح (یہ دونوں ہی تھے جنہوں نے ابو بکر صاحب کو مسند خلافت پر بٹھایا اور پہلے پہلے آپکی بیعت کی) سے جا کر اجازت لیجئے - اگر وہ کہینگے تو دیدونگا (پھر لکھا ہے) جناب زہراؑ نے اس بات پر تعجب کیا اور سمجھا کہ اس حصہ روکنے میں ان دونوں (بلکہ تینوں) نے سمجھوتہ کیا ہوا ہے - انتہےٰ واقعی حضرت عمر سے ابو بکر صاحب ڈرتے تھے اور ان کے زیر اثر تھے اسی واسطے حضرت عمر نے فدک کی سند تحریر شدہ حضرت زہراؑ سے لیکر چاک کر دی تھی - دیکھو سنیوں کی کتاب انسان العیون فی سیرة الامین والمامون المعروف بہ سیرت حلبیہ - مولفہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۹ و ۴۰۰ - ناقلا سبط ابن الجوزی سے اسمیں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ گئے - پوچھا یہ کیا ہے - ابو بکر صاحب نے کہا میں نے فاطمہ زہراؑ کو فدک لکھدیا ہے - حضرت عمر کہنے لگے (تو بھی عجیب آدمی ہے) عرب کے لوگ تیرے ساتھ جنگ پر تلے ہوئے ہیں پس تو مسلمانوں پر کیا خرچ کریگا ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ پھر حضرت عمر نے وہ وثیقہ لیلیا اور چاک کر دیا انتہےٰ - جس صاحب کو شک ہو وہ جملہ عبارات سنیہ ذیل بالا کو اصل کتابوں کے ساتھ مقابلہ کر کے اپنی تسلی کرے - اور تفصیل فلک النجاة بحث فدک میں دیکھو - اس میں ہر پہلو سے اسپر بحث کیگئی ہے - اور بھی کتب سنیہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ تا دم حیات بلکہ بعد وفات حضرات ثلاثہ سے ناراض گئی ہیں اور جناب کی ناراضگی اور غضب سے رسولؐ خدا بھی اُنپر غضبناک ہیں - اور تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۷ ، میں لکھا ہے وانما بعد رسول اللہ فسہمہ ساقط بموتہ وکذلک سہم ذوی القربےٰ وعن ابن عباس انہ کان علے ستة للہ و للرسول سہمان وسہم لاقاربہ فاجری الخمس علی ثلثة وکذا عمر ومن بعدہ

من الخلفاء وصعنی للہ وللرسول لرسول اللہ صلعم کقولہ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ

خلاصہ ترجمہ۔ بعد وفات رسول خدا صلعم رسول اور آپکے اقارب کا حصہ ساقط ہو چکا ہے حضرت ابن عباس کہتے ہیں خمس کے چھ حصے ہوتے تھے۔ اللہ و رسول کے دو حصے جو دونوں رسول کے تھے۔ اور ایک حصہ رسول کے قرابتداروں کا تھا۔ رسول صلعم کے بعد خمس کو تین حصوں پر خلیفہ اول نے تقسیم کرنیکا حکم جاری کیا۔ اسی طرح حضرت عمر اور الحسن کے بعد سب خلفاء کے زمانہ میں عمل جاری رہا۔ اس کی تائید شیعہ کی کتاب اصول کافی صفحہ ۱۶۳ میں بھی موجود ہے کہ نبی صلعم جناب علی کے مصائب شمار کرنے میں فرماتے ہیں علی الصبر منک علی کظم الغیظ وعلی ذہاب حقک وغصب خمسک اور سنیوں کی تفسیر جلالین صفحہ ۱۴۹ پارہ ۱۰ میں بذیل تفسیر واعلموا انما غنمتم میں لکھا ہے قال ابو حنیفہ سقط سہم النبی و سہم ذی القربیٰ بوفاتہ یعنی امام ابو حنیفہ کہتے ہیں رسول صلعم اور آپکے عزیزوں کا حصہ حضرت صلعم کی وفات پر ساقط ہو چکا ہے* اچھا نبی صلعم تو فوت ہوئے انکی جگہ حقیقی جانشین کو یا آپکے وارثوں کو رسول کے زمانہ کا حاصل شدہ مال نہ مل سکا۔ مگر آنحضرت صلعم کے قرابتداروں کا حصہ خمس تاقیامت کیوں بند کر لیا گیا وہ سب نہ تو فوت ہو گئے تھے۔ اور نہ کوئی آیت ناسخ اتری۔ البتہ سنیوں کے نزدیک خلفاء کا عمل ضرور ناسخ قرآن ہوتا ہے انہوں نے حق مودت قربائے رسول کا خوب ادا کیا ہے۔ خیال کیجئے یتیم اور مسکین کی صفت یتیمی اور مسکینی زائل ہونے پر اُن کا استحقاق زائل ہو سکتا ہے مگر قرابت رسول کی صفت ذوی القربیٰ سے تاقیامت زائل نہیں ہو سکتی پھر معلوم نہیں کس دلیل قرآنی سے انکا حق زائل کیا گیا۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت زہراؑ کو نبیؐ فدک کس طرح دے سکتے تھے۔ کیونکہ تیسرے حصہ سے زیادہ ترکہ میں وصیت جائز نہیں ہوتی۔ یہ اس لئے غلط ہے کہ اول فدک وغیرہ بطور ہبہ حین حیات میں نبیؐ دے چکے تھے۔ اسلئے یہ وصیت نہیں کیونکہ وصیت کا عمل بعد وفات

* اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے۔ ۱۲ منہ

ہوتا ہے اور فدک پر عملدرآمد حیات سرور کائنات میں ہوا۔ دیکھو فلک النجاۃ۔ ثانیاً شرح صحیح مسلم سے لکھا جا چکا ہے کہ بہت اراضی نبی صلعم کے ملک میں تھی۔ فدک اور سات باغوں کے سوا بھی دو تہائی سے زیادہ جائداد دوسرے قرابتداروں کے لئے باقی تھی + سنیوں کا ذوی القربیٰ سے ہر دو مقاموں پر (آیت غنیمت وفئے میں) رسول کے قرابت دار مراد لینے پر اتفاق ہے اور دوسرے اصناف آل رسول اور ذوی القربیٰ سے مراد نہ لینے میں انکی غلط فہمی ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ مال زکوٰۃ ساری دنیا کے یتیموں مسکینوں۔ فقیروں۔ مسافروں اور عام مسلمانوں کے لئے خدا تعالے نے مقرر فرمایا ہے۔ اور رسول کے قرابتداروں کو ان صدقات زکوٰۃ لینے کی ممانعت ہوئی۔ اور انکے فقراء و مساکین وغیرہ کیلئے امداد کا فقط یہی ذریعہ قرار پایا۔ لہذا حسب احادیث اہلبیتؑ یہ اصناف سب رسولؐ کے عزیزوں سے مراد ہیں۔ سنیوں کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول کے قریبی حسب دلیل سے مراد لیتے ہیں اسی سے باقی اصناف بھی رسولؐ کے کنبہ کے مراد ہیں۔ سنیوں کے خیال کے مطابق برخلاف فصاحت و بلاغت عجیب خلط عبارت لازم آتا ہے۔ کہ ذوی قربٰہ و یتٰمکُم یعنی رسول کے قریبی اور تمہارے یتیم مسکین حصہ دار ہیں حالانکہ یہ بلا دلیل اور بلا قرینہ کلام غیر فصیح معلوم ہوتا ہے۔ کیا ان میں کوئی یتیم۔ مسکین۔ مہاجر و مسافر قریبی حضرت کا نہ ہوتا تھا؟ اور اگر وہ ایسے تھے تو زکوٰۃ بھی نہ لے سکتے تھے پھر وہ کیا لیتے۔ اسی واسطے خدا تعالے نے انپر یہ انعام فرمایا کہ اس سے یہ سب اصناف قریبی رسول کے حصہ لیں۔ اور ویسے اپنی مرضی سے رسول اللہ صلعم عام مسلمانوں سے کسی مہاجر یا فقیر کو اس مال سے کچھ دیدیتے تو انکو کلی اختیار حاصل تھا۔ یا اس سے حسب ضرورت سامان جنگ کیلئے کچھ الگ کر کے رکھ لیتے تو یہ بھی آپکا اختیار تھا مگر اصل حق رسولؐ اور آپکے قرابتداروں کا تھا

طرز استدلال نمبر ۲۸ } (اختلافات صحابہ) شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم مجلس ۳ صفحہ ۱۴۹ کے حاشیہ پر لکھا ہے یعنی باہیر اختلافات واقع حالت مرض اور بعد از وفات آں سرور کائنات کے صحابہ کے درمیان اختلافات اجتہادیہ تھے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ انکی غرض اسمیں امور دینیہ کے قائم کرنے اور طرق شریعہ کے صفائی کرنیکی تھی مجمع الاوصاف صفحہ ۱۲۱ بعینہٖ۔

ابطال استدلال } سنی مولف نے اس عبارت کو نقل کرنے میں دیانت کو کوسوں دور پھینکدیا ہے۔ اور حق پرستی سے بمراحل بعید جا پڑا ہے۔ اختلافات صحابہ اجتہادیہ ہونیکا کوئی شیعہ قائل نہیں یہ سب اہل تسنن کا بہتان و افترا ہے اور ان کا اپنا من گھڑت قانون ہے۔ اگر اختلافات کو اجتہادی مانا جائے اور ہر مجتہد کو اسکے اجتہاد پر ایک ثواب کا مستحق سمجھا جائے تو حضرت عمر کا قاتل حضرت عثمان کے قاتلین حضرت علیؑ کا قاتل امام حسینؑ کے برخلاف جنگ کرنیوالے سب مجتہد تھے اور اپنے اپنے فعل پر ہر ایک دلیل شرعی رکھتا تھا جسکو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ پس کیا یہ سب ثواب کے مستحق ہیں اور حضرت عمار بن یاسر کا مخالف گروہ اور اُسکا قاتل با حادیث متواترہ دوزخی ہیں حالانکہ وہ معاویہ کا گروہ ہے۔ پس برخلاف جملہ احادیث ان سب کو مستحق ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اور با حادیث صحیحہ ثابت ہے کہ جو حضرت علیؑ کو سبّ کریگا وہ رسولخدا کو سبّ کریگا۔ جس نے حضرت علیؑ سے جنگ کی اسنے رسولخدا سے جنگ کی۔ تو کیا ان اعمال کے کرنیوالے مجتہدین مستحق ثواب اور طرق شرعیہ کے صفائی کرنیوالے اور امور دینیہ کو قائم کرنیوالے ہو سکتے ہیں۔ کوئی منصف اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اصل کتاب اخبار ماتم کو پڑھیئے اُس عبارت کا پہلا حصہ ناقل سنی نے عمداً ترک کردیا ہے جسمیں لکھا ہے ومن کتاب الملل والنحل ذکر خلاف الامۃ بینھم واما الاختلافات الواقعۃ الخ درحقیقت یہ عبارت کتاب الملل والنحل شہرستانی سنی سے مصنف اخبار ماتم نے نقل کی ہے اُسکا اعتقادی کلام نہیں۔ ملاحظہ ہو اصل کتاب۔

جناب امیر علیہ السلام کے وصی ہونے پر مخالفین کے اعتراضات

طرز استدلال نمبر ۲۹ } شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم مجلس اول صفحہ ۶۰ و حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۳۲۲ میں مروی ہے کہ رسولخدا کی مرض الموت میں جب سب حاضرین بعد پوچھنے آنحضرت صلعم کے گھر سے نکلے اور باقی رہے عباس اور فضل و علی علیہم السلام تو عباس بولے کہ اے رسولخدا اگر امر خلافت بعد آپکے ہمکو ملے تو آپ اسکی بشارت دیں۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم باز رہینگے اس سے تو ہمیں وصیت کرو۔ پس جواب دیا آنحضرت صلعم نے کہ تم عاجز ہو اُٹھاتے بوجھ امارت سے بعد میرے۔ تم کلامہٗ۔ اب شیعہ حضرات عباس کے حق میں کیا کہیں گے۔ شاید اُنکو غدیر خم کا دن یاد نہ تھا۔ کہ حضرت صلعم کی وفات کے وقت خلافت کا سوال کرتے ہیں (مجمع الاوصاف صفحہ ۱۰ الکتاب سنی و حقیقت مذہب شیعہ جلد ۳)

ابطال استدلال } سنی مولف نے تحریف معنوی کرکے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا ہے۔ ہم اصل عبارت اخبار ماتم کی لکھکر اُسکا صحیح ترجمہ لکھدیتے ہیں فقال له العباس یا رسول اللہ صلعم ان یکن ھذا الامر فینا مستقرا من بعدک فبشرنا وان کنت تعلم انا نغلب فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی ترجمہ۔ حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ حکومت و امارت آپکے بعد ہمارے اندر بدستور قرار پکڑی رہیگی تو اسکی آپ ہمیں بشارت دیں۔ اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم مغلوب ہو جائینگے تو آپ ہمارے لئے وصیت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا تم اہلبیتؑ میرے بعد کمزور کردیئے جاؤگے۔ پس اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے واقعات آئندہ معلوم کرنیکی غرض سے سوال کیا کہ یہ خلافت و امارت جو آپنے ہم لوگوں میں سونپ دی ہے۔ آپکے بعد ہمارے ہی پاس رہیگی یا اس میں کچھ تغیر آجائیگا۔ لفظ یکن فینا مستقرا اسپر دال ہے کہ وہ چیز پہلے انکے پاس موجود ہے اور اُسکا آئندہ کے لئے انہیں کے اندر

قرار پکڑے رکھنے کا سوال ہو رہا ہے۔ اگر نئی چیز کا سوال ہوتا تو ایسے لفظ فرماتے کہ اگر خلافت ہمکو پہنچیگی یا ملیگی تو ہمکو بشارت دیجئے یعنی یہ الفاظ ہوتے ان یکن ہذا الامر یصیبنا فبشرنا۔ دوسرے فقرہ کا ترجمہ بھی سنی مولف نے غلط کیا ہے کیونکہ تُغلب صیغہ مجہول کا معنے یہ نہیں کہ ہم خود دبا رہینگے۔ بلکہ یہ معنے ہے کہ ہمکو مغلوب کرکے اس سے ہٹا دیا جائیگا۔ تو آپ ہمارے حق میں مناسب وصیت فرماویں۔ حضور صلعم نے جو یہ فرمایا کہ آپ لوگ کمزور کردئے جاؤگے اور لوگ (غصباً وظلماً) متسلط ہو جاینگے۔ یہ ایک واقعہ کی پیشینگوئی ہے جو بعد وفات نبی صلعم ظاہر ہوئی تھی۔ واقعہ غدیر کے ہرگز مخالف نہیں۔ چنانچہ جناب امیرؑ کو رسول ص نے خبر دی تھی کہ ان لوگوں کے دلوں میں تیرے ساتھ بغض ہے جو میرے بعد تجھپر نکالیں گے۔ (دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۰) سو اس سے بغض رکھنیوالوں کی حقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ مخالفین کی فضیحت ثابت ہوتی ہے۔ ایسے بہت واقعات ہیں جنکی نسبت مخبر صادق نے خبر دی کہ میری بعد فلاں پر فلاں قسم کے مظالم وارد ہونگے۔ مثلاً حضرت ابوذر کو فرمایا تجھے مسجد نبوی اور مدینہ سے نکالا جائیگا۔ اسنے پوچھا کیا میں مخالفین سے لڑوں۔ فرمایا نہیں تم صبر کرنا اور مخالفین سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ جناب سیدنا امام حسینؑ کے واقعہ کربلا وشہادت کو صریح الفاظ میں ظاہر فرمایا۔ پس کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ ایسی خبریں دینے سے رسول خدا نے یزید جیسے ظالموں کا حق بجانب ہونا ظاہر فرمایا (معاذ اللہ) ہرگز نہیں۔ بلکہ مظلوموں کو یہ خبر دی کہ اس طرح ہوگا تم صبر کرتے رہنا

(ب) معاویہ کے باپ ابوسفیان نے جناب امیرؑ کو ابتدا میں کہا تھا کہ ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہم لوگ بیعت کریں۔ اسوقت حضرت علیؑ نے اس سبب سے انکار فرمایا کہ جناب کو معلوم تھا اب جو یہ بیعت کرتے ہیں آخر اسپر بجز افراد مخصوصہ کوئی قائم نہ رہیگا اور فتنۂ عظیم پیدا ہوگا۔ لہذا اسوقت اُن بعض لوگوں کی خصوصاً

اس پُرانے اندرونی دشمن کی بیعت لینی مناسب نہ سمجھی کہ یہ کچھ مفید نہیں۔ چنانچہ اس امر کو جناب امیرؑ نے بالصراحت چند مقامات میں بیان فرمایا ہے (آگے آتا ہے۔ ج) اور نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۵۶ میں جو حضرت امیرؑ کا یہ فرمان ہے فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری اس کے حاشیہ نمبر ۲ میں شیخ محمد عبدہ عالم سنی مصری لکھتے ہیں بیّن فیہ انہ مامور بالرفق فی طلب حقہ (ثم قال) اخذ علیہ النبی المیثاق فی ذلک اسکا مطلب یہ ہے کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں باوجود میرے حقوق ثابت ہونیکے لوگوں نے احکام خدا ورسول کی مخالفت کرکے میرے حقوق کی پروا نہیں کی اور میرا انکے ماتحت وقت بسر کرنا میرے ان سے بیعت لینے سے سبقت کر گیا ہے اور میری گردن میں معاہدہ ہے اور رسول خدا کے مجھے اسپر مطلع کر دینے سے یہ عہد ہے کہ میں مخالفین سے جنگ نہ کروں اور اغیار کی ماتحتی میں صبر کروں۔ شیخ محمد عبدہ سنی نے اسکی تشریح ان الفاظ سے کی ہے کہ حضرت علیؑ رسول خدا سے اسبات کے مامور تھے کہ اپنے حقوق کو مخالفین سے نرمی کے ساتھ طلب کریں۔ اور اس نرمی کے ساتھ وقت بسر کرنے پر نبی صلعم نے حضرت علیؑ سے پختہ عہد لیا تھا۔ اس کلام سے اس وصیت نبی صلعم کیطرف اشارہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضور صلعم نے فرمایا یا علیؑ یہ لوگ تیرے ساتھ میرے بعد بغض نکالینگے۔ مگر تم صبر سے برداشت کرنا۔ اور قتال نہ کرنا۔ دیکھو فلک النجاۃ بیان وجہ عدم قتال۔ اور رسالہ ہذا طرز استدلال نمبر ۲۔

طرز استدلال نمبر ۳۰} شیعہ کی معتبر کتاب تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۵۸۵ پر سورہ تحریم میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے حفصہ سے فرمایا ایک راز میرا اور ہے تیرے نزد بھی اسکو بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے پیچھے ابوبکر اور عمر باپ تیرا مالک امامت کے ہونگے اور بادشاہی کریں گے۔ اور اُن کے بعد حضرت عثمان حکومت کریگا (تا اینکہ) خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ۔ انتہےٰ کلامہ۔

سبحان اللہ کیسی صاف صاف خلفا ثلاثہ کی خلافت بلا فصل شیعہ کی کتاب سے ثابت ہوئی (مجمع الاوصاف صفحہ ۶ و ۷)

ابطال استدلال (۱) اگر حسب قول مولف مجمع الاوصاف یہ خلافت اصحاب ثلاثہ حقہ و منصوص من اللہ ہوتی تو اسکو مثل نص جناب علی المرتضےٰؑ بر موقعہ خم غدیر آنحضرت صلعم علانیہ ہزاروں کے مجمع میں ظاہر فرماتے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے مخالف لوگ تھوڑے سے تھے۔ کسی فتنہ پیدا ہونیکا اندیشہ نہ تھا۔ جو حضرت عمر خود اور دیگر اہل قسن حضرت علیؑ کے ابتدائً خلیفہ نہ بنانے کی باوجود انکے استحقاق کامل کے یہی دلیل بیان کرتے ہیں بلکہ برعکس اس کے جناب امیرؑ کے حق میں بہت دفعہ آنحضرت صلعم نے اشارۃً وصراحۃً تخصیص خلافت چند مقامات پر فرمائی۔ اور علاوہ بریں تحریر کیلئے بھی آپنے کوشش فرمائی۔ لیکن حضرت عمر اور انکے ہمخیالوں نے فتنہ پیدا کر دیا۔ پس اس طرح چھپکر ایک بی بی کے پاس اس نص کے مخفی رکھنے اور کسی کے پاس ظاہر کرنے سے جرم خیانت قرار دینے اور قرآن شریف میں اظہار اس راز پر صنعت قلو بکھا کی جھڑک وارد ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہ حکم عام امت کے لئے واجب الاطاعت ہوتا تو سبکو اس پر مطلع کرنا واجب تھا۔ تاکہ بعد میں خلافت پر تنازع و جھگڑا پیدا نہ ہوتا۔ اور بنی ہاشم خصوصاً جناب باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضےٰؑ اور سعد بن عبادہ انصاری جیسے بزرگ اس مخالفت اور انکار خلافت کے جرم (نعوذ باللہ) کے مرتکب نہ ہوتے۔

(۲) بفرض تسلیم یہ ایک خبر غیب اور پیشین گوئی مثل دوسری پیشینگوئیوں کے تھی اور کسی واقعہ آئندہ کی خبر دینی اس کے مطابق رضاء خدا تعالیٰ ہونیکی دلیل نہیں ہوتی۔ جیسے یاجوج و ماجوج اور دجال اور یزیدی واقعات اور ائمۃ المضلین (گمراہ کرنیوالے اماموں) کی نسبت جناب رسول اکرم صلعم نے اطلاع دی۔ تو اس سے کوئی اہل بصیرت انکی حقانیت و صداقت اعتقاد نہیں کرتا۔

اسی طرح اگر حضرات ثلاثہ کی بادشاہی اور امت پر حکومت کرنیکی نبی صلعم نے پیشینگوئی فرمائی ہو تو وہ صحیح ثابت ہوئی ہے کہ وہ بلاشک بادشاہ ہو گذرے ہیں۔ مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ رسول صلعم کے جائز جانشین اور امت رسول کے دینی پیشوا مطابق رضائے خدا تعالیٰ ہوئے ہیں تو ایسے اور بھی بہت بادشاہ ہو چکے ہیں اس سے کوئی دینی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ممکن ہے کہ بفرض صحت اس خبر کے آنحضرت صلعم نے حضرات مذکورین کے حق سے پھر جانے اور فرمان رسولؐ کے خلاف کرنے اور بجائے اپنے محکوم رہنے کے حاکم بنجانے کی نسبت بطور توبیخ یہ اشارہ فرمایا ہو۔

(۳) یہ روایت کتب سنیہ سے شیعہ نے حسب بیان اختلاف اقوال نقل کی ہے ورنہ اسی عمدۃ البیان و دیگر احادیث و تفاسیر امامیہ وغیرہ کتب میں ہزاروں جگہ جا احادیث ائمہ و اقوال علماء اس کی تردید ہو چکی ہے بلکہ کوئی شیعہ شیعہ ہو نہیں سکتا۔ اور نہ کوئی ہوا ہے جو جناب امیرؑ کے وصی صحیح منصوص من اللہ والرسول ہونے اور ثلاثہ کی خلافت باطل ہونیکا قائل نہ ہو۔ یہ روایت محولہ سُنی شیعہ کے نزدیک بالاتفاق موضوع ہے لیکن اس کے علاوہ ہم سنیوں کی کتابوں سے بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ یقیناً موضوع ہے۔ نمونہ کیلئے دیکھو میزان الاعتدال جلد اصفحہ ۲۹۔ ترجمہ خالد بن اسمٰعیل المخزومی المدنی نمبر ۲۳۵ راوی کے اباطیل (جھوٹی حدیثوں) میں سے اس حدیث کو بھی علامہ ذہبی نے شمار کیا ہے کہ جو تفسیر واذ اسر النبی الآیہ میں آنحضرت صلعم سے منقول ہے ان ابا بکر خلیفتی من بعدی جھوٹ ہے اور اسکا راوی وضاع الحدیث ہے۔

طرز استدلال نمبر ۳۱ اخبار ماتم صفحہ ۱۶ میں ہے۔ رسولخدا صلعم نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا اے چچا میرے وصیت میری گوش قبول میں سنو اور وعدوں کو وفا اور قرض کو ادا کرو۔ میرا خلیفہ بنو۔ پس عباس نے جواب دیا اے حبیب خدا

ے دیکھو دہی عمدۃ البیان عبارت مستدلہ مخالف کے بعد اسی مقام پر اس روایت کی بدلیل

تمہارا چچا بہت بوڑھا ہے (تا اینکہ کہا) اسکو عم غریب آپکا وفا نہیں کر سکتا الخ اگر حضرت علیؑ کی خلافت خم غدیر میں مقرر ہوتی تو پھر حضرت عباس کو کس لئے خلافت کا امر کرتے۔ مجمع الاوصاف صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

ابطال استدلال } سُنی مولف نے خلیفہ بنو کا لفظ اپنی جانب سے زیادہ کر دیا ہے جو اصل عبارت کتاب میں نہیں ہے۔ اور یہی لفظ پر مؤلف کا دارومدار ہے درحقیقت یہ وصیت امامت و خلافت نبوت نہیں تھی۔ بلکہ آنحضرت صلعم نے اپنے مال متروکہ تقسیم کرنے کی نسبت اپنے بڑی عمر کے قریبی رشتہ دار کو وصیت فرمانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اور آخرکار جو دین میں وصی تھے وہی دنیا کے معاملات میں بھی وصی قرار پائے۔ اس وصیت کے پہلے حضرت عباس پر پیش کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ یہ اپنی زبان سے مان جائیں کہ ہم اگرچہ عمر میں بڑے اور رشتہ میں اقرب ہیں مگر آپکے کسی منصب میں کسی جانشینی کے قابل نہیں بلکہ باوجود خورد سالی کے دین و دنیا کل امور میں جناب علی المرتضےٰ ہی جانشینی کا کام انجام دیسکتے ہیں انکے برابر کوئی نہیں ہے۔ دیکھو علل الشرائع صفحہ ۱۶۰ میں یہی روایت محولہ بالا باسناد ان الفاظ سے وارد ہے فقال للعباس یاعم تاخذ تراث محمدؐ و تقضے دینی و تنجز عداتی الخ جو صاف وصیت مال متروکہ پر دال ہے۔ اصل عبارت منقولہ مولف سنی میں دو فقرے ہیں۔ میرے وعدے (جو لوگوں سے مال لینے دینے کے ہیں) پورے کرنے۔ اور میرے قرض کو ادا کرنا۔ جن سے کوئی خلافت و امامت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور حدیث منقولہ علل الشرائع میں جو بالصراحت لفظ تراث وارد ہے اُسکا محاورہ قرآنی یہ ہے۔ ویاکلون التراث اکلا لما پارہ ۳۰۔ اور منتہی الارب و صراح لغت میں لکھا ہے تراث و میراث مالیکہ از مرد رسد بکسے۔

طرز استدلال نمبر ۳۲ } مجمع الاوصاف صفحہ ۱۰۲ میں نہج البلاغہ سے منقول ہے کہ جب لوگوں نے جناب امیرؑ کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا دعونی والتمسوا غیری کہ میری بیعت کو چھوڑو اور کسی دوسرے سے التماس کرو۔ البتہ جس کسی کو تم یہ امر سونپ دوگے میں بھی اُسی کی پیروی کرونگا۔

(ب) سلطان محمود شارح نہج البلاغہ سے اسکی تائید لکھی ہے۔

ابطال استدلال } حسب عادت مولف نے کلام جناب امیرؑ کو کانٹ چھانٹ کرکے مطلب برآری کی کوشش کی ہے۔ اور کسی فرضی سلطان محمود شارح نہج البلاغہ سے اسکی تائید لکھی ہے جس کی شرح باوجود کثرت تلاش ہند و پنجاب و عراق عرب کے کسی جگہ ہمکو دستیاب نہیں ہوسکی۔ اور نہ کوئی عالم اس کا اور ایسے مولف کا وجود بیان کرتا ہے۔ نہ کسی کتاب شیعہ میں اُسکا کوئی ذکر ملتا ہے۔ سلطان محمود اگر کوئی ہے جسنے اس مضمون کی تائید لکھی ہو تو وہ سنی ہوگا شیعہ نہیں۔ کیونکہ کوئی شیعہ جناب امیرؑ کی خلافت منصوصہ کا منکر نہیں ہوسکتا۔ منکر خلافت بلافصل جناب علیؑ کو دنیا میں کوئی شیعہ نہیں کہتا۔ مکمل عبارت نہج البلاغہ لکھکر سنی مؤلف کی خیانت پر آگاہ کیا جاتا ہے۔ نہج البلاغہ صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۹ میں اس طرح لکھا ہے ومن خطبة له علیه السلام لما ارید علی البیعت بعد قتل عثمان۔ دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت علیه العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة قد تنکرت واعلموا ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا ترجمہ: یہ کلام جناب امیرؑ لوگوں پر اتمام حجت کے لئے فرماتے ہیں۔ اور واقعات آئندہ سے بعلم امامت و کشف

وکرامت مطلع کرتے ہیں) قتل حضرت عثمان کے بعد جب لوگوں نے بیعت حضرت امیرؑ کا ارادہ کیا تو آپنے انکو فرمایا تم مجھکو چھوڑ دو اور اس کام کے لئے کسی دوسرے کو تلاش کر لو۔ کیونکہ ایسا وقت آنیوالا ہے جسمیں اسباب فتن پیدا ہونگے رنگا رنگ کے اختلافات وشکوک وشبہات ظاہر ہونگے جن سے دلوں کو برداشت کی طاقت نہ ہوگی، اور عقلیں دنگ ہوجائیں گی۔ اور آفاق پر ابر جہالت چھایا ہوا ہے اور شاہراہ ہدایت متروک اور ناپید ہو گئی ہیں۔ خوب سمجھ لو اگر میں تمہاری بیعت لینا منظور کر لوں تو میں اپنے علم کے مطابق تمہیں احکام خداوندی کا متحمل بناؤنگا۔ جنہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں اُسوقت میں کسی کہنے والیکے قول یا ملامت کرنیوالیکی ملامت کی پرواہ نہ کرونگا۔ اور اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں بھی تمہارے جیسا ایک فرد رہونگا۔ اور جسکو تم میرے سوا حاکم بناؤگے اُس سے مگر غالباً تمہاری نسبت تم سے بہتر تابع حکم رہونگا (یعنے بغاوت نہ کرونگا۔ جیسے زمانہ ثلاثہ میں نہیں کی ؏) تمہارے لئے (تمہاری دنیوی خواہشوں کیلئے) میرے امیر ہونیسے میرا وزیر ہونا بہتر ہے۔ انتہے۔ آخری کلمات کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلئے بہتر ہے کہ میں اپنی حکومت کیوقت تمکو ایسے احکام خداوندی کا حکم دونگا جن سے تم دلتنگ ہوگے اور تمہاری خواہش کے برخلاف تمہیں چلنا ہوگا اسلئے تمہیں اپنے اغراض کے مطابق کوئی اور حاکم مقرر کر لینا چاہئے میں تمہارے اغراض کے تابع نہیں ہوسکونگا۔ یہ سب کچھ حضرت امیرؑ نے اُن لوگوں کے اعتقادات کو مشہود کرنے کے لئے فرمایا۔ حاشیہ نہج البلاغہ پر بہجۃ الحدائق سے لکھا ہے کہ اس کلام کے مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعت حضرت علیؑ کی خواہش کی تھی اور پھر حضرت امیرؑ پر بغاوت اور خروج کیا۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید سُنی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں بذیل شرح اس کلام کے ابی جعفر اسکافی سے روایت کی ہے

؏ بہتر اس لئے کہ تم لوگوں سے میرے برخلاف بغاوت کی امید ہوسکتی ہے ۱۲ منہ

کہ جب اس قوم نے قتل عثمان کے بعد بیعت جناب امیرؑ کی خواہش کی تو امیر المومنینؑ نے اتمام حجت کے لئے فرمایا دعونی والتمسوا غیری۔ نتیجہ یہ ہے کہ جناب امیرؑ کو یہ علم تھا کہ یہ لوگ جو آج بیعت کی بزور تمام خود بخود خواہش کر رہے ہیں کل کے روز اپنی خود غرضیوں سے اسکو توڑ دینگے۔ لہذا ابتداءً آپنے اُن لوگوں کو فہمائش فرمائی کہ ہمیں تمہاری ایسی بیعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں اس بیعت سے خلیفہ نہیں ہونیوالا ہوں۔ بلکہ پہلے ہی سے منصوص من اللہ ومن الرسول ہوں۔ اگر تم اپنی اغراض کو مدنظر رکھو تو کسی اور کو حاکم بنالو۔ شائد پھر تم کو میری حکومت ناگوار گذرے اور تم اس بیعت کو توڑ دو۔ تو اس سے یہی بہتر ہے کہ جسطرح پہلے میں خاموشی میں اپنا وقت بسر کرتا چلا آیا ہوں اسی طرح اب بھی رہوں۔ یہ آپنے اس لئے فرمایا کہ فرداً بوقت مخالفت ان لوگوں کو شرمندہ کیا جاسکے کہ میں نے تم کو پہلے نہیں کہا تھا کہ مجھکو مثل زمانہ ہر سہ خلفاء کے محکوم ہی رہنے دو مجھے تم سے وفا کی امید نہیں۔ میں محکومی کی حالت میں بغاوت نہیں کرونگا بلکہ تم لوگوں کی نسبت زیادہ تابع فرمان اور طالب امن رہونگا۔ مگر تم نے اپنی خواہش سے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب تم میری مخالفت اور جنگ پر تلے ہوئے ہو۔ یہ کیا دیانتداری اور انسانیت ہے، چنانچہ اس خطبہ کی مزید تشریح وتائید ایک دوسرے خطبہ جناب امیرؑ سے ہوتی ہے جو نہج البلاغہ صفحہ ۱۸۳ میں درج ہے (وکذا فی عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۳۵۴ کتاب ؏) اسمیں نکث بیعت کا بھی ذکر ہے وھو من کلام له علیه السلام فی وصف بیعته بالخلافة وقد تقدم مثله بالفاظ مختلفه۔ وبسطتم یدی فکففتها ومددتموها فقبضتها ثم تداککتم علی تداک الابل الھیم علی حیاضها یوم ورودها حتی انقطعت النعل وسقطت الرداء ووطئ الضعیف وبلغ من سرور الناس ببیعتهم ایای ان ابتهج بها الصغیر وھدج الیها الکبیر وتحامل نحوها العلیل وحسرت الیها الکعاب انتہے

ترجمہ۔ اے لوگو تم نے میرے ہاتھ کو کھولنا چاہا ہے لیکن میں اس کو بند کرتا تھا اور تم میرے ہاتھ کو لمبا کرنا چاہتے تھے۔ اور میں اسکو پیچھے کھینچتا تھا پھر تم مجھپر اسطرح ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے اونٹ ہجوم کرکے پانی کے حوضوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں حتیٰ کہ اسی تنگ و دو میں تم لوگوں کے جوتے ٹوٹ گئے۔ چادریں کندھوں سے گر پڑیں اور کمزور آدمی لتاڑے گئے۔ اور میرے ساتھ بیعت کرنیکی تم لوگوں کو اسوقت اس قدر خوشی ہوئی کہ میری طرف بیعت کے لئے سب چھوٹے بڑے دوڑے بلکہ بیمار بھی اگرچہ تکلیف میں تھے اسکی طرف پہنچے اور نوجوان عورتیں بھی نقاب اُٹھاکر بیعت کے واسطے دوڑیں۔ انتہیٰ (نتیجہ) جناب امیرؑ نے یہ خطبہ اُن لوگوں کی بغاوت و مخالفت کیوقت ارشاد فرمایا اور انہیں یاد دلایا اور شرمندہ کیا کہ میں تمہیں ابتداء میں اسی واسطے کہتا تھا کہ مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کی بیعت کر لو۔ شاید تم میری اس امارت کو بعد میں ناپسند کرو۔ اور اس بیعت پر قائم نہ رہو۔ کیونکہ میں بعد وفات پیغمبر خدا صلعم منصوص جانشین ہوں۔ اور تم لوگوں نے ابتک میری قدر نہیں کی اور فرمان نبوی صلعم کی مخالفت کی ہے۔ تو آئندہ بھی تم پر امید نہیں کہ تم لوگ وفادار رہو یہ پیشین گوئی جناب امیرؑ کی من وعن پوری ہوئی۔ اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ جناب امیرؑ منصوص من اللہ خلیفہ نہ تھے۔ یا اپنے خم غدیر کی جانشینی و ولیعہدی کا انکار فرمایا۔ کیونکہ وہ کتب شیعہ و سنیہ میں بتواتر ثابت ہے۔ اور آپ اپنا استحقاق خلافت ہر سہ خلافتوں میں ہمیشہ ظاہر فرماتے رہے اور بعد میں بھی خلافت ثلاثہ کو اپنے لئے ایک مصیبت اور اسپر صبر کرنے کو ظاہر فرمایا۔ اور باقی ائمہ اہلبیت بھی ہمیشہ اس امر کو ظاہر فرماتے رہے۔ ان ہر دو خطبات مذکورہ بالا سے مخالفین و منکرین ولیعہدی و ناکثین بیعت پر الزامی و توبیخی اتمام حجت کیا گیا ہے۔ اس کی تائید میں اور کلام جناب امیرؑ مندرجہ نہج البلاغہ صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ بیروت ملاحظہ ہو۔

لم تکن بیعتکم ایای فلتۃً ولیس امری وامرکم واحدا انی ارید اللہ وانتم تریدون لانفسکم الخ حضرت امیرؑ لوگوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں تم لوگوں نے جو میرے ساتھ بیعت کی تو وہ (مثل بیعت ابی بکر کے) بے سوچے سمجھے نہیں کی میرا اور تمہارا ایک خیال نہیں۔ میرا ارادہ محض تقرب خدا کا ہے۔ اور تم جو میری طرف رجوع کرتے ہو تو اپنے نفسوں کے اغراض پورے کرنے کیلئے۔ اس سے جناب امیرؑ نے اُس خطبہ ابتدائی محولہ مولف سُنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جسمیں آپنے قبل از بیعت لینے کے فرمایا تھا کہ تم مجھے چھوڑ کر کسی اور کو حاکم بنالو۔ کیونکہ ایسا وقت آئیگا جب رنگا رنگ کے اختلافات پیدا ہونگے تمہارے دل انکو برداشت نہ کرینگے ہدایت کے راستے مفقود ہو چلے ہیں اور میں تمہارا حاکم ہوگیا تو اپنے علم کے مطابق تمہیں احکام کا متحمل بناؤنگا کسی کے قول کی پرواہ نہ کرونگا۔ اب تم سوچ سمجھ لو تمہارے اغراض پورے ہونے کیلئے تمہارا کسی اور کو حاکم بنا لینا اور میرا محکوم ہی رہنا بہتر ہے۔ تو بعد نکث بیعت آپ جتلا رہے ہیں کہ تم مجھ سے اپنے اغراض نفسانی پورے کرانے چاہتے ہو اور میں احکام خداوندی کی پابندی چاہتا ہوں۔ پس ان خطبات سے مخالفین کوئی حجت نہیں پکڑ سکتے +

طرز استدلال نمبر ۳۳ کہ (بیعت مجبوری سے استدلال) مجمع الاوصاف صفحہ ۱۴۶ میں لکھا ہے جب علی المرتضےٰؑ نے حضرت ابوبکر کی خلافت منعقد ہونیکا حال سنا تو دلی خواہش سے بیعت کرنے کو قدم رنجہ فرمایا۔ اور انکی خدمت میں تشریف لائے اور دلی محبت سے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہن علیہ کے بعد مولف مجمع الاوصاف نے سلطان محمود شارح نہج البلاغہ سے اس کی تائید لکھی ہے +

ابطال استدلال کہ سلطان محمود فرضی یا سُنی کی نسبت ہم اس سے پہلے استدلال میں لکھ چکے ہیں کہ اسکا کوئی وجود نہیں اور یہ کہ کوئی دنیا کا ظلیفہ جناب امیرؑ کے منصوص

خلیفہ بلا فصل ہونے کا منکر اور جناب زہراؑ کے ابوبکر صاحب سے راضی ہونے کا اقراری نہیں ہے + (ب) سنی مولف نے کئی قسم کی افترا پردازیاں کی ہیں اور عمداً حق کو چھپایا جیسا کہ ان لوگوں کا شیوہ چلا آتا ہے۔ اوّل یہ کہ جناب امیرؑ نے دلی خواہش سے بیعت ابوبکر کرنے کو قدم رنجہ فرمایا۔ دوم یہ کہ دلی محبت سے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تیسرا یہ کہ سلطان محمود ذوفنی شیعہ کی کتاب مفقود الخبر سے اپنے غلط مضمون کی تائید کر کے لاکھوں کتب شیعہ صحیحہ کو منسوخ یا باطل سمجھا۔ افتراء نمبر ۱ و ۲ کی تردید یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے حضرت ابوبکر سے اپنی خوشی و دلی محبت سے بیعت ہرگز نہیں کی اس کے واسطے کتب اہل تسنن شاہد ہیں۔ دیکھو فلک النجاۃ جلد ۱ بیان انعقاد خلافت خلفاء ثلاثہ (ج) اکثر علماء شیعہ کے نزدیک جناب امیرؑ کی بیعت ابوبکر صاحب سے ہرگز ثابت نہیں جو بعض اثبات بیعت کے قائل ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ اور انکے تابعین نے اپنی خواہش اور دلی محبت سے بیعت نہیں کی بلکہ ان سے بجبر و اکراہ بیعت کرائی گئی۔ دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی بذیل خطبہ شقشقیہ۔ قال اکثر الشیعة انه لم یبایع اصلا ومنهم من قال انه بایع بعد ستة اشهر کرها وکذا فی جلاء العیون ص ۷۵ و ۱۴۲ و روضة الکافی ص ۱۱۵ و ۱۳۹ ترجمہ۔ اکثر شیعہ اس کے قائل ہیں کہ جناب امیرؑ نے ابوبکر صاحب کے ساتھ ہرگز بیعت نہیں کی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ چھ ماہ کے بعد بجبر و اکراہ آپ سے بیعت لی گئی انتہیٰ۔ جناب امیرؑ اس بیعت اور خلافت ابوبکر صاحب کو حقہ اعتقاد نہیں کرتے تھے بلکہ آپ اس کو اس حد تک ناپسند رکھتے تھے کہ اگر جناب کو مددگار ملتے اور آنحضرتؐ سے عہد نہ ہوتا تو آپ جنگ کرنے پر بھی آمادہ تھے۔ دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد ۱ بذیل خطبہ شقشقیہ۔ اور شرح نہج البلاغہ معروف بدرہ نجفیہ صفحہ ۸۸ وحق الیقین فارسی فصل ششم صفحہ ۸۷ تا ۸۸ ابن ابی الحدید سنی سے و احتجاج طبرسی ص ۹۵

کان علیؑ یقول لو وجدت اربعین ذوی عزم لقاتلت۔ جناب علیؑ فرماتے تھے اگر مجھکو چالیس آدمی کامل راسخ الاعتقاد ملجاتے تو میں ابوبکر سے لڑائی کرتا (ابتدائی بیعت ابوبکر کیوقت فرمایا) سنیوں کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ صفحہ ۱۲ میں بھی جناب امیرؑ کا خلافت ابوبکر کو جھوٹی خلافت فرمانا لکھا ہے۔ (ج) احتجاج طبرسی صفحہ ۴۱ میں جناب علیؑ سے مروی ہے کہ جناب رسولخداؐ نے قبل از وفات مجھے یہ وصیت فرمائی قریب ہے کہ میری امت میرے بعد تجھکو ناپسند کریگی اور تیرے بارہ میں میرے جو عہد ان سے لئے ہیں توڑ دیگی اور تو مجھ سے مثل ہارونؑ کے موسیٰؑ سے ہے۔ تحقیق ہدایت یافتہ گروہ وہ ہوگا جو حضرت ہارونؑ اور انکے تابعین کیطرح ہوگا (یعنی تم اور تمہارے تابعدار) اور گمراہ گروہ میرے بعد سامری اور اسکے تابعین کی طرح ہوگا (جناب امیرؑ کے مخالفین کو سامری اور اسکے تابعین سے تشبیہ دیگئی ہے) جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے آپ ایسے وقت میں کیا وصیت فرماتے ہیں۔ فقال اذا وجدت اعوانا فبادر الیهم وجاهدهم وان لم تجد اعوانا کف یدك واحقن دمك حتی تلحق بی مظلوما حضورؐ نے فرمایا اگر تمکو مددگار ملجائیں تو ان مخالفین سے جہاد و لڑائی کرنا اور اگر تم کو مددگار نہ ملیں تو لڑائی بند رکھنا اور اپنے خون کو بچانا حتے کہ تم میرے پاس مظلومی کی حالت میں پہنچو۔ انتہیٰ۔ اور احتجاج طبرسی کے صفحہ ۴۸ پر ہے جناب امیرؑ نے اسوقت جبکہ آپکو بیعت ابوبکر کے واسطے مجبور کیا گیا فرمایا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنے جناب امیرؑ نے نبی صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے بھائی تحقیق قوم نے مجھے کمزور بنا دیا ہے اور اسپر آمادہ ہیں کہ مجھے قتل کریں۔ انتہیٰ۔ یہی کلمات حضرت ہارونؑ نے بوقت مخالفت قوم کے حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کر کے فرمائے تھے۔ اور یہی مضمون بعینہ انہی کلمات سے جناب امیرؑ کا فرمانا سنیوں کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ سے بھی فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ میں منقول ہے (د) احتجاج طبرسی صفحہ ۴۳ پر اس بیعت جبریہ کا حال

اس طرح لکھا ہے ثم انطلقوا بعلیؑ بعتل حتیٰ انتھوا بہ الی ابی بکر و عمر قائم بالسیف علی راسہ ترجمہ۔ پھر حضرت علیؑ کو سختی سے ابو بکر صاحب کے پاس لائے اور عمر صاحب آپکے سر مبارک پر تلوار لیکر کھڑے ہو گئے۔ (نتیجہ) اگر بالفرض بیعت جناب امیرؑ ابو بکر کے ساتھ بجبر و اکراہ کرائی بھی گئی ہو تو بھی جناب امیرؑ کی امامت و عصمت و خلافت بلافصل پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ یہ بطیب خاطر و خوشدلی و تسلیم حقانیت و صداقت ابو بکر صاحب کے نہیں ہوئی۔ لہذا جناب امیرؑ کی بیعت مجبوری ابو بکر صاحب کی صحت خلافت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو طرز استدلال نمبر ۲ نتائج خط معاویہ و مکتوب مندرجہ (ب) کیونکہ جناب امیرؑ اپنے مظلوم ہونے اور استحقاق خلافت کو ہمیشہ ظاہر فرماتے رہے ہیں اور چند صحابہ اسکے گواہ ہیں پس ہر ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ جو کام جبر اور اکراہ کیساتھ کسی سے کرایا جائے اُسپر کوئی جزا و سزا مرتب نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر مقبول صحابی سے کفار و مشرکین نے بجبر و اکراہ بتوں کی تعریف کرالی تھی تو جناب رسولخداؐ نے اس بات کا کوئی اثر مرتب نہ فرمایا بلکہ یہ ارشاد کیا کہ عمار بن یاسر کی رگ و پوست میں ایمان بھرا ہوا ہے دیکھو فلک النجاۃ بحث تقیہ۔ دوم۔ یہ بیعت امامت نہ تھی کیونکہ جناب امیرؑ حضرت ابو بکر وغیرہ کو خلیفہ برحق نہیں جانتے تھے بلکہ انکو بروایت صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر صفحہ ۹ جلد ۲ و روایت بخاری کاذباً آثماً غادراً۔ خائناً سمجھتے تھے اور انکو بدعات و احداث کا موجد خیال کرتے تھے۔ دیکھو خطبہ وسیلہ و دیگر احادیث اعتقاد شیعہ بحق ثلاثہ بذیل استدلال نمبر ۵ رسالہ ہذا۔ ہاں جناب امیرؑ چونکہ ایک رکن عظیم تھے بخوف بغاوت ان سے مجبوراً بیعت حکومت و بادشاہت کرائی گئی ہو تو ممکن ہے۔ اس طرح جناب امیرؑ نے وعدہ فرمایا کہ ہم آپ لوگوں کے برخلاف کوئی بغاوت نہیں کرینگے جو درحقیقت بیعت امامت و خلافت نہیں تھی بلکہ مصالحت کا ایک وعدہ تھا جیسا کہ آج کل برٹش گورنمنٹ کے فرمانروا کے ہم سب لوگ تابع حکم ہیں مگر فوجی سپاہیوں سے خاص در پر

بصورت بیعت یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ تابع حکم رہینگے اور بغاوت نہیں کرینگے[۱]۔ اور مخالفوں کے ساتھ نہ ملجائینگے۔ سوم جناب امیرؑ کا حکومت و سلطنت اجماعیہ حضرات صحابہ ثلاثہ کو قبول کرنا اور انکی ماتحتی میں امن و امان سے وقت بسر کرنا اور وقتاً فوقتاً حسب موقع احکام شرعیہ کی تبلیغ کرتے رہنا یہ عین سیرت انبیاء و مرسلین کے مطابق تھا کیونکہ بجز چند انبیاء علیہم السلام باقی سب زیر حکومت بادشاہان جور وقت بسر کرتے رہے ہیں البتہ پہلے عام بادشاہوں میں بیعت کا رواج نہ تھا اور نہ کسی بادشاہ جور نے کسی پیغمبر سے بیعت طلب کی۔ اسلئے ایسی صورت کا اتفاق نہ ہوا۔ اور جناب امیرؑ کے وقت یہ رواج ہو چکا تھا ان سے یہ صورت عمل میں آئی ہو تو ممکن ہے مگر جیسے انبیاء سابقین کی نبوت میں کوئی فرق نہ آیا جناب امیرؑ کی امامت و نیابت نبوت میں بھی کوئی فرق نہیں آیا +

طرز استدلال نمبر ۳۴ (عصمت ائمہ اطہار پر مخالفین کا اعتراض)

کافی کلینی میں روایت صحیح مرقوم ہے کہ حضرت امیرؑ اپنے یاروں سے فرمایا کرتے تھے لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست آمن ان اخطی الخ ترجمہ نہ کفایت کرو گے تم گفتگو کرنے سے ساتھ حق اسکے اور دینے مشورہ کے ساتھ عدل کے پس تحقیق نہیں ہوں میں امن میں یہ کہ خطا کروں میں۔ ان وجوہات منقولہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ خلیفہ اور امام کا معصوم ہونا ضرور نہیں + بدر الدجےٰ صفحہ ۱۵۱ بجلینہ۔ و تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۱۶۸ و ۲۲۱

ابطال استدلال

کے سنی مولف کی نقل عبارت میں خیانت اور عربی دانی سے جہالت اُسکی نقل عبارت و ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اب میں مکمل عبارت کتاب مذکور سے نقل کر کے اسکی تشریح لکھ دیتا ہوں۔ روضہ کافی صفحہ ۱۶۵ میں جناب امیر المومنینؑ کا یہ کلام ان الفاظ سے مروی ہے فلا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی ولا آمن من ذلک من فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ منی (الی قولہ) واعطانا البصیرۃ بعد العمی یعنی فرمایا تم لوگوں کو چاہئے

۱؎ دیکھو ضمیمہ ۵ صفحہ ۱۶۴

کہ کلام حق اور مشورہ عادلانہ سے نہ رکنا۔ پس تحقیق میں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ جو میرے نفس کا مجھ سے زیادہ مالک ہے۔ میرے نفس کو بچا رکھے۔ میں بذات خود (اپنے آپ) اپنے فعل میں خطا سے مبرا نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی خدا کی شان ہے جس نے ہمیں ہدایت اور ہر طرح کی بصیرت نیکی و بدی کی عطا فرمائی ہے۔

اس میں لست فی نفسی اور استثنا ما الا ان یکفی اللہ من نفسی قابل غور ہے اور جواب میں یہی کافی ہے۔ یہ کلام مثل کلام حضرت یوسف پیغمبر کے ہے جو کلام اللہ پارہ ۱۳ سورہ یوسف میں موجود ہے۔ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ترجمہ۔ میں اپنے نفس کو خود بخود بری نہیں سمجھتا کیونکہ نفس آدمی کو بدی کے لئے ابھارتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے۔ **نتیجہ:-** بیشک خدا کے پیارے بندے انبیاء و صلحاء خدا داد قوت و ملکہ کے باعث اسی کے لطف و کرم کے ساتھ معصیت و خطیئات سے محفوظ رہتے ہیں۔ نہ یہ کہ فقط بشری طاقت سے۔

(ب) جناب امیر المومنین کے سامنے ایک شخص نے اندازہ سے بڑھ کر آپکی تعریف کی جس پر آپ نے کلام مندرجہ عنوان ارشاد فرمایا جسکا ابتدائی حصہ یہ ہے وان من اسخف حالات الولاۃ عند صالح الناس ان یظن بھم حب الفخر ویوضع امرھم علی الکبر وقد کرھت ان یکون حالی فی ظنکم انی احب الاطراء واستماع الثناء ولست بحمد اللہ کذلک (روضہ کافی صفحہ ۱۶۴) ترجمہ:- نیک لوگوں کے نزدیک حکام کی یہ کم عقلی ہے کہ فخر کو پسند کریں اور ان کے کام تکبر پر محمول ہوں۔ میں بہ ناپسند کرتا ہوں کہ تم یہ سمجھو کہ میں اپنی اندازہ سے زیادہ تعریف کراتا اور اپنی صفت و ثنا سنتے رہنا پسند کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ میں ایسا نہیں۔ اس عبارت کے بعد عبارت منقولہ مولف سنی کی واقع ہے:-

چونکہ بعض کو جناب امیر کے علو شان و معجزات دیکھکر یہ مغالطہ ہو گیا تھا کہ وہ آپکی الوہیت کے قائل ہو گئے تھے جیسے عبداللہ بن سبا تھا۔ لہذا جناب کو ایسے لوگوں کے سامنے جن کے کلام سے مدح میں افراط مترشح ہوتا تھا تردید کی ضرورت محسوس ہوئی اور اپنی عبودیت کا اقرار کرنا پڑا۔ چنانچہ آخر اس کلام منقولہ مولف سنی میں یہ عبارت ہے فانما انا و انتم عبید مملوکون لرب لارب غیرہ یملک منا ما لا نملک من انفسنا ترجمہ بجز اس کے نہیں کہ میں اور تم اس رب کے بندے اور مملوک ہیں جسکے بغیر کوئی رب نہیں ہمارے نفسوں کا وہ ایسا مالک ہے کہ ویسے ہم نہیں ہیں۔ یہ کلام بعینہ حضرت یوسف کی مانند فرمایا۔ جسطرح حضرت یوسف کی عصمت میں اس کلام سے کوئی خلل واقع نہیں ہوا جناب امیر المومنین کی عصمت میں بھی فرق نہیں آیا لوگوں کے دلوں سے اپنے تکبر کا خیال مٹانے اور مشورہ سے تالیف قلوب کرنے کے لئے اس طرح فرمایا جیسے رسول خدا صلعم بھی لوگوں سے مشورے لیتے تھے۔ اور فی الحقیقت نبی اور آپکے وصی کے برابر کوئی بھی حقیقت شناس اور دین و دنیا کے امور پر آگاہ نہ تھا۔

طرز استدلال نمبر ۳۵ صحیفہ کاملہ میں امام سجاد سے مروی ہے کہ تحقیق پکڑ لی ہے شیطان نے باگ میری بدگمانی اور ضعف یقین میں۔ اور میں فریاد کرتا ہوں بدگوئیوں اس کی سے جو کہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور مطیع ہونے نفس سے خاص اس کے (بدر الدجے صفحہ ۷۶ بعینہ)

ابطال استدلال صحیفہ کاملہ موصحیفہ علویہ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۷ اور ۱۴۷ میں لکھا ہے فصل وکان من دعاءہ علیہ السلام بعد الفراغ من صلاۃ اللیل لنفسہ فی الاعتراف بذنب۔ اس کے بعد دعا منقولہ سنی لکھی ہے جسمیں امام علیہ السلام خدا کی جناب میں شیطان کے برے پڑوس کی شکایت کر کے خدا سے ہی مدد طلب

فرماتے ہیں۔ اور آخر میں فرماتے ہیں واستعصمك من ملكته جسکو ناقل نے عمداً خورد برد کیا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ فرمایا سوءظن و ضعف یقین پیدا کرنے میں شیطان اپنی سعی میں بحیثیت میری بشریت کے میری باگ کا مالک بنا ہوا ہے۔ مگر میں ایسے برے پڑوس اور اپنے نفس کے اسکی متابعت کرنے کی شکایت الٰہی تیری جناب میں کرتا ہوں اور شیطان کے ایسے تصرف سے تیری مدد کے ذریعہ معصوم و محفوظ رہنا چاہتا ہوں۔ استعصمك کے لفظ پر خاص غور ہوئے

اس کلام کا مآل و مقصود بھی وہی ہے جو کلام امیر المومنین علیؑ اور حضرت یوسفؑ کا ہے۔ بحالت تضرع و اعتراف عبودیت ایسی دعائیں عصمت کے لئے مضر نہیں جن میں ثبات عصمت کے لئے خدا سے مدد طلب کی جائے۔ یہ عمل ائمؑ کا اعمال انبیاء معصومین کے عین مطابق ہے نسبت وسواس و تصرف شیطان و اقرار ظلم و اسراف و ضلالت و طلب مغفرت و طلب اطمینان قلب انبیاء علیہم السلام سے قرآن مجید و احادیث رسول کریم صلعم میں موجود ہے۔ مگر چونکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ عصمت انکی ثابت ہے ان آیات و احادیث کو شان انبیا کے مطابق معانی صحیحہ پر عمل کیا جاتا ہے جو عصمت کے مضر نہیں اور وہ ذنوب معمولی زلات و ترک اولیٰ پر محمول ہیں۔ جن کے لئے انبیاء علیہم السلام اور ائمہ اطہار کو اپنے علو شان کے مطابق طلب مغفرت اور توبہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ مشہور و مسلّم ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنے نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی نسبت اس کمی پر ہیں کہ وہ نیکیاں مقربین بارگاہ ایزدی سے عمل میں آئیں تو وہ ان کو گناہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً ہماری ادا کی نماز جیسی نماز اگر نبیؐ یا امام ادا کریں تو انکی معرفت خدا و محبوبیت و تقرب ایزد تعالے کی رفعت شان کے لحاظ سے وہ اسکو ایسا گناہ تصور فرماتے ہیں جس پر توبہ اور طلب مغفرت کی ضرورت ہے۔ نیز توبہ اور طلب مغفرت و اقرار قصور انبیاء و ائمہ سے

اس لئے بھی صادر ہوئے ہیں تا کہ ان کے عظیم معجزات و کرامات دیکھکر لوگوں کو ان کی الوہیت کا گمان نہ ہو جائے۔ چنانچہ انبیاء میں سے حضرت عزیرؑ و حضرت عیسےٰؑ پر اور ائمہ میں سے جناب علیؑ پر یہ گمان کیا گیا۔

نسبت الفاظ مذکورہ بالا انبیاء علیہم السلام کی طرف ہونے کے لئے قرآنی ثبوت یہ ہے (۱) واغفر لی خطیئتی یوم الدین پارہ ۱۹ حضرت ابراہیمؑ کی دعا۔

(۲) والا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن واکن من الجٰھلین پارہ ۱۲ رکوع ۱۴ یوسفؑ

(۳) وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی پارہ ۱۳ یوسفؑ

(۴) ھذا من عمل الشیطن انہ عدو مضل مبین پارہ ۲۰ رکوع ۵ حضرت موسےٰؑ کا فرمان

(۵) رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی پارہ ۲۰ رکوع ۵ موسےٰؑ کی دعا۔

(۶) لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظٰلمین پارہ ۱۷ رکوع ۶ یونسؑ کی دعا

(۷) فعلتھا اذا وانا من الضالین پارہ ۱۹ رکوع ۲ حضرت موسےٰؑ کی دعا و اقرار

(۸) فوسوس لھما الشیطن وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ پارہ ۱۶ حضرت آدمؑ کی نسبت

(۹) قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی پارہ ۳ حضرت ابراہیمؑ کی نسبت

(۱۰) واستغفر لذنبك - فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم - سید الانبیاء صلعم کی نسبت

(۱۱) حدیث شریف - نبی صلعم نے فرمایا - نحن احق بالشك من ابراھیم مشکوۃ (باب بدء الخلق صفحہ ۴۹۸)

(۱۲) ادعیہ کنز العمال جلد اصفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۵ و مشکوۃ باب جامع الدعا صفحہ ۲۰۹ و ۲۱۰

حاصل اس کا یہ ہے کہ اکثر الفاظ کے معانی بسبب اختلاف حکمے مضاف الیہ اور منسوب الیہ کے مختلف ہو جاتے ہیں جیسا مسلم ہے کہ جو ہم درود و صلوٰۃ نبی صلعم پر بھیجتے ہیں اسکا معنیٰ اور خدا تعالے کے صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا معنے ایک نہیں۔ بلکہ اس کی کیفیت و نوعیت جدا جدا ہے۔ جو ہر ایک کی شان کے مطابق ہے اور خدا تعالے سمیع و بصیر و عالم ہے۔ انسان بھی عالم اور سمیع و بصیر ہوتا ہے۔ مگر معنے و مقصد و نوعیت جدا جدا ہے۔ اسی طرح انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی طرف ظلم، اسراف، ذنب،

اور وسوسہ شیطان کی نسبت اور اُن کا طلب مغفرت و توبہ اور قسم کی ہے اور انہی امور کی نسبت عام آدمیوں کی طرف اور قسم کی ہے۔ انبیاء وائمہ علیہم السلام اپنے مدارج علیا میں کسی ترک اولیٰ کے سبب ذرا کمی واقع ہونیکو گناہ تصور فرما کر طلب مغفرت کرتے ہیں تاکہ مدارج کی کمی پوری ہو جائے یا اس سے مدارج اور بڑھ جائیں۔ ورنہ حقیقت میں وہ کوئی گناہ نہیں ہوتا +

(ب) ایسی دعائیں انبیاء وائمہ علیہم السلام بطور تعلیم امت پڑھتے تھے۔ جیسا کہ باقی عبادات کی قولاً و عملاً انہوں نے تعلیم دی۔ اسی طرح دعاؤں کی جو مخ العبادات ہیں انہوں نے علاوہ قول کے فعل سے بھی تعلیم فرمائی۔ اگرچہ ترک اولیٰ بھی کوئی اُن سے صادر نہ ہوا ہو + (نوٹ)

{تبصرہ}

متلاشیان حق کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر اہل تسنن اپنی لچھے دار تقریروں میں اپنی کتب مناظرہ ردشیعہ پر آپ کے سامنے فخر و ناز کرنے لگیں۔ اور ڈینگیں ماریں یا بغلیں بجائیں تو اُن کی کتابوں کے ہمراہ اُن کے جوابات منجانب شیعہ کا مطالعہ بھی آپ ضرور کریں۔ اور ایسے اہل تسنن کے سامنے وہ جوابات پیش کر دیں پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ کیسے حواس باختہ ہوتے ہیں۔ اور اس وقت اُن کے کیسے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ نمونہ کے لئے چند کتابوں کی ذیل میں فہرست درج ہے

کتب اہل تسنن	جوابات منجانب شیعہ
(۱) تحفہ اثناعشریہ	نزہہ اثناعشریہ ۱۲ جلد عبقات الانوار ۳۰ جلد تشئید المطاعن ۳ جلد بوارق موبقہ یک جلد وغیرہ

نوٹ:۔ عصمت انبیاء وائمہ با دلائل قطعیہ عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے۔ جیسے خدائے عزوجل کا جسمیت و تشبیہ سے پاک ہونا

(۲) آیات بینات	رمی الجمرات ۳ جلد کشف الظلمات آیات محکمات
(۳) منتہی الکلام	استقصاء الافحام ۸ جلد
(۴) نصیحۃ الشیعہ	روشنی - انتصار الشیعہ
(۵) خلافت راشدہ	رد الملاحدہ
(۶) اظہار الہدٰی و بدر الدجیٰ	معیار الہدٰی و شمس الضحیٰ
(۷) الفاروق	الفرق
(۸) صواعق محرقہ	البحار المغرقہ
(۹) مجمع الاوصاف	قواضب الاسیاف
(۱۰) شوائط البرقات	مفاتح البرکات
(۱۱) بہتان شیعہ حصہ اول و دوم	برہان شیعہ ہر دو حصہ
(۱۲) حقیقت مذہب شیعہ ہر دو حصہ	حقیقت مذہب حنیفہ و ابطال الاستدلال

خاتمہ

اصول صاف ہوئے پر فروع صاف ہو سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے فروعی اعتراضات مخالفین کا جواب ضروری نہیں سمجھا۔ اور مخالفین اگر اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں۔ تو ان کی کتابیں شرمناک لغویات و خرافات سے مملو ہیں۔ کسی دوسرے پر وہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ کریں۔ مثال کے لئے غیر مقلدین اور مقلدین اہل تسنن کے بالمقابل رسائل دیکھنے سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ خود ایک دوسرے کی دھجیاں اڑا رہے ہیں

ہمارے دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کسی صاحب کو ایسے مسائل دیکھنے کا شوق ہو تو ظفر المبین رد مقلدین اور اس کے بالمقابل جواب مقلدین اور حقیقۃ الفقہ ملاحظہ ہو۔ اور کچھ ایسے مسائل تفریح طبع کیلئے علماء شیعہ نے بھی کتب اہل تسنن سے اپنی تصانیف میں درج کیے ہیں۔ دیکھو حقیقت مذہب حنفیہ و برہان شیعہ و آئینہ مذہب سنی۔ و شواہد الصادقین۔ کسی مذہب کی جانب سے کوئی کسر قلم اٹھانے کی باقی نہیں رہی۔

شیعہ و سنی حضرات کیخدمت میں التماس

آخر میں فریقین شیعہ و سنی کی خدمت میں مولف رسالہ ہذا کی عاجزانہ التماس ہے کہ اخوت اسلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایکدوسرے کے ساتھ ہر وقت کا مجادلہ و مقابلہ و مکابرہ اور چھیڑ چھاڑ بند کر کے کونوا اخوانا کے مصداق ہو جائیں۔ خواص کتب بینی سے اور عوام فریقین کے مواعظ میں حاضر ہونے سے تحقیق و جستجوئے حق کا فائدہ اٹھائیں۔ آپس میں عناد و فساد و بدگوئی و افتاء تکفیر کا سلسلہ بند کریں کیونکہ کوئی غیر مسلم بھی اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرنے سے تحریر و تقریر میں خاموش نہیں ہوتا۔ اسلامی فرقے کب خاموش ہو سکتے ہیں۔ قیامت تک ایک دوسرے کے برخلاف کچھ کہتے یا لکھتے رہیں بجز ترقی عناد بین الفریقین کوئی معتد بہ فائدہ مرتب نہیں ہو سکتا چنانچہ آج تک کے واقعات سے ظاہر ہے۔ ہر قسم کی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ہر مسئلہ پر ہر فریق کی جانب سے کافی بحث ہو چکی ہے۔ میدان صاف ہے۔ منصف مزاج فیصلہ کر سکتے ہیں۔ شیعہ صاحبان حضرات ثلاثہ و دیگر مخالفین اہلبیتؑ سے

تبرا یعنی ترک موالات و بے تعلقی اختیار کر کے کسی سخت کلامی سے ہوا خواہان ثلاثہ کے دلوں کو متاثر نہ کریں اور سنی صاحبان اپنی کتابوں سے حضرات ثلاثہ وغیرہ بزرگوں کی فضیلت کھلے دل سے بیان کرتے رہیں مگر شیعہ کی کتابوں سے فضائل ثلاثہ ثابت کرنے اور ائمہ اہلبیت کے اعتقادی فضائل بحق ثلاثہ کا ذکر نہ کریں۔ کیونکہ اسمیں ہرگز شک نہیں کہ شیعہ امامیہ اور انکے امام پاک حضرات ثلاثہ کے معتقد نہیں اور جو کچھ کہیں گے یا لکھینگے ضرور ثلاثہ کے بخلاف ہو گا۔ پھر کیوں شیعوں کو تنگ کر کے اور حضرات ثلاثہ کے زمانہ سے فتوائے کفر لگا کر شیعہ کو اس پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ حضرات ثلاثہ کے حالات اور ائمہ اہلبیت کے انکے حق میں اعتقادات سنائیں۔ میں نے بخوف دلآزاری سنی بھائیوں کے اعتقادات ائمہ بحق ثلاثہ شیعہ سنی کی کتابوں سے بہایت نرمی کیساتھ لکھے ہیں اور فقط اشارات و حوالجات پر اکتفا کیا ہے وہ بھی مشتے نمونہ از خروارے مگر ہر وقت کی چھیڑ چھاڑ سے ممکن ہے کہ شیعہ کا کوئی عالم اس سے صریح الفاظ میں مکمل نقشہ اعتقادات اہلبیتؑ ثلاثہ کے برخلاف پیش کر دے جس سے اہل جماعت بھائیوں کو گھبراہٹ ہو سنی بھائیوں کے دق کرنے اور شیعوں میں تحریک پیدا کرنے کا تجربہ مجھے اس سے ہوا ہے کہ انہوں نے حقیر جیسے اصلاح پسند اور آزاد منش عزلت پسند سے بھی تحریک کر کے فلک النجاۃ اور اس رسالہ کو لکھوا دیا۔ ورنہ میں ان باتوں کے مخالف ہوں چنانچہ اس سے دس سال پہلے میں نے ایک کھلی چٹھی دربارہ دعوت صلح و خاموشی فریقین شیعہ و سنی کے چھپوائی تھی جو شائع ہو چکی ہوئی ہے اب پھر وہی استدعا کرتا ہوں کہ رسالہ بازی اور تو تو میں میں کو چھوڑ دیجئے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اس دعوت کو پہلے یہ حقیر قبول کر کے آئندہ کیلئے عہد کرتا ہے کہ خواہ مجھے کوئی
کچھ کہے گا میں لکم دینکم ولی دین پڑھ کر خاموش ہونگا
اور ان جھگڑوں میں قدم نہ رکھونگا

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

ضمیمہ رسالہ ابطال الاستدلال

حاشیہ متعلق ص۳۸ اگرچہ حضرت عمر مقابلہ کفار میں مشہور و معروف پست ہمت تھے حتی کہ دوسروں کو بھی پست ہمت کرتے تھے دیکھو فلک النجاۃ فصل فرار ثلاثہ - وغیرہ مگر اہل بیت رسول کے مقابلہ اور خدا اور رسول کی مخالفت میں حضرت عمر وہ دل اور گردہ رکھتے تھے کہ اس میں ایسے جری و دلاور و بےخوف تھے کہ اپنے ان افعال کو علانیہ عمل میں لانے اور مسلمانوں کے سامنے اس پر اقرار بلکہ فخر کرنے اور معائب و مثالب خود ظاہر کرنے میں نہ خدا سے ڈرتے تھے اور نہ ہی مسلمانوں سے شرماتے تھے ایسے افعال میں واقعی لا یخاف لومۃ لائم کے مصداق تھے - چنانچہ انہوں نے رسول خدا صلعم کے حضور میں یہود کے مسائل پسند کرنے، وران کو اسلامی احکام میں مخلوط و معمول رکھنے کی خواہش کی - بعد وفات پیغمبر آپ حلفیہ نفاق کا اقرار فرماتے ہیں - دوقت وفات پیغمبر سرور کائنات آپ نے حضور صلعم پر ہذیان کی تہمت لگائی اور وصیت تحریر کرنے سے مانع ہونے کا مکالمہ ابن عباس میں اقرار کیا صلح حدیبیہ میں نبوت نبی پر شک کا اظہار و اقرار کیا - اپنی کم علمی کا اقرار کل الناس وفقہ من عمر سے کیا حتی کہ کہا مجھ سے پردہ دار عورتیں بھی زیادہ واقف شریعت ہیں اور اقرار کیا کہ خود بدولت دلالی اور کوچہ گردی میں مشغول رہنے کے سبب مسائل شرعیہ سے بےبہرہ رہے ہیں اور صاحب موصوف جنگ احد میں اپنی شجاعت کے کرشمے بیان کرتے ہوئے بر سر منبر اپنے فرار کا فخریہ اقرار ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ میں اس وقت مثل پہاڑی بکری کے پہاڑ پر اچکتا اور کودتا تھا - احراق باب فاطمۃ الزہرا کے وقت صاحب مذکور کو کہا گیا کہ جس گھر جلانے کے لئے آپ کا قصد ہے اس

میں جناب زہرا اور حسنین شریفین بھی موجود ہیں آپ صاف لفظوں میں کہنے لگے ہاں اگرچہ وہ ہیں تو بھی جلانے کے لئے تیار ہوں -

حضرت عباس و حضرت علیؑ کے مکالمہ میراث پیغمبر کے وقت صاحب مذکور اقرار کرتے ہیں کہ میں جانتا ہوں تم دو مجھے اور ابو بکر صاحب کو جھوٹا - گنہگار - غدار اور خیانتی جانتے ہو - اور بیعت و خلافت ابو بکر صاحب کا بے سوچے سمجھے واقعہ ہو جانا آپ نے صریح کلمہ سے تسلیم کیا ہے -

مکالمہ ابن عباس میں حضرت موصوف جناب علیؑ سے خلافت ظلماً لینے اور تحریر قرطاس مرض النبیؐ اسی لئے عمداً روکنے کا عجیب پیرایہ میں اقرار کرتے ہیں - (ان مذکورہ بالا جملہ امور کا ثبوت کتب سنیہ سے فلک النجاۃ میں موجود ہے وہاں ملاحظہ ہو)

اور بدعات کے رواج دینے میں جماعت تراویح کو نعمت البدعۃ کہنے سے جو آپ نے خوشی کا اظہار کیا مشکوۃ باب صلوٰۃ التراویح میں ملاحظہ ہو -

اور متعہ النساء و متعۃ الحج بند کرنے کا اقرار آپ اس طرح فرماتے ہیں متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ انا انھی عنھما و اعاقب علیھما یعنی دو متعے زمانہ رسول خدا میں مشروع تھے مگر میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں اور ایسا کرنے والے کو سزا دونگا - دیکھو درّ منثور سیوطی و تفسیر کبیر جلد ۳ ص۲۸۶ مصری

ان سب کے علاوہ اس مقام پر مخالفت حکم خدا و رسول پر حضرت عمر کا اقرار اور ہٹ بہت صاف اور صریح الفاظ سے ثابت کر کے ناظرین کا مکمل اطمینان کرا دینا چاہتا ہوں ملاحظہ ہو -

صحیح نسائی مترجم وحیدی جلد اول ص۷۰۳ عن ابی موسٰے فقال عمر قد علمت ان النبیؐ قد فعلہ ولکن کرھت الخ و عن ابن عباس قال سمعت

عمر یقول واللہ لا نھا کم عن المتعۃ وانھا لفی کتاب اللہ ولقد فعلھا رسول اللہ یعنے العمرۃ فی الحج یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ متعۃ الحج کو نبی صلعم نے کیا ہے اور کتاب خدا میں موجود ہے مگر خدا کی قسم میں اس سے ضرور تم لوگوں کو روک رکھوں گا۔ کیونکہ میں ناپسند رکھتا ہوں الخ۔

مولوی وحید الزماں ترجمہ کے بعد فائدہ لکھتے ہیں حالانکہ تمتع اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے اور رسول اللہ نے کیا ہے پھر منع کرنا حضرت عمر کا بے فائدہ ٹھہرا۔ اور صحابہ نے اس طرف التفات نہ کیا

نیز دیکھو سنن ابن ماجہ مترجمہ وحیدی جلد ۲ صں ۲۲۳ فقال عمر قد علمت ان رسول اللہ و اصحابہ ولکنی کرھت۔ اس کا ترجمہ مثل روایت مذکورہ بالا ہے مترجم صاحب بعد ترجمہ لکھنے کے فائدہ میں لکھتے ہیں:۔ اللہ معاف کرے حضرت عمرؓ کی خطا کو اور ان کے درجے بلند کرے اگر دل میں کوئی بات بری بھی معلوم ہو لیکن اسکو آنحضرت صلعم اور آپ کے اصحاب نے کیا ہو تو اس سے منع کرنا نہیں پہنچتا (پھر ممانعت تنزیہی کی تاویل کو اس طرح رد کرتا ہے) مگر اس صورت میں نہیں بنتا کہ حضرت عمر لوگوں کو مارتے تھے حج کے تمتع پر اور یہ بھی ذہن میں نہیں آتا کہ جو امر جائز ہو اس سے تنزیہی بھی کیونکر ممانعت ہو سکتی ہے (یعنی اپنی طرف سے) بالکل یہ مقام مشکل ہے الخ۔

اور نسائی کے جلد ۱ صں ۴۰۱ میں مروی ہے جب علیؑ نے عثمان کو کہا الم تسمع رسول اللہ تمتع اور عثمان نے بلے کہہ کر اقرار کیا۔ مترجم کہتا ہے پھر منع کرنا حضرت عمر کا اور عثمان کا تمتع سے کسی خاص وجہ سے ہوگا۔

(یہی وجہ کہ سنت رسول وآل رسول کے خلاف اپنی مرضی کے احکام کو رواج دیں) ورنہ قرآن میں خود تمتع کا جواز موجود ہے

فرمایئے جو عمداً کتاب اللہ وسنت رسول اللہ وسنت صحابہ مقبولین کی مخالفت کرے اور لوگوں کو جبراً مخالفت پر لگائے رکھنے کی کوشش کرے تو وہ کس طرح صاحب مقرب خدا و مومن صادق اور امام حق نائب نبی کریم صلعم ہو سکتا ہے یا مصداق اس آیات کا ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا ۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم ۔ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون ۔ اوکلما عاھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یؤمنون ۔۱۲

حاشیہ متعلق صں ۲۶ جھوٹی احادیث بنانا قرن اول سے شروع ہونے کی تائید کلام جناب امیر علیہ السلام سے ہوتی ہے جو مصدقہ فریقین ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم سے روایت کرنے والے تین چار قسم کے ہیں۔ ایک مؤمن مخلص جسکو صحبت آپکی نصیب ہوئی اور کلام نبی کو خوب سمجھا۔ ناسخ و منسوخ۔ عام و خاص۔ متشابہ ومحکم کا اسکو علم ہے اور بعینہٖ بلا کسی کمی یا بیشی کے روایت کرتا ہے دوسرا وہ جو حضرت صلعم کے کلام کو صحیح یاد نہیں رکھ سکا اور نہ اس نے کلام رسولؐ کا مطلب سمجھا۔ اور وہ کلام رسولؐ کو دوسرے لفظوں میں جن سے اصلی معنے متغیر ہو جاتا ہے لوگوں میں روایت مشہور کر دیتا ہے لوگ سمجھتے ہیں نبی صلعم نے اسی طرح فرمایا ہوگا

تیسرا منافق (اندر سے کافر) ہے جس کو جھوٹ بولنے سے احتراز نہیں ایسے شخص کو اگر لوگ منافق اور جھوٹا جان لیں تو اس سے روایت قبول نہ کریں۔ مگر وہ اسکو مومن مخلص گمان کرکے اس سے روایت قبول کرتے ہیں اور وہ جناب رسول خدا صلعم پر افترا اور جھوٹ باندھ کر روایت کرتا ہے جو لوگوں میں (دوسری صحیح ومقبول احادیث کیطرح) مشہور ہو جاتی ہے لہذا اخبار کو کلام اللہ اور احادیث مسلمہ ومشہورہ متفقہ

کے ساتھ مطابق کر لینا چاہیئے۔ جو موافق ہو وہ مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔ دیکھو اصول شاشی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صہ ۸۳ جو درسی کتاب اصول فقہ حنفیوں سنیوں کی ہے۔

اور اسی طرح نہج البلاغہ میں تبدیل کلام جناب امیرؑ وقد سال سائل عن احادیث البدع وعما فی ایدی الناس من اختلاف الخبر مطبوعہ ایران صہ ۲۶۸ او اصول کافی ۳۲ میں ہے۔ اس میں اتنا زیادہ ہے کہ فرمایا ایسے منافق بعد نبی صلعم بہت باقی ہیں۔ جنہوں نے دوزخ کی طرف بلانے والے گمراہ اماموں کے تقرب ڈھونڈھنے اور اس ذریعہ سے دنیا کمانے اور حکومت حاصل کرنے کیلئے ایسی حدیثیں بنائی ہیں وانما الناس مع الملوک والدنیا الا من عصمہ اللہ اور منافقوں کی خبر خدا تعالٰے نے اس طرح دی ہے واذا رایتہم تعجبک اجسامہم وان یقولوا تسمع لقولہم سورہ منافقون ع ۱ یعنی اے پیغمبر تم ان کے ظاہر حال کو دیکھو تو ان کے ڈیل ڈول تمہاری نظروں میں کھب جائیں اور بات کریں تو تم ان کی بات کو توجہ سے سنو مطلب یہ کہ ان کو باتیں بنانی خوب آتی ہیں کہ سننے والا خواہ نخواہ ہی ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ منافقین صحابہ میں ایسے ملے جلے رہتے تھے جن کا امتیاز مشکل تھا اور ان کی بنائی ہوئی حدیثیں صحیح احادیث میں ایسی مخلوط مشہور ہوئی ہیں جن کی تمیز مشکل ہے اور بجز خواص سمجھنا اسکا ناممکن ہے۔

بہ تعمیل حکم معاویہ جو احادیث مقابل فضائل صحیحہ جناب علی علیہ السلام کے بنائی گئیں ان کی چند مثالیں علامہ ابن ابی الحدید سنی نے (شرح نہج البلاغہ مطبوعہ ایران جزء ۱۱ صہ ۱۰ و مطبوعہ مصر جلد ۳ صہ ۱۷ بذیل کلام ان فی ایدی الناس حقا و باطلا و ناسخا و منسوخا و کلام سیظہر علیکم بعدی رجل رحب البلعوم مندحق البطن) لکھی ہیں۔ حدیث انت اخی فی الدنیا والاخرۃ کے مقابلہ میں لو کنت متخذا

خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا اور حدیث سدوا الابواب الا باب علیؑ کے مقابلہ میں الا خوخۃ ابی بکر اور حدیث طلب قرطاس کے مقابلہ میں لا یختلف علیہ اثنان × ویابی اللہ والمسلمون الا ابا بکر اور حدیث الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ کے مقابلہ میں ابو بکر و عمر سید اکھول اہل الجنۃ وغیرہ بنائی گئی ہیں

ان کے علاوہ حدیث علیؑ ولیکم بعدہ وھذا اخی و وزیری کے مقابلہ میں اما وزیرای من اہل الارض فابو بکر و عمر بنائی گئی جس کے راویوں میں تلید بن سلیمان ضعیف و ابو الجحاف و عطیہ بہت خطا کرنیوالے ہیں دیکھو ترمذی و تقریب اور حدیث بحق علیؑ ھذا اخی و وارثی و وزیری و خلیفتی کے مقابلہ میں ابو بکر الصدیق وزیری و خلیفتی و بعد ابی بکر عمر و من بعد عمر عثمان بنائی گئی جس کی تضعیف و وضع کا حال کنز العمال میں ساتھ اس کے لکھا ہے۔ اور حدیث کنز العمال جلد ۶ صہ ۱۵۳ باسناد ابونعیم فی الحلیہ و صہ ۱۵۵ باسناد طبرانی قال صلعم یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابداً علیؑ اور حدیث ثقلین کے مقابلہ میں اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر اور انصار سے تمسک اور اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم بنائی گئی ہیں۔

موضوع اول کے راویوں میں سفیان بن عیینہ و سفیان ثوری (مدلس) اور سعید (بنی امیہ کا ایک فرد بہت خطا کرنیوالا) ہیں تدلیس محدثین کے نزدیک بہت مذموم ہے چنانچہ اصول حدیث میں مفصل موجود ہے۔ دیکھو شرح الشرح اور حدیث علیؑ مع الحق اللہم ادر الحق حیث دار کے مقابلہ میں الحق بعدی مع عمر۔ وجعل الحق علی لسان عمر بنائی گئی جسکا حال اسناد دیکھنے سے واضح ہے

اور حدیث یحییٰ علی لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق کے مقابلہ میں لا یحب
ابابکر وعمر الا مومن بنائی گئی جس کی اسناد ملاحظہ ہو۔ ان روایات کا موضوع ہونا
اس سے بھی ظاہر ہے کہ احادیث موضوع باوجود انتظام شاہی بمصداق الحق یعلو ولا
یعلی اس درجہ صحت کو نہیں پہنچی ہیں جو اصول اہل تسنن کے مطابق احادیث یحییٰ جناب
امیر کو حاصل ہے بڑی خوشی سے محدثین پڑتال کر کے دیکھ لیں اس وجہ سے بھی وہ روایات
بہ قاعدہ ترجیح مرجوع ناقابل اعتبار وساقط عن الاحتجاج ہیں اور دوسرا یہ کہ روایات معلومہ
ان احادیث صحیحہ کے اگرچہ بباعث عدم مساوات درجہ قبول معارض نہیں ہو سکتی ہیں۔
مگر بفرض تسلیم نتائج غلط پیدا کرتی ہیں کیونکہ تابع ومتبوع اور حق وباطل ایک ہو جاتا
ہے اور ایک وقت میں دو ولیعہد وخلیفے ہوں اور ہر ایک خود تابع اور پھر متبوع ہو ایک
ہی امام وشیوا قابل تمسک ہو اور پھر وہی مقلد ومقتدی ہو وغیرہ وغیرہ

اور ہم فلک النجاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ میں ثابت کر چکے ہیں کہ احادیث سنیہ میں بعض
ایسی بھی ہیں جن کے متن ضعیف یا موضوع کو صحیح وقوی اسنادوں پر سوار کیا
گیا ہے تاکہ لوگوں کی نظروں میں مقبول ہو جائیں دیکھو تدریب صفحہ ۴۸ الراوی سیوطی
اس سے علامہ ابن ابی الحدید کے کلام کی تائید ہوتی ہے۔ کہ موضوع احادیث ثقہ
راویوں کی زبان سے مشہور کرائی گئی ہیں۔ دوسری تائید صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲ میں
موجود ہے اس میں یحییٰ بن سعید القطان سے مروی ہے کہا احادیث موضوع بیان
کرنے میں سب سے بڑا جھوٹا ہم نے نیک اور بزرگ لوگوں کو دیکھا۔ باوجود اس قدر
اہتمام وعظیم الشان انتظام کے پھر بھی موافق الحق یعلو ولا یعلی تنقید اسانید سے
ایسی روایات کے ضعف ووضع کا حال کھل جاتا ہے۔ اور رواۃ میں ایک ایک
فرد وضاعین ومنحرفین ومبغضین اہل بیت عظام کا ظاہر ہو جاتا ہے + فتدبر
حاشیہ متعلق صفحہ ۱۱۷!۔ جناب زہرا علیہا السلام کے تا دم وفات

شیخین پر غضبناک رہنے کا ثبوت صحیحین بخاری ومسلم وغیرہ میں موجود ہے
مگر ایک محقق سنی کے محاکمہ اور نتیجہ تحقیق کو لکھ کر ہم ناظرین کی مزید تسلی کرا
دیتے ہیں۔ ملا معین محدث سنی دراسات اللبیب صفحہ ۲۱۲ میں دربیان ثبوت عصمت
حضرت فاطمہ زہرا و دفع اشکال کی صورت میں اپنا تحقیقی بیان اس طرح تحریر
فرماتے ہیں کہ جناب زہرا تا وفات اپنی رائے پر قائم رہیں۔ اور آپ کے پاس
حدیث ابی بکر صاحب کے صحیح جوابات تھے نیز آپ کے ساتھ اس بارے
میں صحابہ کبار حضرات علیؑ وحسنینؑ شریفین بھی متفق تھے اور انہوں نے اس سے
رجوع نہیں فرمایا۔ (اسکے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں) لوگوں کی مخالفت کرنے
سے عصمت اہل بیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ بلکہ حرف مخالفین پر آتا ہے۔
ملخصاً اصلی عبارت ضمیمہ فلک النجاۃ صفحہ ۲۸۷ میں ملاحظہ ہو اور توثیق ملا معین
اور اس کی کتاب دراسات اللبیب کی تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبہ صفحہ ۳۶ واجوبہ
فاضلہ صفحہ ۵ تا غایت صفحہ ۶ (ہر دو مؤلفہ مولوی عبد الحی لکھنوی حنفی سنی)
میں ملاحظہ ہو۔ ۱۲

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۴۴! مثل روایت ابی داود وسنن
نسائی مترجم وحیدی صفحہ ۳۲ جلد ۳ میں بھی ہے کہ ابن عباس نے کہا
ہمارا حصہ ہم کو دے دو انہوں نے نہ مانا تو ہم نے انہی پر چھوڑ دیا مگر وہ ہمارے
حق سے کم دیتے تھے تو ہم نے نہیں لیا

پھر اسی کے صفحہ ۳۲۳ میں یہ روایت لکھی ہے کہ اقوال مختلف تھے کہ
ذوی القربیٰ کا حصہ خلیفہ کا ہے؟ یا کس کا؟ (یعنی بعد نبیؐ) آخر سب کی رائے
اس بات پر آئی کہ ان دونوں حصوں (رسول وذی القربیٰ) کو گھوڑوں اور جہاد
کے سامان میں صرف کرنا چاہیئے۔ فکان فی ذلك فی خلافۃ ابی بکر وعمر،

غرضیکہ رسول کے قرابت داروں سے بند کر لیا گیا خواہ کسی مد میں انہوں نے صرف کیا ہو۔

حاشیہ متعلق ص ۱۴۷ اس قسم کی بیعت ہونے کے ثبوت میں ملاحظہ ہو سنن نسائی مترجم وحیدی جلد ۲ ص ۳۲۷ باب البیعۃ علی ان لا تنازع الامر اھلہ اس بات پر بیعت کرنا کہ جو سردار بنے اسکی مخالفت نہ کرینگے

بیعت مصالحت سلطنت وعدم مخالفت اگرچہ ہوئی مگر حضرت امیرؑ اعمال شرعیہ میں ثلاثہ کے پیرو نہ تھے بلکہ اعمال صحیحہ شرعیہ مطابق اصل سنن نبویہ جناب امیرؑ سے عمل میں آتے رہے اسکی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔:۔ سنن نسائی مترجم جلد ۱ ص ۵۹۹ میں مروی ہے جضرت عثمان نے متعہ اور قران سے منع کیا تو حضرت علی نے اسی وقت پکارا لبیك بحجۃ وعمرۃ معاً یعنی میں حج اور عمرہ کے لئے اکٹھا لبیک پڑھتا ہوں۔ حضرت عثمان نے کہا اتفعلہا وانا انھی عنھا کیا تم اسکو کرتے ہو اور میں منع کرتا ہوں حضرت علی نے فرمایا لم اکن لادع سنۃ رسول اللہ لاحد من الناس۔ وفی روایۃ فلم ادع قول رسول اللہ لقولك یعنی میں رسول اللہ کی بات کو تمہاری بات سے نہ چھوڑونگا فائدہ میں مترجم نسائی مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں۔ چونکہ قران رسول اللہ کی سنت تھی اور حضرت عثمان نے ناواقفی سے اس سے منع کیا تھا اسلئے حضرت علیؑ نے عثمان کا کہنا نہ سُنا اور حضرت رسول اللہ کی سنت پر عمل کیا جب حدیث کے خلاف حضرت عثمان کا حکم جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور اس زمانے میں خلیفہ وقت تھے قبول کرنیکے لائق نہ ہو تو اور مجتہد یا فقیہ یا امام یا عالم کس شمار اور قطار میں ہیں ۱۲۔

نوٹ صفحہ ص ۱۱ سطر ۲ میں بجائے امام محمد باقرؑ کے امام محمد تقیؑ پڑھنا چاہیئے
(۲) ص ۱۱ حاشیہ سطر ۳ میں بھی بجائے امام محمد باقرؑ کے امام محمد تقیؑ پڑھنا چاہیئے۔
(۳) ص ۱۵ سطر ۷ میں لفظ یقاد الجمل المخشوش کے بعد (کذا فی تاریخ ابن جریر الطبری) پڑھنا چاہیئے۔

تقریظ از جناب سلطان المناظرین فخر المتکلمین کاسر اعناق الملحدین عمدۃ العلما زبدۃ الفضلا مولانا الحاج ابو الصفا مرزا احمد علی الکربلائی الامرتسری اللاھوری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی یبطل الباطل ویحق الحق والصلوۃ والسلام علی محمد وآلہ الذین بذلوا مھجتھم لینجوا الناس من الضلالۃ والغوایۃ ولیدخلوھم فی الھدایۃ والصدق المطلق اما بعد ابطال الاستدلال لاہل الزیغ والضلال مصنفہ عالم باعمل و فاضل باذل صاحب علمین ومتمسک بثقلین السعید فی الدارین ناصر دین متین مولانا مولوی حکیم محمد **امیر الدین** صاحب وہ کتاب نافع ہے۔ جس کا ہر حرف چراغِ طور اور جس کا ہر لفظ لمعہ نور ہے۔ یہ وہ ذوالفقارِ آبدار ہے جسکی ایک ضربت سے اہل ضلال کے پرخچے ہوا میں اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مومنین کے لئے وہ جوشن کبیر ہے جس پر اہل زیغ کی شمشیریں اثر نہیں کرتیں۔ یہ وہ حرز جان ہے جس سے شیاطین الانس وجن راہ فرار اختیار کرتے ہیں یہ وہ حصن حصین ہے۔ جو ادلۂ قاہرہ و براہین باہرہ سے مشیّد ہے۔ یہ وہ گلستان ہے جس سے مشام جان میں بوئے جنت آتی ہے۔ الغرض اسکا کیا وصف کروں اور اسکی کس کس خوبی کو ذکر کروں۔ اِسے پڑھیئے اور ذوق روحانی حاصل کیجئے اور جناب مؤلف کے حق میں دعا کیجئے کہ خداوند عالم انہیں بلیات سماویہ وارضیہ سے محفوظ رکھے اور انہیں تا مدت مدید خدمت دین کے لئے باقی رکھے۔

بمحمد وآلہ الامجاد صلوۃ اللہ علیہم اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

۱۱ مئی ۱۹۲۷ء مرزا احمد علی لاہور۔ محلہ شیعہ

تقریظ فصاحت حظ بلاغت نطاز رشحات قلم حقیقت رقم حاوی الفروع والاصول جامع المعقول والمنقول فخر الواعظین نا شر دین سید المرسلین مقبول الصمد مولانا مولوی السید محمد صاحب قبلہ عربک پروفیسر کالج دہلی

باسمہ سبحانہ الحمد لاھلہ والصلوۃ علی اھلہا سرزمین جھنگ سے پھر مہک اٹھی اور قسمت پنجاب نے پھر یاوری کی۔ فلک النجاۃ جب سینکڑوں کو کنارے لگا چکی تو کتاب ابطال الاستدلال نے روئے عالم ہدایت بخشی ہیں نے اسکے کچھ مقامات دیکھے نوعیت میں نئی اور رنگ میں نرالی ہے قدرت نے ازل سے یہ تالیف مردِ دماغ کیلئے پوشیدہ رکھ چھوڑی تھی حق یہ ہے کہ دماغ نے نئی نئی تلاش کیا اور محبت اہلبیت نے الفاظ کے قدموں سے نئی وادی طے کرلی خوشا نصیب اُس شام کے جو اس مہک سے معطر ہوا اور زہے قسمت اُس دل کی جو ان حرفوں کی سیاہی سے نور ایمان حاصل کرلے۔ یہ مقدس تالیف مومنین کیلئے رحمت اور منافقین کیلئے شدت ہے۔ امید ہے کہ کسی مومن کا گھرانہ اس سے خالی اور کسی منافق کا قلب کفر اس سے سالم نظر نہ آئیگا یضل بہ من یشاء و یھدی بہ من یشاء الی صراط مستقیم۔ جناب باری قربان اہلبیت اور فدائے خاندان نبوت ورق طوبے وسایہ نشین شجر رسالت مولوی حکیم امیر الدین صاحب رئیس جھنگ کو جزائے خیر دے اور مومنین پر جو احسان اُن جناب نے کیا ہے امیر المومنین اُس کا صلہ عطا فرمائیں آمین رب العلمین +

السید محمد زیدی

تقریظ از جناب رئیس المحققین استاذ المناظرین زبدۃ المدققین جناب معلی الالقاب مولانا مولوی حافظ علی محمد صاحب صاحب نور اللہ الصمد من شرحا سید اذا حمد جامع مجتہد مؤلف فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ در عیب الجماعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی نزل الفرقان علی عبدہ وارسلہ بشیرا نذیرا وجعلہ سراجا منیرا۔ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ الذین اذہب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا ولعن اللہ علی اعداءھم ودمرھم تدمیرا وسیصلون سعیرا۔ اما بعد فواللہ ربی ما رایت کتابا اتم حجاجا واجل نفعا فی رد اوھام المعاندین ورجم الملاحدین من کتاب ابطال الاستدلال لاھل الزیغ والضلال

وھو اجل من ان یکتب بالتبر علی الاحداق لا ان یکتب بالحبر علی الاوراق کیف لا وقد الفہ من جامع بین الفضیلتین اعنی العلوم والعمل ولب الحکمۃ والحلم والشجاعۃ وترک الحنفیۃ واخذ الحنیفیۃ واخذ الحق وترک الباطل ماشاء اللہ ولم یخف لومۃ لائم سابق فضلاء عصرہ واذان کرام دھرہ وقد ترجم قبل کتابی فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ وذاع اشتھر فی الآفاق من الھند الی العراق وتقبلہ العلماء بحسن قبول وھو مستغن عما اقول وقد قیل ۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید ۔ واضاف علی کتابی حواشی مزیدۃ مفیدۃ نفیدۃ الامثال وھو الامیر الکبیر والطبیب الشہیر اعنی المولوی الحکیم محمد امیر الدین سلمہ رب العلمین بطٰہ ویٰسین جزاہ اللہ احسن الجزاء واوصلہ الی ما سعیٰ متمناہ بحق من اصطفٰہ وارتضٰہ وتقبل مساعیہ انہ قریب مجیب +

حررہ العبد الآثیم خادم العترۃ الطاہرۃ علی محمد عفا عنہ الرب الکریم بعمہ

تقریظ وریویو از قلم حقیقت رقم رئیس المناظرین فخر المصنفین المتاخرین حامی الدین الشریفین جناب حاجی ڈاکٹر فدا حسین صاحب صابر جعفری انگر طلائی جھنگ سیالوی مصنف کتب متعددہ

الحمد للہ الواحد الغفار والصلاۃ والسلام علی سید الابرار احمد المختار وعلی آلہ الاطہار واصحابہ الاخیار الی یوم القرار اما بعد میں نے مسودہ کتاب ابطال الاستدلال لاھل الزیغ والضلال مولفہ جناب فیضمآب مستغنی عن الالقاب ارسطو دوران افلاطون زمان فخر المتکلمین زبدۃ العارفین سلطان المناظرین جناب مولانا مولوی حکیم امیر الدین صاحب کھوکھر رئیس ونمبردار چک جلال الدین جانشین مولف کتاب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ شروع سے اخیر تک بغور دیکھا یہ مولانا صاحب کا قوم وملت اور مذہب شیعہ امامیہ پر دوسرا احسان ہے کہ تمام اُن بیجا اعتراضات وشبہات کو جو دشمنان اہلبیت اپنے مواعظ میں کیا کرتے تھے اور انکے غلط معانی بنا کر خیانت سے سیاق وسباق عبارت کو چھوڑ کر جہال عوام الناس کو خوش کرتے تھے اور جھوم جھوم کر چٹخارے لیتے تھے اُن سب کو مولانا صاحب موصوف نے اس رسالہ میں نکھار کر سب کا ابطال نہایت وضاحت ومتانت سے کیا ہے۔ امید ہے کہ آئندہ کوئی مخالف کتب شیعہ سے فضائل ومناقب اصحاب ثلاثہ پیش نہ کرسکیگا۔ الغرض مولانا صاحب نے مناظرہ کے فن کی ایک بڑی کمی کو پورا کردیا ہے کہ کسی مناظر کو زبان تک ہلانے کی جراءت باقی نہ رہیگی۔ یہ رسالہ ... [illegible]

حررہ خادم الثقلین ڈاکٹر فدا حسین عفی عنہ از جھنگ سیال 7/8/1926

[illegible]

تقریظ بلاغت حنظیظ از رشحات قلم سید المفسرین سلطان المحدثین محی الملۃ والدین قدوۃ الاطائب الاماثل الفاضل اللوذعی الکامل مولوی سید محمد سبطین صاحب قبلہ دامت معالیہ عربک پروفیسر لدھیانہ کالج ایڈیٹر البرہان

الحمد للہ الذی اوضح لنا مسالک الحق باعلامہ ونور لنا بما یمیز الید لیا لیہ کایامہ والصلوۃ الطیبۃ الزاکیۃ النامیۃ علی من خصہ من بین الرسل بمزید کرامہ وآلہ الطیبین الطاہرین الذین جرت بہم علی الخلق سوابغ انعامہ واللعنۃ الدائمۃ علی اعدائہم الی قیام الساعۃ وساعۃ قیامہ

امابعد رسالہ شریفہ وصحیفہ لطیفہ عدیمۃ الاشباہ والامثال المسماۃ بابطال الاستدلال **لاہل الزیغ والضلال** مصنفہ فخر الاماثل وزین الافاضل محقق عدیم النظیر مصنف عدیم المثال الامیر الفائق والطبیب الحاذق کاسر اعناق المعاندین ومبطل ہفواتہم بالدلائل والبراہین حکیم امیر الدین صان اللہ رب العلمین عن حسد الحاسدین وکید الکائدین ومکر الماکرین وشر الشیاطین۔ آج بتاریخ چہاردہم صفر المظفر ۱۳۵۵ ہجری، دربرو مصنف موصوف از اول تا آخر مطالعہ کیا اور بعض بعض مقامات پر اپنی رائے کا اظہار کرتا گیا۔ الحق والانصاف اکثر وبیشتر مطالب ومقاصد عمالہ لطیفہ ورسالہ وجیزہ کو لطیف ونفیس محقق ومبرہن ومنقول ومنقح پایا معاندین مجادلین کے مکائد کی خوب قلعی کھولی گئی ہے اور دین حق کی معتدبہ خدمت کی گئی ہے۔ اس کی اشد ضرورت تھی اور ہر کس وناکس اس کا طالب نظر آتا تھا۔ اسکے مطالعہ سے نہ صرف قلوب اہل ایمان تازہ اور منور ہونگے بلکہ قوی امید ہے کہ اہل خلاف میں سے بھی منصف مزاج اور حق پسند اصحاب اپنی تسلی فرماکر اہل حق پر بیجا طعن وتشنیع سے باز آئینگے فجزاہ اللہ عن الحق واہلہ جزاءً خیراً وجعل سعیہ عندہ مشکوراً وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین۔

حررہ المذنب العاصی السید محمد سبطین السرسوی

مختصر فہرست کتب موجودہ امامیہ کتب خانہ لاہور

پیغام توحید مصنفہ مولوی محمد سبطین صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ دور حاضرہ میں جہاں فلسفہ مادیات وسیاسیات نے روحانی دنیا کو مفلوج بنا رکھا ہو وہاں عہد عتیق کے فلسفہ الٰہیات کیطرف نوع انسانی کو بلا لحاظ اختلاف مذاہب دعوت دینا کوئی آسان کام نہیں تاہم فاضل مصنف نے اس عدیم النظیر تصنیف میں عقلی ونقلی دلائل اور براہین قاطعہ سے توحید باری تعالیٰ کے نہایت اہم مسئلہ کو ثابت فرماکر روحانی دنیا میں ایک مہتم بالشان کام کیا ہے یہ مختصر مگر جامع کتاب اپنے صوری اور معنوی محاسن کے لحاظ سے ایک نادر ترین علمی تحفہ ہے ہر فرقے کے اصحاب اس سے مستفید ہو سکتے ہیں قیمت ۱۰

خلافت الٰہیہ حصہ سوم از تصنیفات مولوی سید محمد سبطین صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ خلافت الٰہیہ وہ بے نظیر کتاب ہے جسکے دو حصص آجتک طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ بک چکے ہیں اور اب یہ تیسرا حصہ کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد فاضل مصنف نے تیار کیا ہے مسئلہ خلافت اور امامت پر آجتک اس سے بہتر کتاب یقیناً اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی نصوص قرآنیہ اور دلائل وبراہین فلسفیہ سے فاضل مصنف نے جسطرح سے خلافت الٰہیہ کے متنازعہ فی مسئلہ ثابت فرمایا ہے اسکی تعریف زبان قلم سے ہو نہیں سکتی جن حضرات نے پہلے حصص ملاحظہ فرمائے ہیں ان کیلئے یہ تیسرا حصہ بھی دیکھنا ازبس ضروری ہے فاضل مصنف نے تحقیق وتدقیق عالمانہ اور رموز ونکات فلسفیانہ اور حقائق ومعارف قرآنیہ کے تجسس میں کئی سال کی عرقریزی سے ۱۵۰۰ صفحات کا مسودہ تیار کیا۔ اور انتہائی خلافت الٰہیہ جیسی عدیم النظیر تصنیف کو ختم فرماکر اپنی اعلیٰ علمی قابلیت وزور قلم کا انتہائی مظاہرہ فرمایا بلکہ عالم اسلام پر ایک احسان عظیم اور فلسفیہ الٰہیت اور رسالت وامامت کے لاینحل مسئلہ کو حل فرمایا خنیدہ کے بود مانند دیدہ بڑی تقطیع اور اعلیٰ دبیز کاغذ کے ۴۰۱ صفحات پر طبع ہوا ہے۔ قیمت ؏ جلد اول۔ جلد دوم بھی موجود ہے

عقل وتہذیب اہل حدیث اس رسالہ میں فرقہ اہلحدیث کے اصول وفروع دین ایسے تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں کہ آجتک بہت کم لوگوں کی نظر سے ان تحققات پر پڑی ہوں گی جس میں بخاری مسلم ابن تیمیہ ابن القیم کی قلت عقل سے خاص طور پر بحث کیگئی ہے اس رسالہ کی ضرورت نہ فرقہ اہلحدیث کو ہے بلکہ فرقہ احناف کو بھی فائدہ پہنچیگا اور شیعوں کے لئے تو ایک ایسا قلعہ ہے کہ صرف اسی کو بمقابلہ اہلحدیث پیش کرنا کافی ہوگا قیمت ۱۲/

صدائے حقانی در حقیقت شیخ جیلانی

اس رسالہ میں مؤلف نے اہلسنت کی نہایت ہی معتبر کتابوں سے حضرت شیخ جیلانی کے حالات جمع فرمائے ہیں اور اس خوش اسلوبی سے لکھے ہیں کہ موافق و مخالف بڑے شوق سے پڑھکر حظ اٹھاتے ہیں اور حضرت شیخ کے حسب و نسب اور مذہب کے متعلق واقفیت بہم پہنچا کر نتیجہ پر پہنچتے ہیں دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶/

دلچسپ مکالمہ

مولانا سید الطاف حسین صاحب حالی اور سید سجاد حسین صاحب نے مناظرہ کی اہمیت فریقین کے اختلافات اور شیعوں کا برسر حق ہونا ثابت کرکے مولانا کو ہم اپنا ہمخیال بنا یا قیمت صرف ۔ ۔ ۔ ۴/

فلسفہ شہادت

اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سید الشہدا نے کیوں شہادت اختیار کی اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہونچا اس کے عوام انصار نے کیا کیا کام کئے قیمت ۴/

دافع وہم

در تصنیف میر سجاد حسین صاحب جسمیں مسئلہ تقیہ کی ہر پہلو کی نسبت بحث کرکے یہ دکھایا گیا ہے کہ تقیہ شعار اسلام ہے اور کن مواقع پر شریعت نے اسکی اجازت دی ۷/

خلفاء ثلاثہ کا ایمان

ایک محقق فاضل سابق سنی المذہب کی تحقیق کا نتیجہ جو نہایت دلچسپ ہے۔ ۔ ۔ ۱/

رسالہ عید غدیر

پیغمبر خدا کا خم غدیر پر حضرت علی کو خلیفہ مقرر کرنا صحابہ سے بیعت لینا وغیرہ تمام حالات اہلسنت کی معتبر کتابوں سے مفصل درج ہوئے ہیں نیز اس میں خطبہ غدیر اور اعمال عید غدیر بھی شامل ہیں جو ہر شیعہ کے لئے از بس ضروری ہیں قیمت صرف ۴/

التطہیر

جس میں نہایت شرح و بسط کیساتھ عقلی اور نقلی دلائل سے اس امر کو ثابت کیا گیا ہے کہ آیہ تطہیر کے مصداق خمسہ نجبا آل عبا اور کوئی نہیں مصنف نے بڑی محنت سے علاوہ فریقین کی کتب کے دیگر مشہور انگریزوں کی تصنیفات سے حوالجات دیئے ہیں قیمت ۴/

ریویو الفاروق

جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے علی گڑھ کالج کے مشہور پروفیسر مولوی شبلی نعمانی کی کتاب الفاروق پر محققانہ ریمارکس قیمت صرف ۔ ۔ ۲/

رسالہ نظریہ

از تصنیف مولوی سید محمد ہارون صاحب جس میں مولانا موصوف نے چھ زبردست سوالوں کے جوابات مثل ابو طالب کا ایمان (۲) خلیفہ ثالث کا لقب ذوالنورین کی کیفیت وغیرہ حضرات اہلسنت کی معتبر کتب سے بڑی محنت کیساتھ دیئے ہیں قیمت ۲/

اعجاز جعفری

حضرت امام جعفر صادق کے معجزات نظم میں درج ہوئے ہیں لطف یہ ہے کہ پہلے معجزہ کو ایک شعر میں اور دوسرے کو دو شعروں میں علی ہذا اسی ترتیب سے قیمت ۲

النار الجحیم لہاتک قرآن العظیم اردو

جس میں تقریباً وہ تمام اعتراضات جو حضرات کی طرف سے در بارہ کمی بیشی قرآن شیعہ پر ہوا کرتے ہیں عقلی و نقلی دلائل سے عالمانہ طور پر رد کئے ہیں۔ نیز اہلسنت کے جامع قرآن کا قرآن سے سلوک۔ انہی کی کتب سے ثبوت۔ قیمت :- (۸/)

ازالۂ اشتباہ

عام فہم غلطی کو دور کرنیکے لئے جو شیعوں کی نسبت کہی جاتی ہے۔ کہ وہ سب کرتے ہیں۔ اسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ فرقہ شیعہ میں سب کرنا جائز نہیں۔ قیمت ۴/

کتاب اعجاز المسیح پر ریویو

اس پرفتنہ زمانہ میں جبکہ ہر طرف سے مدعیان نبوت برساتی کیڑوں کی طرح نکلے آتے ہیں۔ پنجاب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی مسیحیت کا دعوی کرکے ایک کتاب لکھی جسکی عبارت کو وہ معجزہ سمجھتے ہیں، ایک شیعہ ممتاز فاضل نے اس کتاب پر ریویو لکھکر بتا دیا تھا۔ کہ جس کو صرف نحو کے قاعدے معلوم نہ ہوں۔ وہ نبی کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور اس کی کتاب معجزہ کیونکر بن سکتی ہے۔ قیمت ۲/

تقریر دلپذیر

میر سجاد حسین صاحب کی وہ کتاب جس میں ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام میں دو فرقے، شیعہ اور خارجی سنی کوئی نہیں۔ قیمت (۱۰/)

لمعۃ النصیانی العمد من اخبار الرضا ؑ

راضی برضا جب کہ خاصان خدا میں تسلیم و رضا معنے تسلیم و رضا ہیں۔

امامیہ سلسلہ کے آٹھویں امام ابن امام الراضی بالقدر والقضاء الرضا المرتضی المجتبی کی مکمل سوانح عمری بزبان اردو جس کو مولوی سید مظہر حسن صاحب نے تصنیف فرما کر اسلام اور اسلامیوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ چونکہ حضرت کا زمانہ عباسیوں کا عہد شباب تھا اسی لئے اس بے بہا کتاب سے عام مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی دو حالتوں کے تقابل کا نظارہ گھر بیٹھے میسر آجائیگا۔ دیکھنے والے فاضل مصنف کی محنت کے قائل نہ ہونگے۔ بلکہ اس بے نظیر کتاب سے مصائب میں گر کر نکل جانے اور جان و مال کے دشمنوں میں رہ کر پایہ بلند پر قائم رہنے کا سبق حاصل کرینگے۔ لکھائی چھپائی عمدہ عمدہ۔ قیمت صرف (عہ/)

اظہار حق

مؤلفہ جناب سید صغیر حسین صاحب قتیل مرحوم یہ رسالہ اسباب متعہ میں اپنا آپ ہی نظیر ہے۔ مستند اور قوی دلائل و براہین کا ایسا مجموعہ ہے۔ کہ شک کو سوائے تسلیم کرنے کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ قیمت (۶/)

سرمہ خاموشی

میر سجاد حسین کی وہ مشہور عجیب و غریب حقیقت سے لبریز کتاب ہے۔ قیمت (۱۰/)

الحمیرا ام المومنین جناب عائشہ رسولِ خدا کی دیگر ازدواج میں سے ایک بی بی ہیں آپ کا ایک لقب حمیرا بھی ہے۔ اسلامی سلسلہ روات میں آپکی شخصیت ایک انتہازی پہلو لئے ہوئے ہے۔ آپ ہی رسول اللہ کی وہ بی بی ہیں جنکی شوخی مزاج کی خاطر حضرات اہلسنت نے خانہ رسول کو نگار خانہ لعبت چیں بنا دیا ان گڑیوں کی تعریف میں مصنف "عائشہ صدیقہ" اس قدر رطب اللسان ہے۔ کہ انکو صحابیہ کے درجہ تک پہنچا دیا۔ نہیں نہیں حضرات اہلسنت نے ان کی شان بڑھانے کے لئے پیغمبر اسلام پر حبشیوں کا ناچ دکھلانے کا الزام لگایا۔ یہی ایک راویہ ہے۔ جو رسول خدا کے معراج جسمانی کی تردید فرماتی ہیں۔ یہی وہ زوجہ رسول ہیں۔ جن کو خدا کی مقدس کتاب نے آیت قرآن مجید **فقد صغت قلوبکما**، میں مخاطب فرمایا۔ یہی وہ دلیر عورت ہیں۔ جو ازدواج رسول میں سے خلاف حکم قرآن **و قرن فی بیوتکن**، معرکہ جدال اور میدان کارزار میں گامزن ہوئی ہیں یہی وہ زوجہ رسول ہیں۔ جن پر رسولخدا کی پیش گوئی کے مطابق حواب کے کتے بھونکنے ہیں آپ کی شخصیت ہر لحاظ سے متقاضی تھی۔ کہ اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جائے چنانچہ مولانا سید اختر حسین صاحب نے محنت شاقہ گوارا فرما کر ان کے حالات کو بہم پہنچایا ہے کتاب قابل دید ہے۔

قیمت صرف (۱۰/)

نماز امامیہ باترجمہ مع اصول دین وغیرہ: اس میں تمام واجب نمازوں کے مفصل احکام صاف اور سادہ اردو زبان میں درج ہیں۔ اس ایڈیشن میں یہ التزام کیا گیا ہے۔ کہ خطبات جمعہ و عیدین تجہیز و تکفین ۔ و تلقین میت باترجمہ وغیرہ ضروری مسائل نہایت شرح و بسط کیساتھ لکھے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت (۵/)

مناجات:- از تصنیف مولوی سید زین العابدین صاحب مرحوم بخاری کی مقبول مناجات جس کا ہر شیعہ کے پاس ہونا ضروری ہے۔ قیمت (۲/)

زاد العقبیٰ اردو ترجمہ مودت القربیٰ

حضرت سید ہمدانی جو محقق ترین علمائے اہل سنت ہونیکے علاوہ صوفیائے کرام میں قطب الاقطاب کا درجہ رکھنے والے بزرگ ہیں اور جن کی بے بہا تصنیف و تالیف میں سب سے زیادہ مشہور کتاب مودۃ القربیٰ آسمان شہرت کی آفتاب مانی جا چکی ہے۔ چونکہ یہ کتاب عربی ہونے کی وجہ سے اردو دنیا کے شائقینوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی، اس لئے زاد العقبیٰ اس کا اردو ترجمہ اصل عبارت موّدۃ القربیٰ کے باردوم مولف ممدوح کی سوانحمری پر کافی روشنی ڈالکر ہمارا اہتمام اشاعت پا کر اہل مودت آل رسالت کے دلوں کا سرور اور آنکھوں کا نور ہو رہا ہے قیمت صرف (۱۲/)

ارسال الیدین۔ یعنے نماز میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کا مکمل اور مدلل فیصلہ۔ قیمت (۸/)